رَبِّ زِدْنِی عِلْماً

ایک پیغام امتِ مسلمہ کے نام

1

افادات

حضرت مولانا محمد اسجد خلیل صاحب قاسمی نیازی گونڈوی مدظلہ

تقریظ

حضرت مولانا محمد افضل صاحب بستوی مدظلہ
استاذ ام المدارس دار العلوم دیوبند

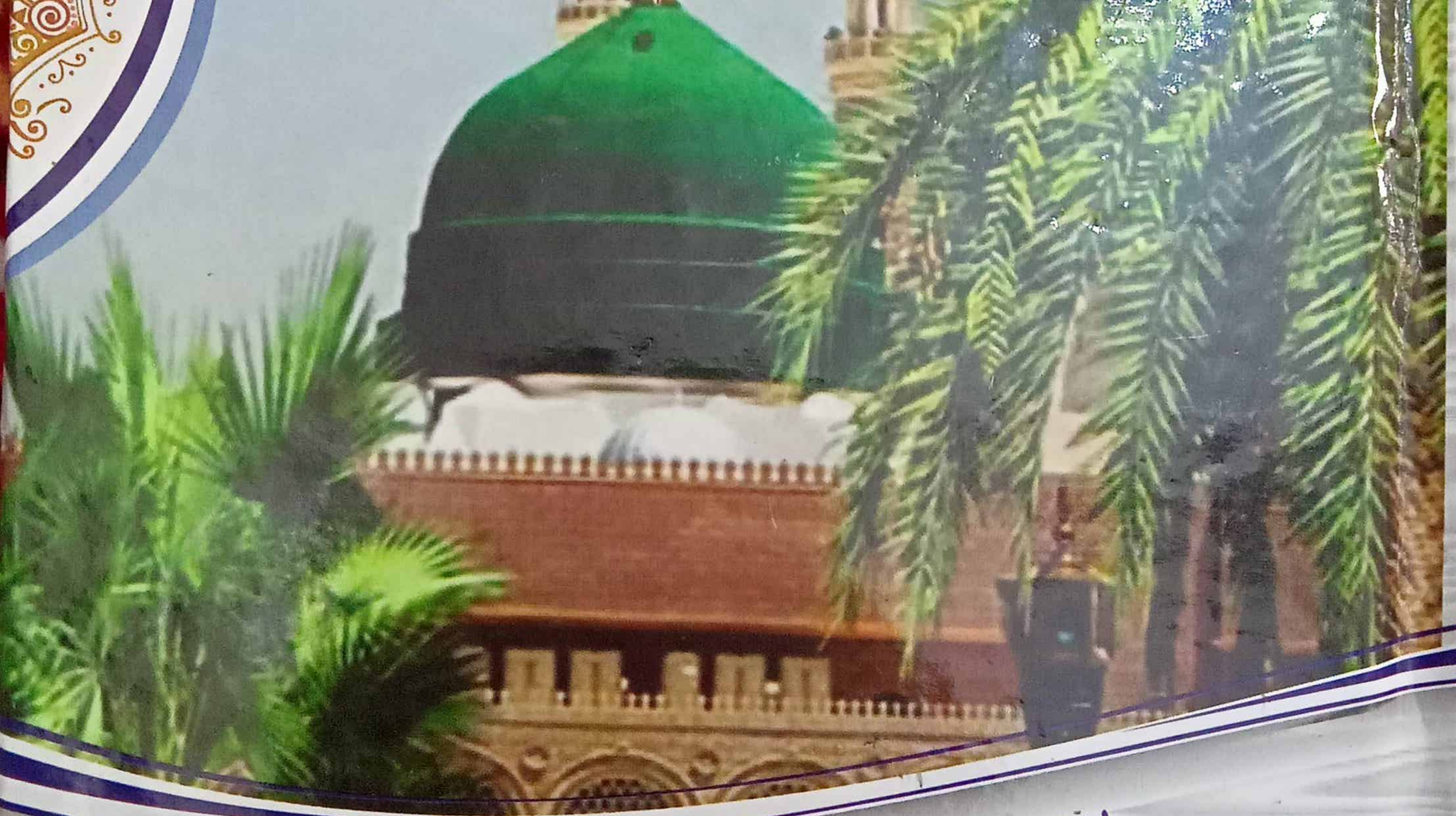

ناشر
مکتبہ قاسمیہ دیوبند

MOHAMMAD TABREZ BHAGALPURI

دارالکتاب

محمد تبریز بھاگلپوری

یہ (darulkitabe) ایک علمی اصلاحی اسلامی درسی و غیر درسی کتابوں کا حسین گلدستہ ہے جس سے آپ ہر وقت مستفید ہو سکتے ہیں اور اس میں خاص طور پر وہ کتابیں دستیاب ہیں جو انٹرنیٹ پر موجود نہیں ہے اس میں آپ خود بھی شامل ہو جایئے اور دوسروں کو بھی شامل کرنے کی کوشش کیجیے

HTTPS://T.ME/DARULKITABE

محمد تبریز مجیب گلپوری

ایک پیغام
امت مسلمہ کے نام!

افادات

حضرت مولانا محمد اسجد خلیل صاحب قاسمی نیازی گونڈوی

استاذ مدرسہ اسلامیہ مدینۃ العلوم نکی روڈ گونڈہ (یوپی)

باہتمام

حضرت مولانا رحمت علی صاحب حفظہ اللہ

صدر جمعیت اصلاح المسلمین، نکی بھاری، پی پی گنج گورکھپور (یوپی)

شعبہ نشر و اشاعت

مکتبہ قاسمیہ دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب:-------ایک پیغام امت مسلمہ کے نام (اول)

افادات:-----حضرت مولانا محمد اسجد خلیل صاحب قاسمی نیازی گونڈوی حفظہ اللہ

۹۸۳۸۷۲۰۷۹۲

باہتمام:-------------حضرت مولانا رحمت علی صاحب حفظہ اللہ

کتابت وتزئین:-------------ایم ،ایس، اسلام گرافکس ممبئی

تعداد اشاعت:---------------------۱۱۰۰

شعبہ نشر واشاعت:-----------مکتبہ قاسمیہ دیوبند، ضلع سہارنپور (یوپی)

{اسٹاکسٹ}

مکتبہ صدائے حق کشمیر

نزدیک رحت دیدی جامع مسجد، لال چوک، اسلام آباد، کشمیر

9858741547 / 9797701048
9086625698 / 7006112253

قرآن وسنت کی نشر واشاعت کا عالمی ادارہ

مکتبہ صفدریہ دیوبند

Mobile & Whats App No:8881030588
Email:msislam829@gmail.com

{ملنے کا پتہ}

دیوبند کے تمام بڑے کتب خانوں پر بھی ہماری مطبوعات دستیاب ہیں

حبیبیہ صوت الاسلام کیسیٹ سینٹر، سری نگر، کشمیر---مکتبہ الغزالی، سری نگر، کشمیر

الحراء پرفیومرس، تبلیغی مرکز، مسجد ومدرسہ دارالفلاح، کوسہ، ممبرا، ضلع تھانہ

عبدالسلام خان قاسمی، ۷۹/۱ کتاب مارکیٹ، بھنڈی بازار ممبئی

فردوس کتاب گھر، نزد شالیمار ہوٹل، بھنڈی بازار ممبئی

زکریا بکڈپو، مسجد نور کارولی روڈ، بھیونڈی

مکتبہ القاسم (مالیگاؤں) 09373471142

فہرست

ہم اس دنیا میں کہاں سے آئے اور کہاں جانا ہے؟؟؟	۷
ہم اس دنیا میں کیوں آئے ہیں؟؟؟	۱۵
آخرت سے غفلت کیوں؟ کیا موت کا انتظار ہے؟؟؟	۲۷
کہیں ایسا تو نہیں! کہ کل کا دن ہمارا آخری دن ہو؟	۳۵
نماز سے غفلت کیوں؟ کیا موت کا انتظار ہے؟؟؟	۴۷
نماز پڑھیے اس سے پہلے کہ ہماری نماز پڑھی جائے!	۶۵
ہم نماز کیوں نہیں پڑھتے!!!	۷۹
عبادت کسے کہتے ہیں؟	۹۵
گناہ کیا ہے!!!	۱۰۷
دنیا وآخرت میں گناہوں کے نقصانات!!!	۱۲۱
ہم گناہ سے کیسے بچیں!!!	۱۲۹
غیبت کسے کہتے ہیں؟؟؟	۱۴۵
ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟؟؟	۱۵۷
زبان کو قابو میں رکھنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوتا!!!	۱۶۵
ایک پیغام!!! مسلم نوجوانوں کے نام!!!	۱۷۵
گانے اور میوزک کے مہلک اثرات!!!	۱۹۷
بدنظری کے نقصانات!!!	۲۱۱
نئی نسل پر موبائل کے مضر اثرات!!!	۲۲۵
قربانی عقل کی روشنی میں!!!	۲۳۷
فضائل عید قرباں!!!	۲۴۹
مسائل عید قرباں!!!	۲۵۹

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انتساب

دارالعلوم دیوبند

اور

اسلام کے ان نامور سپوتوں، غازیوں۔۔۔

اور شہیدوں

کے نام جن کے مقدس خون سے

چار دانگ عالم میں گلشن اسلام کی آبیاری ہوئی۔

خص[illegible]ت

- حافظ عبد[illegible]م گونڈوی
- حافظ محمد ثاقب گورکھپوری
- حافظ مشیت اللہ کبیر نگری

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

--- موت ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر ایک کو گذرنا ہے۔

--- موت کو کثرت سے یاد کرنا انسان کو نیک بنادیتی ہے۔

--- موت ایک ایسا اچھا استاذ ہے جس سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

--- لوگ موت سے ڈرتے ہیں مگر گناہوں سے نہیں بچتے۔

--- نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی جنازہ کے ساتھ جاؤ تو مردے پر غم کے بجائے اپنا غم کرو کیونکہ وہ موت کا کڑوا گھونٹ پی چکا ہے اور ہمیں ابھی پینا باقی ہے، وہ ملک الموت کا منھ دیکھ چکا ہے اور ہمیں دیکھنا باقی ہے، وہ خاتمہ کے ڈر سے نکل چکا ہے اور میرے لیے ابھی باقی ہے۔

ھو

ہم اس دنیا میں

کہاں سے آئے اور کہاں جانا ہے؟؟؟

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الٰہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریك لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافة للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُھُوْرِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَاَشْھَدَھُمْ عَلٰٓی اَنْفُسِھِمْ۔

وقال النبی ﷺ: الدنیا سجن المؤمن وجنة الکافر۔

وقال فی موضع آخر: کن فی الدنیا کأنك غریب او عابر سبیل۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

فکر منزل ہوگئی ان کا گزرنا دیکھ کر

زندہ دل میں ہوگیا اوروں کا مرنا دیکھ کر

کیا دل لگائیں گلشن عالم ہے بے ثبات

آئے ہیں چار دن کے لیے اس چمن میں ہم

نہ ہم ہوں گے نہ تم ہو گے کسی دن

زمیں کہتی ہے رو رو کر آسماں سے

آشیانہ شاخِ گل پہ کب تلک تیری میراث ہے
بس غنیمت جان لے جتنا بسیرا ہو گیا

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ابھی ابھی جو آیتِ کریمہ میں نے آپ حضرات کے سامنے تلاوت کی ہے، اس آیت کی تشریح اور وضاحت جناب نبی کریم ﷺ کی اُس حدیث شریف سے ہوتی ہے، جس میں ارشاد فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے کہ اللہ رب العزت نے جب سب سے پہلے انسان حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا فرمایا، اور پیدا کرنے کے بعد جب اپنا داہنا ہاتھ حضرت آدم علیہ السلام کی داہنی پشت پر پھیرا، تو اس سے بے شمار چمکدار، نورانی، چہروں والی روحیں پیدا ہوئیں، یہ نورانی چہروں والی روحیں ان مسلمانوں اور مؤمنوں کی تھیں جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے۔

پھر اللہ رب العزت نے اپنا بایاں ہاتھ آدم علیہ السلام کی بائیں پشت پھیرا تو اس سے بھی بے شمار سیاہ چہروں والی روحیں پیدا ہوئیں، یہ بے شمار سیاہ چہروں والی روحیں ان کافروں اور منافقوں کی تھیں جو قیامت تک پیدا ہونے والے تھے۔

پھر اللہ رب العزت نے ان تمام روحوں کو ایک جگہ جمع فرما دیا، اس جگہ کو عالمِ ارواح کہا جاتا ہے۔

پھر یہی روح عالمِ ارواح سے منتقل ہو کر رحمِ مادر یعنی ماں کے پیٹ میں آتی ہے، اور پھر یہی روح، وہاں سے آٹھ نو مہینے میں دنیوی جسم حاصل کرنے کے بعد بشکل انسان اس دنیا میں منتقل ہو جاتی ہے۔

پھر یہ انسان اس دنیا میں اپنی مختصر سی ستّر اسّی سالہ زندگی گزار کر عالم برزخ یعنی قبر میں منتقل ہو جاتا ہے۔

پھر وہاں سے میدانِ حشر میں،

پھر وہاں سے پل صراط کے ذریعہ اس کا جو اصل ٹھکانا جنت یا جہنم ہوگا، اس میں منتقل ہو جائے گا۔

میرے دوستو! انسانی زندگی کے ان تمام مرحلوں پر غور کرنے سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دنیا انسانوں کا اصل ٹھکانا اور اصل منزل نہیں ہے، جیسے مختلف قسم کی سواریاں، جہاز، ٹرین اور بسیں مسافر کے لیے اصل منزل اور اصل ٹھکانا نہیں ہوا کرتی ہیں، ایسے ہی یہ دنیا انسانوں کے لیے اصل منزل نہیں

ہے۔

میرے دوستو! اس دنیا میں ہر انسان ایک مسافر کی طرح ہے اور یہ دنیا چلتی ہوئی سواری کی طرح ہے، کہ ایک مسافر اپنی جگہ چھوڑ کر اترتا ہے کہ فوراً دوسرا اس کی جگہ پر بیٹھ جاتا ہے، اس کی جگہ لے لیتا ہے، ایسے ہی ایک انسان اس دنیا سے رخصت ہوتا ہے کہ دوسرا اس کی جگہ فوراً لے لیتا ہے، کوئی دوسرا اس کا جانشین خلیفہ اور نائب بن جاتا ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ انسان کی پہلی منزل عالمِ ارواح ہے، اور آخری منزل جنت یا جہنم ہے، اس سفر کے دوران مختلف اسٹیشنوں پر خاص مقصد کے لیے ٹھہرتا ہے، جیسے ٹرین ایک مقام سے نکل کر جب دوسرے مقام پر جاتی ہے تو وہ راستہ میں مختلف اسٹیشنوں پر مختلف ضرورتوں کے لیے مختصر سے وقت کے لیے رکتی ہے اور پھر اپنی منزل پر پہونچ جاتی ہے، بالکل اسی طرح انسان کی بھی زندگی سفر پر ہے اور وہ اپنی منزل تک پہونچنے کے لیے مختلف جگہوں پر، مختلف اسٹیشنوں پر، مختصر سے وقت کے لیے رکتا اور ٹھہرتا ہے، انسان کا اسٹیشن باپ کی پشت اور ماں کا پیٹ، دنیا اور قبر کا پیٹ، میدان حشر اور پل صراط ہے، پھر انسان ان مختلف اسٹیشنوں سے گزرتا ہوا اپنی اصل منزل اور اصل ٹھکانہ جنت یا جہنم میں پہونچ جاتا ہے۔

تو معلوم یہ ہوا کہ ہر انسان اس دنیا میں ایک سفر پر ہے، جب ہر انسان اس دنیا میں ایک سفر پر ہے، تو پھر اس کے سفر کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوگا، کیونکہ کوئی بھی عقلمند آدمی بغیر مقصد کے سفر نہیں کرتا، ایک آدمی ٹرین سے سفر کر رہا ہے اس سے پوچھا جائے کہاں اترنا ہے، یا کہاں جا رہے ہو، اگر وہ کہے کہ مجھے معلوم نہیں تو لوگ کہیں گے بڑا بیوقوف، بے عقل آدمی ہے۔

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے آج اگر ہم عام انسانوں کی زندگیوں پر غور کریں، ان کی زندگیوں کا ایک سرسری جائزہ لیں، تو ہمیں صاف طور سے نظر آئے گا کہ اس دنیا کے اکثر لوگ

اپنی زندگیوں کے سفر کا مقصد جانے بغیر زندگی گزار رہے ہیں

چنانچہ اگر آپ لوگوں سے یہ سوال کریں کہ۔۔۔

آپ اس دنیا میں کہاں سے آئے ہیں؟

آپ اس دنیا میں کیوں آئے ہیں؟

آپ اپنی زندگی ختم ہونے کے بعد کہاں جائیں گے؟

تو اکثر لوگوں کا یہی جواب ہوگا معلوم نہیں!!!

جبکہ یہی انسان اگر تاجر ہے، تو اس کو اپنی دوکان جانے کا مقصد معلوم ہے!

اگر ملازم ہے تو اس کو اپنی آفس اور کارخانہ پر جانے کا مقصد معلوم ہے!

اگر تعلیم حاصل کرنے والا ہے طالب علم یا ٹیچر ہے تو اس کو اپنے اسکول اور مدرسہ جانے کا مقصد معلوم ہے!

اگر مسافر ہے تو اس کو اپنے سفر کا مقصد معلوم ہے!

مگر افسوس!!! آج اگر معلوم نہیں، تو اس کو اپنی زندگی کا مقصد معلوم نہیں، جبکہ یہی انسان اگر کسی باہر ملک میں تجارت یا ملازمت کے لیے جاتا ہے، تو اس کو وہاں اپنے جانے کا مقصد معلوم ہوتا ہے، اور وہ رات دن خوب محنت کر کے اس فکر اور احساس کے ساتھ پیسہ کماتا ہے، کہ جب میرا ویزا ختم ہو جائے گا تو مجھے یہاں سے نکال دیا جائے گا، اور وہ جو کچھ کماتا ہے اپنے گھر بھیجتا رہتا ہے، اب ایسے میں اگر کوئی اس سے کہے کہ آپ اتنی پریشانی اور مشقت کیوں اٹھا رہے ہیں، یہیں ایک عالی شان مکان، عالی شان بنگلہ، کوٹھی، خرید لیجئے ہر قسم کے عیش و آرام کے سامان جمع کر لیجیے، آرام کی زندگی گزاریئے، تو وہ، اس آدمی سے یہی کہے گا کہ بھائی میرا یہ اصلی وطن نہیں ہے مجھے یہاں پر مختصر سی مدت تک ٹھہرنے کی اجازت ہے، جب میرا ویزا ختم ہو جائے گا، تو مجھے یہاں سے نکال دیا جائے گا، میں اپنی محنت و مشقت کی گاڑھی کمائی یہاں برباد نہیں کروں گا، تھوڑی سی تکلیف اٹھا لوں گا، پھر واپس جا کر اسی کمائی سے آرام و سکون کی زندگی گزاروں گا۔

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے ہر انسان اس دنیا میں مختصر سے وقت میں آخرت کی تیاری کے لیے زندگی کا ویزا لے کر آیا ہے، جو آدمی اس دنیا میں محنت و مشقت اٹھا کر آخرت کے لیے کمائی کر لے

گا، وہی زندگی کا ویزا ختم ہو جانے کے بعد عیش و آرام کی زندگی گزارے گا۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! آج کا انسان دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز پر ریسرچ کر رہا ہے، ہر چیز کے بننے اور پیدا ہونے کے مقصد کو جاننے اور پہچاننے کی کوشش کر رہا ہے، مگر افسوس! کہ آج وہ اپنے پیدا ہونے اور خود اپنی زندگی کے مقصد سے بالکل غافل اور ناواقف بنا ہوا ہے۔

یاد رکھیے!!! مقصدِ زندگی ہی انسان کو بنانے اور بگاڑنے میں پورا پورا دخل رکھتی ہے، اس لیے ہر سمجھ دار اور عقلمند آدمی کے لیے ضروری ہے، کہ وہ اس دنیا میں اپنے آنے کے بعد، پہلے ان تین سوالوں کا جواب معلوم کر کے زندگی گزارے۔

[۱]--- وہ اس دنیا میں کہاں سے آیا ہے!

[۲]--- وہ اس دنیا میں کیوں آیا ہے!

[۳]--- مرنے کے بعد اس کو کہاں جانا ہے!

ایک وقت تھا وہ نہیں تھا!

ایک وقت آئے گا کہ وہ نہیں رہے گا!

ایک وقت تھا کہ اس کے باپ دادا تھے وہ نہیں تھا!

اور ایک وقت ایسا بھی آئے گا کہ اس کی آنے والی نسلیں ہوں گی، اور وہ نہیں ہوگا!

آخر انسان اس بات پر غور کیوں نہیں کرتا؛ کہ دنیا کے بڑے بڑے انسان

اپنی حکومت---

اپنی سلطنت---

اپنی طاقت---

اپنی دولت---

اپنی عزت و شہرت---

اپنی عیش و عشرت---

اپنا عہدہ اور منصب رکھتے ہوئے بھی اس دنیا کو چھوڑ کر کہاں غائب ہوتے جا رہے ہیں؟

آخر انسان اس بات پر غور کیوں نہیں کرتا کہ اللہ رب العزت نے

اس زمین۔۔۔

اس آسمان۔۔۔

اس چاند۔۔۔

اس سورج۔۔۔

ستاروں۔۔۔

پہاڑوں۔۔۔

سمندروں۔۔۔

دریاؤں۔۔۔

صحراؤں۔۔۔

جنگلوں۔۔۔

میں سے ہر ایک کو کسی نہ کسی خاص کام اور مقصد کے لیے پیدا کیا ہے تو پھر وہ انسان جو تمام کائنات میں ہر چیز سے افضل اور اشرف ہے، اس کو کیوں پیدا کیا ہے؟

آخر انسان اِس بات پر بھی غور کیوں نہیں کرتا کہ اس دنیا میں ہر انسان خود پیدا ہوا ہے یا اس کو کسی نے پیدا کیا ہے؟

اور آخر انسان اس بات پر غور کیوں نہیں کرتا کہ انسان اس دنیا میں خود بخود مرتا ہے یا اس کو کوئی مارتا ہے؟

میرے دوستو! حقیقت تو یہ ہے کہ اس دنیا میں انسان نہ خود بخود پیدا ہوا ہے اور نہ خود بخود مرتا ہے بلکہ اس دنیا میں ہر انسان آنے پر بھی مجبور ہے اور اس دنیا سے جاتے پر بھی مجبور ہے۔

جب ہر انسان اس دنیا میں آنے پر مجبور ہے تو پھر آیا کیوں ہے؟ اور جانے پر مجبور ہے تو جاتا کیوں

ہے؟ اسی چیز کو اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ''وما خلقت الجن و الانس الا لیعبدون'' ہم نے انسان اور جنات کو صرف اور صرف اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا فرمایا ہے، تو معلوم یہ ہوا کہ اس دنیا میں انسان کے آنے کا مقصد صرف اور صرف اللہ رب العزت کی بندگی ہے اسی چیز کو خواجہ مجذوب الحسن رحمۃ اللہ علیہ اپنے شعر میں یوں بیان فرماتے ہیں:

تو برائے زندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے
آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی
تجھ پر ایک دن خاک ڈالی جائے گی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنے پیدا ہونے کے مقصد کو سمجھنے اور آخرت کی تیاری کی فکر عطا فرمائے

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁----❁❁❁❁----❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۞-----۞-----۞

--- موت کی کثرت سے یاد، دل کی تمام بیماریوں کا علاج ہے۔

--- زندگی کا دروازہ جب تک کھلا ہے اس کو غنیمت جانو، بہت جلد اس کو تم پر بند کر دیا جائے گا۔

--- کیا معلوم کل کا دن تمہارے لیے ایسے آئے کہ تم زمین کے اوپر ہونے کے بجائے زمین کے نیچے قبر میں موجود ہو۔

--- بغیر تیاری کے آخرت میں کامیابی کی امید رکھنا؛ ایسا ہے جیسے بغیر کشتی کے سمندر میں چھلانگ لگا دینا۔

--- دنیا کی عزت مال سے ملتی ہے، مگر آخرت کی عزت اعمال سے۔

۞-----۞-----۞

ہم اس دنیا میں کیوں آئے ہیں؟؟؟

إنَّ الحمدلله۔ الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له و لا نظير له و لا وزير له و لا مشير له و لا معين له و صل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الىٰ كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتِ ط وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ط فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ط وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ٥

وقال النبی ﷺ: ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرة۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

جس دور پہ نازاں تھی دنیا وہ زمانہ اب ہم بھول گئے
اوروں کو جگانا یاد رہا خود ہوش میں آنا بھول گئے
اذاں تو اب بھی ہوتی ہے مسجد کی فضا میں اے انور
جس ضرب سے دل ہل جاتے تھے وہ ضرب لگانا بھول گئے
منہ دیکھ لیا آئینہ میں پر داغ نہ دیکھا سینہ میں
دل ایسا لگایا جینے میں کہ مرنے کو مسلماں بھول گئے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت نے انسان کو اپنی قدرت سے پیدا فرما کر اور کچھ مہلت دے کر اس دنیا میں بھیجا ہے۔

یہ دنیا انسان کے لیے امتحان گاہ نہیں؟

یہ دنیا انسان کے لیے آرام گاہ نہیں! سیر گاہ نہیں! تفریح گاہ نہیں!

یہ دنیا انسان کے لیے چراگاہ نہیں کہ انسان کھاپی کر؛ کھیل کود کر؛ موج مستی کر کے زندگی گزار دے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے انسان کو اس دنیا میں اس لیے نہیں پیدا فرمایا کہ وہ رب چاہی زندگی چھوڑ کر من چاہی زندگی گزارے، بلکہ اللہ رب العزت نے انسان کو اس دنیا میں اس لیے پیدا فرمایا ہے کہ وہ من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے اس دنیا کو انسان کے لیے ایک امتحان گاہ بنایا ہے، اللہ رب العزت نے اس زمین ۔۔۔

اس آسمان ۔۔۔

اس چاند ۔۔۔

اس سورج ۔۔۔

ان ستاروں ۔۔۔

ان پہاڑوں ۔۔۔

ان سمندروں ۔۔۔

ان دریاؤں ۔۔۔

ان جنگلوں ۔۔۔

ان بیابانوں ۔۔۔

ان آبادیوں ۔۔۔

ان ویرانیوں---

اور ان تمام چیزوں کو جو ان کے اندر ہیں، انسانوں کے لیے پیدا کیا ہے، اور انسان کو اپنی عبادت و بندگی کے لیے پیدا کیا ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں" وما خلقت الجن والانس الا لیعبدون "،ہم نے اس کائنات اور کائنات کی تمام چیزوں کو انسان کے لیے پیدا کیا ہے اور انسانوں کو اپنی عبادت وبندگی کے لیے پیدا کیا ہے، معلوم یہ ہوا کہ انسان کی خلقت اور پیدائش کا اصل مقصد، انسان کی زندگی کا بنیادی مقصد، اللہ رب العزت کی بندگی ہے، صحیح معنوں میں بندہ وہی ہے جس میں بندگی ہو، ورنہ وہ بندہ سراسر گندہ ہے، جھوٹ اور فریب کا پلندہ ہے۔ شاعر کہتا ہے۔

تو برائے بندگی ہے یاد رکھ
ورنہ پھر شرمندگی ہے یاد رکھ
چند روزہ زندگی ہے یاد رکھ
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کرلے جو کرنا ہے آخر موت ہے

میرے دوستو! انسان کی زندگی ہوا میں رکھے ہوئے ایک چراغ کی طرح ہے، جس طرح ہوا کے اندر رکھا ہوا چراغ، ایک جھونکے میں بجھ جاتا ہے!

اور جس طرح آنکھوں کا آنسو، پلک جھپکتے ہی مٹی میں مل جاتا ہے!

اور جس طرح سے پانی کا بلبلہ، ایک پل میں ختم ہوجاتا ہے!

ایسے ہی انسان ایک پل میں اس دنیا سے اگلی دنیا کی طرف رخصت ہوجاتا ہے۔

کیا بھروسہ ہے زندگانی کا
آدمی بلبلہ ہے پانی کا

میرے دوستو! ذرا غور کیجیے صرف لفظ موت کتنا بھیانک لفظ ہے۔

موت سے ہر جاندار ڈرتا ہے!

موت سے ہر جاندار بھاگتا ہے!

موت کی آواز کو کوئی سننا نہیں چاہتا!

موت کے تلخ گھونٹ کو کوئی پینا نہیں چاہتا!

موت کو کوئی بھی اپنے قریب آنا بالکل پسند نہیں کرتا!

مگر اس کے باوجود، موت ہر ایک کے پاس جاتی ہے، موت کسی کو نہیں چھوڑتی ہے،

چاہے وہ نبی ہو یا ولی۔۔۔

چاہے وہ عالم ہو یا جاہل۔۔۔

چاہے وہ بادشاہ ہو یا فقیر۔۔۔

چاہے وہ امیر ہو یا غریب۔۔۔

چاہے وہ محلوں میں زندگی گزارنے والا ہو یا جھونپڑیوں۔۔۔

چاہے وہ شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا۔۔۔

چاہے وہ عقلمند ہو یا پاگل۔۔۔

چاہے وہ ضعیف وناتواں ہو یا قوی اور طاقتور۔۔۔

چاہے مرد ہو یا عورت۔۔۔

چاہے بچہ ہو یا بوڑھا۔۔۔

موت ہر ایک کے پاس جاتی ہے، موت کسی کو نہیں چھوڑتی، موت کا حکم سب پر برابر چلتا ہے۔

زندہ ہے جو موت کی ایذا بھی سہے گا　　　جب سرورِ عالم نہ رہے تو کون رہے گا

موت کی گرفت سے کوئی آزاد نہیں، موت کا کڑوا اور تلخ جام، ہر ایک کو پینا پڑتا ہے۔

آخر اس دنیا سے اٹھنا ہے تجھے　　　ذائقہ اس موت کا چکھنا ہے تجھے

كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ۔ موت کا کڑوا گھونٹ، ہر ایک کو پینا پڑے گا، چاہے وہ پینا گوارہ کرے یا نہ کرے، ہر ایک کو اسی خاک میں سونا پڑے گا جس خاک سے اور جس مٹی سے وہ پیدا ہوا ہے۔

آنے والی کس سے ٹالی جائے گی
روح رگ رگ سے نکالی جائے گی
تجھ پہ اک دن خاک ڈالی جائے گی
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

"وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ".

جس وقت موت کے آنے کا وقت آ گیا، وہ آ جائے گی،

نہ اس میں ایک سکینڈ کے لیے تقدیم وتاخیر ہوگی،

اور نہ ہی بلند وبالا عمارتیں اور دیواریں اس کی راہ میں حائل ہو سکتی ہیں،

اور نہ ہی اسے بادشاہوں کے مضبوط سے مضبوط قلعے اسے روک سکتے ہیں۔

"اَيْنَ مَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ" اور نہ ہی موت کو کسی حکومت وسلطنت اور قوت وطاقت کے ذریعہ روکا اور ٹالا جا سکتا ہے۔

موت کو اور اگر کسی حکومت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو فرعون کو کبھی موت نہیں آتی۔

موت کو اگر مال ودولت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو قارون کو کبھی موت نہیں آتی۔

موت کو اگر حسن وجمال کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو حضرت یوسف علیہ السلام کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر وزارت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو ہامان کو کبھی موت نہیں آتی۔

موت کو اگر قوت بازو اور طاقت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ اور رستم وسہراب جیسے بڑے بڑے پہلوانوں کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر نبوت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو انبیاء علیہم السلام کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر ولایت کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو اولیاء اللہ کو کبھی موت نہیں آتی۔

موت کو اگر حکمت اور دواؤں کے ذریعہ ٹالا جا سکتا؛ تو افلاطون اور جالینوس کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر علم و دانائی کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو حضرت لقمان رضی اللہ عنہ کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر جود وسخاوت کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو حاتم طائی کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر عدل وانصاف کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو نوشیرواں اور عمر بن عبد العزیز کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر قوتِ گویائی کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو فردوسی اور سعدی کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر خطابت اور طلاقتِ لسانی کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو سحبان وائل کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر فصاحت وبلاغت کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو لبید اور متنبی کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر عشق ومحبت کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو لیلیٰ اور مجنوں کو کبھی موت نہ آتی۔

موت کو اگر وفاؤں کے ذریعہ ٹالا جاسکتا؛ تو نیک بیوی اپنے سامنے اپنے جوان خاوند وشوہر کو کبھی بھی مرنے نہ دیتی۔

موت کو اگر لاڈ و پیار ومحبت کے ذریعہ ٹالا جاسکتا، تو کبھی بھی ماں اپنی گود میں پڑے اپنے معصوم بچے اور بیٹے کو مرنے نہ دیتی۔

مگر ہم کتنی بار دیکھتے ہیں کہ ایک جوان آدمی ایک جوان لڑکا، چارپائی پر لیٹا ہوا ہے، سارے گھر والے پوچھتے ہیں، آپ کو کیا ہوا؟ آج آپ خاموش کیوں ہیں؟ لیکن وہ کوئی جواب نہیں دیتا وہ خاموش ہوتا ہے، اس کی بیٹی آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے، میرے ابو، مجھے بتایئے تو سہی، آپ کو کیا ہوا؟ میں آپ کی ہر وقت خدمت کرنے کے لیے تیار ہوں، جس چیز کی بھی ضرورت ہوگی فوراً حاضر کروں گی، بیٹی روتے ہوئے کہتی ہے ابو مجھے چھوڑ کر کہاں جارہے ہیں؟ اب میرے سر پر شفقت کا ہاتھ کون رکھے گا؟ اب مجھے بیٹی کہہ کر کون پکارے گا؟ ابو مجھے کیوں نہیں بتاتے؟ مگر باپ خاموش ہوتا ہے، بیوی آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے او میرے ہمدم، او میرے ہمراز، سر کے تاج، مجھے بتایئے تو سہی، آپ کو کیا ہوا، آپ نے تو خوشی اور غم میں ساتھ رہنے کا عہد کیا تھا، بیوی بار بار کہتی ہے آج آپ خاموش کیوں ہیں؟ مگر خاوند کچھ نہیں بولتا، بیوی روتی رہ جاتی ہے، بالآخر ماں آگے بڑھتی ہے اور کہتی ہے، او میرے بیٹے، میرے نورِ نظر لختِ جگر مجھے بتاؤ تو سہی، تمہیں کیا ہوا، بیٹا، میں تمہاری امی بول رہی ہوں، بیٹا کہیں درد ہو

تو بتاؤ، تکلیف ہو تو بتاؤ، میں ابھی ڈاکٹر کو بلا لاتی ہوں، بیٹے تم تو میری ہر آواز پر لبیک کہا کرتے تھے، تم تو وہی بیٹے ہو اور میں تمہاری وہی ماں ہوں، آج کیا ہو گیا ہے کہ میری بات کا جواب نہیں دیتے، ماں رو رہی ہے، بیٹا خاموش ہے، بیٹے کی روح بالکل نکل جاتی ہے، ماں، باپ، بھائی، بہن، بیوی، بچے کھڑے رو رہے ہیں، کوئی کچھ نہیں کرسکتا قرآن کریم نے پہلے ہی منظر بتا دیا ''فَلَوْلَا اِذَا بَلَغَتِ الْحُلْقُوْمَ. وَاَنْتُمْ حِيْنَئِذٍ تَنْظُرُوْنَ. وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُبْصِرُوْنَ'' بیٹے کی روح نکل جاتی ہے، ماں دیکھتی ہے بیٹے کی روح نکل گئی، منھ اور آنکھیں کھلی رہ گئیں، ماں اپنے کانپتے ہوئے ہاتھوں سے بیٹے کی آنکھیں بند کر دیتی ہے، وہ جانتی ہے، یہ آنکھیں آج کے بعد پھر کبھی نہیں کھلیں گی، اس کا منھ بند کر دیتی ہے، وہ سمجھتی ہے، یہ طوطی ہمیشہ کے لیے خاموش ہو چکی ہے، وہ جانتی ہے کہ میرا بیٹا اب پھر کبھی نہیں بولے گا، تھوڑی دیر بعد چادر اوپر ڈال دیا جاتا ہے، سب کہتے ہیں میت کو جلدی نہلاؤ، ابھی تھوڑی دیر پہلے وہ کسی کا باپ تھا، وہ کسی کا بھائی تھا، کسی کا بیٹا تھا، کسی کا شوہر، اب کیا بنا، سب نے میت، میت کی رَٹ لگانی شروع کر دی سب کہتے ہیں اصل انسان تو چلا گیا صرف لاش باقی ہے صرف اس کا جسم باقی ہے۔ مکیں چلا گیا مکاں باقی ہے۔

چنانچہ عزیز واقارب جلدی جلدی کفنانے دفنانے کی تیاری شروع کر دیتے ہیں، اس کو نہلا دھلا کر قبرستان پہونچا دیا جاتا ہے، عزیز رشتہ دار عیادت کرنے والے رو دھو کر چپ ہو جاتے ہیں، ادھر دشمن خوشیاں منانے لگتے ہیں، بھائی رشتہ دار مال بانٹنے میں لگ جاتے ہیں، اور ادھر مرنے والا اپنے نامۂ اعمال میں پھنس جاتا ہے۔

اے اللہ کے بندو!!! مرنے والوں سے، دنیا سے جانے والوں سے، عبرت حاصل کرو، کہ وہ اپنے اپنے اعمال سچے مالک کے پاس لے کر جا رہے ہیں، ایک دن ہمیں بھی جانا ہے، اکیلا تنہا جانا ہے۔

وہاں نہ ہمارا مال کام آئے گا!

وہاں نہ ہماری دکان!

نہ ہماری فیکٹریاں!

اور نہ ہمارے کارخانے کام آئیں گے!

وہاں نہ تو ہماری بیوی بچے اور مال واولاد کام آئیں گے!

اور نہ ہی ہمارے دوست واحباب، عزیز ورشتہ دار کام آئیں گے!

وہاں نہ تو ہماری ذکاوت وذہانت اور چالاکی کام آئے گی! اور نہ ہمارا عہدہ ومنصب کام آئے گا!

وہاں تو ہمارے اعمال کا کھرا سکہ چلے گا!

اے موت سے غافل انسان!

اے انسان دنیا پر فریفتہ ہونے والے انسان!

اے موت کو بھول جانے ولے انسان!

آج تو دنیا کی رنگینیوں میں پڑ کر موت کو بھول گیا، دنیا کی چمک دمک زرق برق کو دیکھ کر موت کو بھول گیا، لیکن یاد رکھو میرے یارو، ہم تو موت کو بھول گئے لیکن موت ہم کو نہیں بھولی ہے، موت تو ہر وقت اعلان بھی کرتی ہے، بلکہ موت ہر شخص کو اپنے آنے سے پہلے پیغام بھی دیتی ہے۔

ایک مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ملک الموت سے فرمایا، کہ ملک الموت تو اپنے آنے سے پہلے کوئی پیغام بھیج دیا کر، تاکہ لوگ ہوشیار ہوجائیں، عرض کیا، اے اللہ کے محبوب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میرے آنے سے پہلے کئی پیغام آتے ہیں مگر لوگ سمجھتے نہیں۔

کسی آدمی کا بڑھاپے کی حالت کو پہنچ جانا؛ یہ موت کا پیغام ہے۔

کسی کی بینائی کا کمزور ہوجانا؛ یہ بھی موت کا پیغام ہے۔

کسی کے دانت کا ٹوٹ جانا؛ یہ بھی موت کا پیغام ہے۔

کسی کے ڈاڑھی کا اور سر کے بال کا سفید ہوجانا؛ یہ بھی موت کا پیغام ہے۔

کسی کو بیماری کا لگ جانا؛ یہ بھی موت کا پیغام ہے۔

کسی شخص کی جوانی کی حالت میں موت کا آجانا؛ یہ دوسروں کے لیے موت کا پیغام ہے۔

میرے دوستو! یہ قدرت کے طرف سے تنبیہات ہیں۔

ہمیں بتایا گیا ہے۔
ہمیں سمجھایا گیا ہے۔
ہمیں وارننگ دی گئی ہے۔
ہمیں پیغام دیا گیا ہے کہ۔
اے لوگو! موت کی تیاری کرلو ایک دن تمہیں بھی اس دارفانی کو چھوڑ کر اُس دارِ باقی میں جانا ہے۔
اے آخرت کو بھول جانے والے انسان۔
اے موت سے غافل انسان، ذرا دیکھ۔
کہاں گئے، وہ لوگ جو اپنے آپ کو انا ربکم الاعلیٰ کہتے تھے۔
جو اپنے آپ کو دنیا کا سب سے بڑا خدا سمجھتے تھے۔
کہاں گئے، وہ بڑے بڑے بادشاہ، جن کی قلعوں اور فوجوں کے ذریعہ حفاظت کی جاتی تھی۔
کہاں گئے، وہ بڑے بڑے مال و دولت والے لوگ، جن کے خزانے کی چابیاں خچروں پر لادی جاتی تھیں۔
کہاں گئے، وہ لوگ، جن کے خوبصورت چہرے چمکتے دمکتے تھے۔
جن کے حسن کی بتوں کی طرح پوجا کی جاتی تھی۔
کہاں گئے، وہ لوگ جو اپنی جوانی کے ترنگ میں زمین پر اکڑ اکڑ کر چلتے تھے۔
کہاں گئے، وہ لوگ جن کو جنگ کے میدانوں میں فتح اور غلبہ حاصل ہوا کرتا تھا۔
حقیقت میں آج موت نے ان کو برباد کر کے رکھ دیا۔
آج وہ قبر کے اندھیرے میں تنہا پڑے، ہائے آگ، ہائے آگ، ہمیں بچاؤ، ہمیں بچاؤ کی، فریادیں کر رہے ہیں۔
آج وہ اندھیری کوٹھری میں پڑے اپنی زندگی کا حساب دے رہے ہیں، انہیں اپنے مال و دولت، بیوی بچوں، پر بڑا ناز و گھمنڈ تھا، لیکن قبر میں ان میں سے کوئی بھی ان کے کام نہ آیا۔

زمین کھاگئی نوجواں کیسے کیسے ہوئے نامور بے نشاں کیسے کیسے

مٹے نامیوں کے نشاں کیسے کیسے نہ گور سکندر ہے نہ قبر دارا

میرے دوستو! ذرا غور کرو۔

کیا ہوگا اس دن ہمارا، جس دن کے بارے میں قرآن کریم نے کہا ''يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ أَخِيهِ وَأُمِّهِ وَأَبِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَبَنِيهِ لِكُلِّ امْرِئٍ مِنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَأْنٌ يُغْنِيهِ''۔

کہ جس دن ماں بیٹی سے بیگانی ہو جائے گی۔

جس دن باپ بیٹے سے دور بھاگے گا۔

جس دن بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا۔

جس دن بیوی شوہر سے ناآشنا ہو جائے گی۔

جس دن اولاد ساتھ چھوڑ دے گی۔

جس دن دوست بے وفائی کریں گے۔

جس دن اپنی جان بھی پرائی ہو جائے گی۔

اپنے جسم کے حصے بھی پرائے ہو جائیں گے۔

یہاں تک کہ یہ ہاتھ ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔

یہ پیر ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔

یہ آنکھیں ہمارے خلاف گواہی دیں گی۔

یہ کان ہمارے خلاف گواہی دیں گے۔

مجرم جب یہ حال دیکھے گا کہ یہاں تو اپنے بھی پرائے اور بے گانہ ہو گئے، تو اس وقت اس کی آخری تمنا اور آرزو یہ ہوگی، جس کا منظر قرآن نے یوں کھینچا ہے ''يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ''

اے اللہ میری اولاد کو اور بیوی بچوں کو دوزخ میں ڈال دے لیکن مجھے بچالے۔

اے اللہ اگر تجھے یہ بھی قبول نہیں تو میرے بھائیوں اور خاندان والوں کو جہنم میں ڈال دے لیکن مجھے بچالے۔

اے اللہ اگر تجھے یہ بھی قبول نہیں تو سارے انسانوں کو جہنم میں ڈال دے لیکن مجھے بچالے۔

تو اللہ رب العزت فرمائیں گے "کَلَّا" ایسا ہرگز نہیں ہوگا "لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ" آج تو انصاف کا دن ہے آج کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا "وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ" آج تیرا عمل تیری گردن پر اس کا عمل اس کی گردن پر۔

پھر اللہ رب العزت حکم فرمائیں گے: اے فرشتو!! اسے لے جاؤ اٹھا کر جہنم میں پھینک دو، پھر جہنمی جہنم کے عذاب سے پریشان ہو کر موت موت چلائے گا، جہنم میں موت کی تمنا کرے گا، مگر قیامت کے دن موت کو بھی موت آچکی ہوگی، جہنم میں تو موت کا تصور بھی نہیں ہوگا۔

میرے دوستو! آج تو ہم دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے عاجز آکر کہہ دیتے ہیں مرجائیں گے، لیکن وہاں تو موت ہی نہیں آئے گی اس لئے کسی شاعر نے کہا ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مرجائیں گے ۔۔۔ مر کر بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

اس لیے میرے دوستو!۔

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور ۔۔۔ جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور ۔۔۔ قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے ۔۔۔ کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- نوجوانی میں بہکا ہوا قدم بڑھاپے میں آدمی کو رلاتا ہے۔

--- اس وقت پر آنسو بہاؤ جو تمہاری زندگی سے بغیر نیکی کے گزر گئے۔

--- زندگی تمہارے پاس ایک انمول امانت ہے؛ اس کی قدر کرو۔

--- انسان خود عظیم نہیں بنتا بلکہ اس کے کردار اس کو عظیم بناتے ہیں۔

--- جس شخص کا دل قسمت کے رحم کا محتاج ہوتا ہے، اس کی زندگی میں کبھی خوشحالی اور کامیابی نہیں آتی۔

آخرت سے غفلت کیوں؟

کیا موت کا انتظار ہے؟؟؟

إنّ الحمد لله۔ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له و لا نظير له و لا وزير له و لا مشير له و لا معين له و صل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔ أمّا بعدُ: فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ

وقال النبی ﷺ: حَاسِبُوْا قَبْلَ أَنْ تُحَاسَبُوْا۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

یہ دنیا سرائے دہر و مسافر؛ بخدا یہ کسی کا مکان نہیں
جو مقیم اس میں تھے یہاں؛ آج ان کا نشان نہیں
غرور تھا نمود تھی ہٹو بچو کی صدا تھی
پر آج میں تم سے کیا کہوں کہ لحد کا بھی پتہ نہیں
وہ لوگ جن کے محلوں میں ہزاروں رنگ کے فانوس تھے
جھاڑ ہے ان کی قبر پر نشاں کچھ بھی بچا نہیں

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ۱۴۳۳ھ یا ۲۰۱۲ء کا سال کیا ختم ہوا ہماری زندگی ہماری عمر کا ایک

سال اور کم ہو گیا، وہ تین سو پینسٹھ دن جو گزر گئے، پھر اب وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے اور ہماری زندگی کے وہ تین کروڑ دس لاکھ چار ہزار سکینڈ، جو ایک سال میں گزر گئے اب وہ دوبارہ لوٹ کر نہیں آئیں گے۔

اے نئے سال پر خوشیاں منانے والو!

اے اپنے جنم دن پر؛ اپنے برتھ ڈے پر خوشیاں اور رنگ رلیاں منانے والو!

یہ دن خوشی منانے کا نہیں بلکہ یہ دن ماتم کرنے اور غم منانے کا دن ہے۔

ذرا سوچو تو سہی!!! جیسے جیسے ہمارے دن کم ہوتے جا رہے ہیں ویسے ویسے ہم اپنے کفن؛ اپنے جنازے اور اپنی قبر کے قریب ہوتے جا رہے ہیں۔

اے موت سے غافل انسان!!! کیا تو دیکھتا نہیں کہ روزانہ بچے؛ بوڑھے؛ جوان؛ مرد؛ عورت اچانک بغیر کسی اطلاع کے سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر اس دنیا سے کہاں رخصت ہوتے جا رہے ہیں۔

یہ بڑے سے بڑے بادشاہ۔

یہ ملک کے صدر و زیر اعظم۔

یہ بڑے بڑے ڈاکٹر انجینئر۔

یہ اکڑ پھوں دکھانے والے بڑے بڑے سیاست داں۔

یہ بڑے بڑے مال دار۔

سب کے سب اس دنیا کو چھوڑ کر کہاں غائب ہوتے جا رہے ہیں۔

میرے دوستو! حقیقت تو یہ ہے کہ یہ لوگ وہیں جا رہے ہیں جہاں سے آئے تھے، اور ہمیں بھی وہاں جانا ہے؛ جہاں سے ہم آئیں ہیں۔

میرے دوستو! ہم لوگ اس دنیا میں ایک مختصر سا وقت لے کر آخرت کی تیاری کے لیے آئے ہیں۔

اس مختصر سی زندگی کو ہم کس طرح سے گزار رہے ہیں؟

اس مختصر سی زندگی میں ہم کیا کردار ادا کر رہے ہیں؟

کتنی نیکیاں کما رہے ہیں؟ اور

کتنی عمر غفلت وسستی اور گناہ میں گزار رہے ہیں؟

اس مختصر سی زندگی میں ہم کتنی دنیا کمانے اور کتنی آخرت بنانے میں لگا رہے ہیں؟

آیئے!!! ہم سب مل کر اپنی اس زندگی کا تجزیہ کریں، یعنی اپنی اس مختصر سی زندگی کا الٹرا ساؤنڈ کریں۔

میرے دوستو! عام طور پر اس امت کے لوگوں کی عمریں ساٹھ ستر سال کی ہوتی ہیں، پھر وہ انسان جس کی عمر ستر سال کی ہوتی ہے، وہ ایک اندازہ کے مطابق اپنی زندگی عموماً اس طرح سے گزارتا ہے، کہ عام طور پر مرد پندرہ سال میں بالغ ہوتا ہے، تو اس کی عمر کے ستر سال میں سے پندرہ سال یوں ہی گزر گئے، پھر بچے اب اس کی زندگی کے پچپن سال، پھر اگر مان لیا جائے کہ ایک آدمی چوبیس گھنٹہ میں سات گھنٹہ سوتا ہے، تو سال بھر میں اس کے ساڑھے تین مہینہ سونے میں گزر گئے، تو پچپن سال میں ساڑھے سولہ سال اس نے سونے میں گزار دیا، اب بچے اس کی زندگی کے ساڑھے اڑتیس سال، اب اگر روزانہ آدمی دس گھنٹہ روزی؛ روٹی کمانے میں لگاتا ہے، تو سال بھر میں پانچ مہینہ اس کے کمانے میں گزر گئے، تو پچپن سال میں بائیس سال گیارہ مہینہ اس نے روزی؛ روٹی کمانے میں گزار دیا، اب بچے اس کی زندگی کے کل سولہ سال ایک مہینہ، اب اگر آدمی روزانہ تین وقت کے کھانے میں ایک گھنٹہ خرچ کرتا ہے، تو سال بھر میں پندرہ دن، اور پچپن سال میں دو سال تین مہینہ اس کے کھانے میں گزر گئے، اب اس کی زندگی کے کل چودہ سال؛ نو مہینہ؛ پندرہ دن؛ بچے۔

پھر اگر آدمی روزانہ اپنی زندگی کے دوسرے کام یا سیر وتفریح کھیل کود میں ایک گھنٹہ خرچ کرتا ہے، تو سال بھر میں پندرہ دن اور پچپن سال میں دو سال، تین مہینہ، پندرہ دن، اس کے اس کام میں خرچ ہو گئے، تو کل بچے اس کی زندگی کے بارہ سال؛ نو مہینہ؛ پندرہ دن؛ پھر اگر آدمی روزانہ دو گھنٹے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ لگاتا ہے تو سال بھر میں ایک مہینہ، اور پچپن سال میں چار سال، سات مہینہ اس میں خرچ ہو گئے، پھر اگر وہ روزانہ چھوٹا، بڑا استنجا، نہانے، پہننے میں آدھا گھنٹہ خرچ کرتا ہے، تو سال بھر

میں سات دن، بارہ گھنٹہ، اور پچپن سال میں تیرہ مہینہ، ساڑھے بائیس دن، اس کام میں خرچ ہو گئے اب اس کی زندگی کے کل چھ سال، گیارہ مہینہ ساڑھے سات دن، بچے اور باقی تریسٹھ سال میں ایک مہینہ کی زندگی اس کے کسی نہ کسی کام میں لگ گئے جو بظاہر نیکیوں سے خالی اور بے کار گزر گئے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ہم چھ سال گیارہ مہینہ کی، اس مختصر سی زندگی کو کس طرح قیمتی بنائیں۔ یا پھر ہم اپنی اس پچپن سالہ قیمتی زندگی کو ضائع ہونے سے کیسے بچائیں، تو اس کی دو شکلیں ہو سکتی ہیں یا تو ہم روزانہ تین سوا تین گھنٹہ، اللہ رب العزت کی عبادت میں گزاریں، تا کہ یہ چھ سال ہماری زندگی کے قیمتی بن جائیں۔

یا پھر ہم اپنی دوکان ومکان والی زندگی کو۔

مسجد اور بازار والی زندگی کو۔

تجارت وزراعت والی زندگی کو۔

قیادت وسیادت والی زندگی کو۔

اقتدار وعہدہ والی زندگی کو۔

پیدائش اور موت والی زندگی کو۔

خوشی اور غم والی زندگی کو۔

بیماری اور صحت والی زندگی کو۔

سونے اور جاگنے والی زندگی کو۔

کھانے پینے اور بول وبراز والی زندگی کو۔

اللہ رب العزت کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے مطابق گزارنے والے بن جائیں، تا کہ ہماری زندگی کا ہر ہر سکینڈ، ہر ہر منٹ، عبادت وبندگی میں لکھا جائے۔

میرے دوستو! یہ ساٹھ ستر سالہ زندگی جو ہمیں ملی ہے وہ آخرت کے مقابلہ میں ایک محدود زندگی ہے، جس کو کبھی نہ کبھی، جس کو کسی نہ کسی، دن ختم ہونا ہی ہے، کتابوں میں لکھا ہے اللہ کے نبی جناب محمد

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر پوری دنیا کو رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے، آپ جانتے ہیں رائی کا دانہ کتنا چھوٹا ہوتا ہے، اور یہ بھی معلوم ہے کہ اگر کسی کا گھر رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے تو پورے گھر والے مل کر بھی ان رائی کے دانوں کو گن نہیں سکتے، پھر دنیا کتنی بڑی ہے پورا ہندوستان پاکستان لے لیجئے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اگر پوری دنیا کو رائی کے دانوں سے بھر دیا جائے اور ایک رائی رکھنے کی بھی جگہ نہ ہو پھر اللہ رب العزت کسی پرندے کو حکم دیں کہ

اے پرندے،

تو ایک ہزار سال پر ایک دانہ کھا،

روزانہ نہیں،

ہفتہ میں نہیں،

مہینہ میں نہیں،

اور سال میں نہیں،

بلکہ پورے ایک ہزار سال پر ایک دانہ اٹھا۔

میرے دوستو! ایک ہزار سال میں بھی وہ پرندہ اگر ایک دانہ اٹھائے تو خدا کی قسم ایک وقت ایسا آئے گا کہ پوری دنیا کا دانہ ختم ہو جائے گا، مگر پھر بھی آخرت کی زندگی ختم نہیں ہوگی۔

میرے دوستو! اتنی لمبی زندگی ہماری آخرت میں ہوگی، اس زندگی کے لیے ہم کیا تیاری کر رہے ہیں، اس زندگی کو سنوارنے کے لیے ہم کتنی فکریں کر رہے ہیں، ہم خود اپنے دل کی دنیا میں جھانک کر دیکھیں۔

میرے دوستو! دنیا کے لیے اتنی محنت کرو، جتنی دنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو، جتنا آخرت میں رہنا ہے، اس لئے کہ

فقط دو گز کفن کے اور کچھ ملتا نہیں ساگر
کبھی جب تار سانسوں کے ہمارے ٹوٹ جاتے ہیں

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ کا باغ تھا، اور اس باغ کے کئی حصہ تھے، اور ہر ہر حصہ میں پھل لگے ہوئے تھے، چنانچہ بادشاہ نے ایک آدمی کو بھیجا کہ اس باغ سے پھل توڑ کر لاؤ، کوشش کرنا کہ تم اچھے پھل توڑ کر لاؤ تا کہ میں تم سے خوش کر تمہیں انعام دوں، لیکن میری ایک شرط ہے کہ جس حصہ سے ایک دفعہ گزر جاؤ گے، اس میں تمہیں دوبارہ واپس داخل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی، چنانچہ اس آدمی نے ٹوکری ہاتھ میں لی، اور باغ میں داخل ہوا اس نے دیکھا کہ پہلے حصہ میں بہت اچھے اچھے پھل لگے ہوئے ہیں، دل میں آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں دیکھ لیتا ہوں، جب اگلے حصہ میں داخل ہوا تو دیکھا کہ وہاں بہت اچھے پھل لگے ہوئے ہیں، دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں، پھر سوچا کہ اگلے حصہ میں سے جا کر توڑ لوں گا، ہو سکتا ہے، کہ وہاں اور بہتر ہوں، جب وہاں جا کر دیکھا تو اور بہتر پھل لگے ہوئے تھے دل میں خیال آیا کہ یہاں سے پھل توڑ لوں پھر سوچنے لگا، نہیں میں اپنی ٹوکری میں سب سے بہترین پھل لے کر جاؤں گا، جب آخری حصہ میں داخل ہوا تو کیا دیکھتا ہے کہ اس حصے کے درختوں پر پھل نہیں لگے ہوئے ہیں، وہ وہاں کھڑا ہو کر رونے لگا اور افسوس کرتے ہوئے کہنے لگا، کاش کہ اگر مجھے پتہ ہوتا کہ آخری حصہ میں پھل ہی نہیں ہوں گے، تو میں پہلے ہی پچھلے حصوں میں سے پھل توڑ لیتا۔

اے انسان تیری زندگی کی مثال، ایسی ہی ہے تیرا ہر دن، تیرے لیے نیکیوں کا باغ ہے، تو اس میں نیکیوں کے پھل کا توڑ سکتا ہے، یعنی نیکی کر سکتا ہے لیکن انسان روزانہ یہی سوچتا ہے، کہ میں آج نہیں

کل سے نیکی کروں گا،

کل سے نماز شروع کروں گا،

کل سے گناہوں سے بچ کر زندگی گزاروں گا،

اور یہی آج، کل کرتے کرتے، بالآخر انسان موت کے منہ میں چلا جاتا ہے، پھر اسے اتنی مہلت بھی نہیں ملتی کہ اپنے گھر والوں کو وصیت کرلے ''إِذَا جَاءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ'' جب موت آجاتی ہے تو نہ ایک لمحہ آگے، اور نہ ایک لمحہ پیچھے ہوتی ہے، جب انسان کا

موت کا وقت آجاتا ہے، اگر پانی کا پیالہ ہاتھ میں ہوتا ہے، تو اس کو تو اتنی بھی توفیق نہیں ملتی، کہ وہ پیالہ کا پانی پی لے، حتیٰ کہ آدھی سانس اندر ہوتی ہے، اور آدھی باہر اور وہیں اس کی روح کو قبض کر لی جاتی ہے۔

موت کیسے آئے گی سوچا ہی تھا اتنا کہ بس
اک پرندہ جھیل سے مچھلی اٹھا کر لے گیا

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

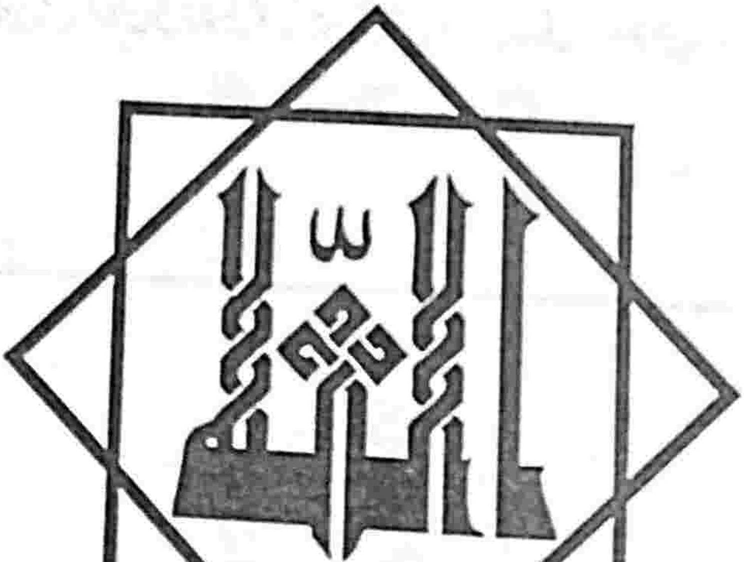

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- زندگی ہوا میں رکھا ہوا ایک چراغ ہے، جو ایک جھونکے میں بجھ جاتا ہے۔

--- زندگی پانی کا بلبلہ ہے، جو ایک پل میں ختم ہو جاتا ہے۔

--- زندگی ایک خدائی تحفہ ہے، جو بہت جلد چھن جانے والا ہے۔

--- زندگی ایک پھول ہے، جو کھلتا ہے اور بہت جلد مرجھا جاتا ہے۔

--- تین چیزیں انسان کی زندگی کو تلخ بنا دیتی ہیں --- بیماری --- غریبی --- دشمنی

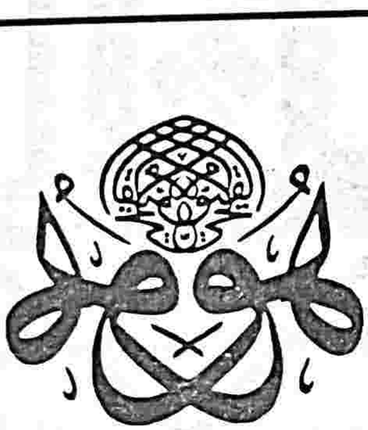

کہیں ایسا تو نہیں!
کہ کل کا دن ہمارا آخری دن ہو؟

إنّ الحمد لله۔ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له و لا نظير له و لا وزير له و لا مشير له و لا معين له و صل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

إِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ وَ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ، وَ يَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ، وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا، وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ، اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ o

وقال النبی ﷺ: اِغتنم خمسا قبل خمسٍ

[۱] شَبَابَكَ قَبْلَ هَرَمِكَ۔ [۲] وَ صِحَّتَكَ قَبْلَ سَقْمِكَ۔ [۳] وَغِنَاكَ قَبْلَ فَقْرِكَ۔ [۴] وَ فَرَاغَكَ قَبْلَ شُغْلِكَ۔ [۵] وَ حَيَاتَكَ قَبْلَ مَوْتِكَ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

بلندیوں پر پہونچنے والے نگاہ میں اپنی قبر بھی رکھنا
تجھے یہ شاید خبر نہیں ہے عروج کیا ہے زوال کیا ہے
حرص و لالچ چھوڑ دے سب کچھ یہیں رہ جائے گا
موت یہ چپکے سے میرے کان میں سمجھا گئی

کر رہی ہے اس جگہ کی خاک میرا انتظار
بس یہیں رک جاؤ یارو میری منزل آگئی

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے، ملک الموت کو خواب میں دیکھا، اور ان سے پوچھا، کہ میری موت کب آئے گی، تو ملک الموت نے پانچ انگلیوں سے اشارہ فرمایا، جب صبح ہوئی، تو بادشاہِ وقت نے، ایک اللہ والے سے، خواب کی تعبیر معلوم کی، تو اس بزرگ نے فرمایا، ملک الموت نے جو پانچ انگلیوں سے اشارہ فرمایا ہے، اس کا مطلب یہ ہے کہ پانچ چیزوں کا علم کسی کے پاس نہیں۔

(۱) قیامت کس سال اور کس سن میں آئے گی؛ کسی کو نہیں معلوم۔

(۲) بارش کے کتنے قطرے زمین پر گریں گے؛ کسی کو نہیں معلوم۔

(۳) ماں کے پیٹ میں جو بچہ ہے وہ دنیا میں آنے کے بعد؛ کیسا ہوگا۔

نیک ہوگا یا برا ہوگا۔

امیر ہوگا یا غریب ہوگا۔

کفر کی حالت میں مرے گا یا ایمان کی حالت میں۔

جنتی ہوگا یا جہنمی کسی کو نہیں معلوم۔

(۴) کل انسان کے ساتھ کیا ہوگا؛ کسی کو نہیں معلوم

کل وہ اسپتال میں ہوگا یا گھر میں۔

کل کا دن اس کے لیے خوشی کا ہوگا یا غمی کا۔

کل کا دن اس کے لیے عزت کا ہوگا یا ذلت کا۔

کل کا دن اس کے لیے ترقی کا ہوگا یا تنزلی کا۔

کل وہ زمین کے اوپر ہوگا یا زمین کے نیچے۔

کل وہ زندہ رہے گا یا وہ نومن مٹی کے نیچے موت کی نیند سوئے گا۔

کسی کو نہیں معلوم۔

(۵) انسان کی موت کس سرزمین پر آئے گی؛ کسی کو نہیں معلوم۔

حدیث شریف میں آتا ہے کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

انسان کی موت، جس حال میں لکھی ہے، جس سبب سے لکھی ہے،

انسان کی موت، جس زمین پر، جس جہاں لکھی ہے،

انسان خود بخود، وہیں پہونچ جاتا ہے، جہاں اس کو مرنا ہے

اس کو ایک مثال سے سمجھیے: ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ملک الموت، آدمی کی شکل میں ملاقات کے لیے آئے، اس وقت حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس ان کا وزیر بھی بیٹھا ہوا تھا، ملک الموت نے اس وزیر کی طرف کئی مرتبہ گھور کر دیکھا، جب ملک الموت چلے گئے، تو اس وزیر نے حضرت سلیمان علیہ السلام سے پوچھا یہ کون شخص تھا جو ہمیں گھور کر دیکھ رہا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا یہ ملک الموت تھے، تو اس وزیر نے کہا حضرت مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، آپ ہوا کو حکم دیجیے کہ مجھے فلاں جزیرے میں پہونچادے، حضرت سلیمان علیہ السلام نے حکم دیا، وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہوکر، کئی ہزار کلومیٹر دور چند منٹ میں جا پہنچا، جیسے ہی وہ اس جزیرے میں پہونچا، فوراً ملک الموت نے اس کی روح قبض کر لی، پھر کئی دن بعد، جب دوبارہ ملک الموت آئے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے عرض کیا کہ، فلاں دن اس وزیر کو بار، بار، آپ اتنا گھور کر کیوں دیکھ رہے تھے، تو ملک الموت نے کہا، اس کی وجہ یہ ہے، کہ میں حیران تھا کہ اس کی عمر پوری ہو چکی ہے، اور اس کی روح ابھی تھوڑی ہی دیر بعد، مجھے فلاں جزیرہ میں قبض کرنی ہے اور وہ یہ یہاں کیوں بیٹھا ہے۔

تو میں عرض کر رہا تھا کہ کسی کو معلوم نہیں اس کی موت کہاں آئے گی۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ، ایک کشتی، سواریوں سے بھری رات کے اندھیرے میں، دریا میں بہتی ہوئی جا رہی تھی، کہ اچانک اس دریا میں طوفان آگیا، جس سے وہ کشتی پاش پاش، ٹکڑے ٹکڑے ہوگئی، اس کے تمام مسافر اس دریا میں ڈوب کر مر گئے، صرف ایک حاملہ عورت ایک تختے کے

سہارے بہتی ہوئی جارہی تھی، جس کی مدتِ حمل بھی پوری ہوچکی تھی، اس خطرناک جگہ پر اس عورت کے پیٹ سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے، اِدھر بچہ پیدا ہوتا ہے، اُدھر اللہ رب العزت کی طرف سے ملک الموت کو حکم ہوتا ہے، کہ جاؤ، اُس عورت کی جان نکالو، ملک الموت جیسے ہی اس عورت کی روح قبض کرتے ہیں وہ عورت لڑھک کر پٹرے سے سمندر میں گر جاتی ہے، ملک الموت اس بچہ کو دیکھ کر، رونے لگتے ہیں، کہ ہائے، اب اس ننھے سے بچے کی حفاظت کون کرے گا، اس کی پرورش اور دیکھ بھال کون کرے گا۔

مگر میرے دوستو! اللہ رب العزت اپنے بندوں کی، اپنے مخلوق کی، اس طرح حفاظت کرتے ہیں اور اس کی اس طرح پرورش کرتے ہیں، کہ جس کو انسان سوچ بھی نہیں سکتا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے ایک مرتبہ ایک ڈاکوؤں کا سردار، اپنے ساتھیوں کو ڈاکہ زنی کے لیے بھیج کر، خود ایک درخت کے نیچے آرام کررہا تھا، کہ اچانک اس کی نظر ایک چڑیا پر پڑی، جو اپنے منھ میں کیڑا لے کر آتی، اور اس درخت کے کھوہ میں جاتی، پھر نکل کر واپس جاتی، کیڑا پکڑ لاتی، اور اس کو کھوہ میں داخل ہوجاتی، جب اس ڈاکو نے اس چڑیا کے بار بار، آنے جانے کو دیکھا، تو سوچا چلو، پیڑ پر چڑھ کر دیکھتے ہیں، کہ اس کھوہ میں کیا ہے؟ جب وہ پیڑ پر چڑھا، تو دیکھ کر حیران رہ گیا، کہ اس کھوہ میں ایک اندھا سانپ اپنا منھ کھولے بیٹھا ہے، اور چڑیا آتی ہے اور اس کے منھ میں اس کی خوراک ڈال کر چلی جاتی ہے، جب اس ڈاکو نے یہ منظر دیکھا تو سوچنے لگا اللہ رب العزت جب اس اندھے سانپ کو، اس چڑیا کے ذریعہ، روزی پہونچا سکتے ہیں، تو ہم جیسے صحیح وسالم اور تندرست آدمی کو کیا وہ بھوکا رکھے گا؟ چنانچہ فوراً اس نے اسی وقت لوٹ، مار، چوری، ڈکیتی سے توبہ کرلی۔

میرے دوستو! ذرا اندازہ کرو کہ اللہ رب العزت اپنی مخلوق کی کس طرح پرورش کرتے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے دیکھا کہ ایک مینڈک دریا کے کنارے منھ کھولے بیٹھا ہے، اور ایک چیونٹی دانہ لے کر آتی ہے، اور اس کے منھ میں داخل ہوجاتی ہے، پھر وہ مینڈک اس کو کہیں لے کر جاتا ہے، اور کچھ دیر کے بعد وہ دریا کے کنارے آکر اپنا منھ کھول دیتا ہے،

اور وہ چیونٹی اس کے منھ سے نکل کر کہیں چلی جاتی ہے، اور پھر دانہ لے کر آتی ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مینڈک سے پوچھا، یہ کیا ماجرا ہے، تو مینڈک نے بتایا کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام اس دریا کے اندر ایک جزیرہ نما جگہ ہے، جہاں کچھ اندھے سمندری کیڑے، ایک پتھر کی اوٹ میں جمع ہیں، اگر وہ اپنی روزی تلاش کرنے کے لیے وہاں سے نکلیں گے، تو دوسرے بڑے کیڑے ان کو اپنا لقمہ بنالیں گے، اس لیے اللہ رب العزت نے ہم دونوں کو ان تک ان کی روزی پہونچانے کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

میرے دوستو! قربان جایئے اپنے رب کے اس نظام پر کہ وہ اپنی مخلوق کو کس طرح روزی پہنچاتے ہیں اور ان کی کس طرح سے حفاظت کرتے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے عبادت میں مشغول تھے، کہ اچانک ان کی نظر ایک بڑے بچھو پر پڑی کہ وہ بچھو دوڑتا ہوا، دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مینڈک فوراً دریا سے نکل کر، اس کو اپنے اوپر سوار کر کے دریا کے کنارے پر جا کر چھوڑ دیتا ہے، یہ عجیب ماجرا دیکھ کر، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی کشتی پر سوار ہو کر اس کنارے پر گئے، جا کر دیکھتے ہیں، کہ وہ بچھو ایک ایسے درخت کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، جہاں ایک سانپ، سوتے مسافر کے سینہ پر بیٹھا ہے، چاہا کہ اسے کاٹ لیں، کہ اتنے میں اس نے جاتے ہی سانپ کو اس زور سے ڈنک مارا کہ وہ مر گیا، اور مسافر بچ گیا، پھر وہ بچھو جلدی سے اسی طرح مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا، جب میں اس کے قریب گیا، تو دیکھا، ایک شرابی نشہ میں دھت پڑا ہے، مجھ کو بہت تعجب ہوا کہ یا اللہ، یہ کیا ماجرہ ہے، تو غیب سے آواز آئی ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ حیران کیوں ہو، یہ بھی ہمارا بندہ ہے، اگر میں صرف نیک لوگوں کی حفاظت کروں گا، تو بروں کی حفاظت کون کرے گا، تو معلوم ہوا اللہ رب العزت اپنی مخلوق کی اس طرح سے حفاظت اور پرورش کرتا ہے، جس کو آدمی سوچ بھی نہیں سکتا تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ، وہ بچہ تختہ کے ساتھ بہتا ہوا جا رہا ہے، صبح سویرے وہ کپڑا دھوتے ہوئے ایک دھوبی اور دھوبن کے پاس پہونچ گیا، جس کو دیکھ کر وہ دونوں بہت خوش ہو جاتے ہیں، اور وہ، اس بچہ کو بڑی چاہت کے ساتھ اٹھا لیتے ہیں، اس لیے کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، وہ دونوں اس بچہ کو بڑی محبت

اور وہ چیونٹی اس کے منھ سے نکل کر کہیں چلی جاتی ہے، اور پھر دانہ لے کر آتی ہے، تو حضرت سلیمان علیہ السلام نے اس مینڈک سے پوچھا، یہ کیا ماجرا ہے، تو مینڈک نے بتایا کہ اے اللہ کے نبی علیہ السلام اس دریا کے اندر ایک جزیرہ نما جگہ ہے، جہاں کچھ اندھے سمندری کیڑے، ایک پتھر کی اوٹ میں جمع ہیں، اگر وہ اپنی روزی تلاش کرنے کے لیے وہاں سے نکلیں گے، تو دوسرے بڑے کیڑے ان کو اپنا لقمہ بنالیں گے، اس لیے اللہ رب العزت نے ہم دونوں کو ان تک ان کی روزی پہونچانے کے لیے مقرر کر رکھا ہے۔

میرے دوستو! قربان جایئے اپنے رب کے اس نظام پر کہ وہ اپنی مخلوق کو کس طرح روزی پہنچاتے ہیں اور ان کی کس طرح سے حفاظت کرتے ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ دریا کے کنارے عبادت میں مشغول تھے، کہ اچانک ان کی نظر ایک بڑے بچھو پر پڑی کہ وہ بچھو دوڑتا ہوا، دریا کے کنارے پر آیا اور ایک مینڈک فوراً دریا سے نکل کر، اس کو اپنے اوپر سوار کر کے دریا کے کنارے پر جا کر چھوڑ دیتا ہے، یہ عجیب ماجرا دیکھ کر، حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ بھی کشتی پر سوار ہو کر اس کنارے پر گئے، جا کر دیکھتے ہیں، کہ وہ بچھو ایک ایسے درخت کی طرف تیزی سے بڑھ رہا ہے، جہاں ایک سانپ، سوتے مسافر کے سینہ پر بیٹھا ہے، چاہا کہ اسے کاٹ لیں، کہ اتنے میں اس نے جاتے ہی سانپ کو اس زور سے ڈنک مارا کہ وہ مر گیا، اور مسافر بچ گیا، پھر وہ بچھو جلدی سے اسی طرح مینڈک کی پشت پر سوار ہو کر جہاں سے آیا تھا وہیں چلا گیا، جب میں اس کے قریب گیا، تو دیکھا، ایک شرابی نشہ میں دھت پڑا ہے، مجھ کو بہت تعجب ہوا کہ یا اللہ، یہ کیا ماجرہ ہے، تو غیب سے آواز آئی ذوالنون رحمۃ اللہ علیہ حیران کیوں ہو، یہ بھی ہمارا بندہ ہے، اگر میں صرف نیک لوگوں کی حفاظت کروں گا، تو بروں کی حفاظت کون کرے گا، تو معلوم ہوا اللہ رب العزت اپنی مخلوق کی اس طرح سے حفاظت اور پرورش کرتا ہے، جس کو آدمی سوچ بھی نہیں سکتا تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ، وہ بچہ تختہ کے ساتھ بہتا ہوا جا رہا ہے، صبح سویرے وہ کپڑا دھوتے ہوئے ایک دھوبی اور دھوبن کے پاس پہونچ گیا، جس کو دیکھ کر وہ دونوں بہت خوش ہو جاتے ہیں، اور وہ، اس بچہ کو بڑی چاہت کے ساتھ اٹھا لیتے ہیں، اس لیے کہ ان کی کوئی اولاد نہیں تھی، وہ دونوں اس بچہ کو بڑی محبت

سے پرورش کرتے ہیں، یہاں تک کہ وہ بڑا ہوکر اس قابل ہوجاتا ہے، کہ گھاٹ پر، اپنے باپ کے لیے کھانا لانے، لے جانے لگتا ہے، ایک مرتبہ وہ اپنے باپ کے لیے گھر سے کھانا لے کر نکلتا ہے، کہ راستے میں اس کو ایک پڑیا گری ہوئی نظر آتی ہے، وہ اس کو اٹھانے کا ارادہ کرتا ہی ہے، کہ اچانک ایک گھوڑ سوار اس کے قریب آتا ہے، اور اپنے گھوڑے سے اتر کر اس کو اٹھالیتا ہے، اور کھولتا ہے، تو کیا دیکھتا ہے، کہ اس میں ایک نہایت عمدہ قسم کا سرمہ ہے، چنانچہ وہ اس کو آزمانے کے لیے اس لڑکے کی آنکھ میں لگادیتا ہے، وہ لڑکا اپنی آنکھ بند کر کے شور مچانے لگتا ہے، کہ ہائے، اس نے میری آنکھ پھوڑ دی، یہ شور سن کر، وہ گھوڑ سوار تو بھاگ کھڑا ہوتا ہے، مگر جب وہ بچہ اپنی آنکھیں کھولتا ہے، تو اس کو زمین کے سارے خزانے اور دفینہ نظر آتے لگتے ہیں، وہ اپنے باپ کے پاس آکر کہتا ہے، کہ اتنا خزانہ، یہاں سے نکالو، اتنا خزانہ، وہاں سے نکالو، غرض ایک وقت ایسا آتا ہے، کہ وہ لڑکا، پوری دنیا کا سب سے بڑا مالدار اور دنیا کا سب سے بڑا بادشاہ بن کر ابھرتا ہے، جس کو بعد میں بادشاہ شدّاد کے نام سے پوری دنیا جانتی ہے۔

میرے دوستو! چاہیے تو یہ تھا کہ ہر وقت اس کا دل خدا تعالیٰ کے شکر سے، اور اس کی زبان ہمیشہ خدا تعالیٰ کے ذکر سے تر رہتی، مگر افسوس، شداد اپنی دولت، اپنی حکومت کے نشہ میں آکر، خدا تعالیٰ کی نافرمانی اور ناشکری کرنے لگتا ہے، جب کہ اس کو خدا تعالیٰ کا شکر اس طرح ادا کرنا چاہیے تھا۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ بادشاہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کا ایک خاص خادم تھا جس کا نام ایاز تھا، ایک مرتبہ سلطان محمود غزنوی رحمۃ اللہ علیہ کے وزیروں نے بادشاہ سلامت سے یہ شکایت کی، کہ بادشاہ سلامت، ایاز کی ایک الماری ہے، یہ اس الماری کو تالا لگا کر رکھتا ہے، وہ روزانہ اس الماری کو کھول کر دیکھتا ہے، اور کسی دوسرے کو دیکھنے نہیں دیتا، ہمارا خیال ہے، کہ اس نے آپ کے خزانے کی قیمتی ہیرے، موتی، اس کے اندر چھپا کر رکھے ہیں، آپ ذرا اس کی تلاشی لیجیے، جب بادشاہ کو یہ شکایت ملی، تو بادشاہ سلامت نے اسی وقت ایاز کو بلایا، اور کہا، ایاز، کیا تمہاری کوئی الماری ہے، اس نے کہا جی ہاں، پوچھا، کیا اسے تالا لگا کر رکھتے ہو، اس نے کہا جی ہاں، پوچھا کسی اور کو دیکھنے دیتے ہو، عرض کیا، جی

نہیں، پوچھا کیا تم خود اسے روزانہ دیکھتے ہو، عرض کیا جی ہاں، پھر بادشاہ نے کہا کہ چابی لاؤ، ایاز نے چابی دے دی، بادشاہ نے کسی بندے کو بھیجا، کہ جاؤ، اور اس الماری میں جو کچھ بھی موجود ہو وہ سب کچھ لاکر، یہاں سب کے سامنے پیش کرو، حاسدین بڑے خوش ہوئے، کہ دیکھو اب اس کی حقیقت کھل جائے گی، جب اس کی چوری کا سامان سامنے آئے گا، تو بادشاہ، ابھی اس کو، یہاں سے دھکے دے کر نکال دے گا، اللہ کی شان کہ جب وہ واپس آیا، تو اس نے آکر بادشاہ کے سامنے تین چیزیں رکھ دیں، ایک پرانا جوتا، ایک پرانا تہبند، اور ایک پرانا کرتا، بادشاہ نے پوچھا اُس میں کچھ اور نہ تھا، اس نے کہا جی نہیں، پھر بادشاہ نے ایاز کی طرف متوجہ ہوکر پوچھا، ایاز! کیا اُس میں کچھ اور نہیں ہے، اس نے کہا جی نہیں، یہی سب کچھ تھا، بادشاہ نے کہا، ایاز! اس مین کوئی قیمتی چیز تو یہ نہیں، جسے تم تالے میں بند کر کے رکھو، اور کسی دوسرے کو دیکھنے بھی نہ دو، اور کوئی ایسی چیز بھی نہیں کہ جسے تم روزانہ آکر چیک کرو، تو اس نے کہا بادشاہ سلامت، بات یہ ہے کہ میرے نزدیک یہ چیزیں بہت قیمتی ہیں، بادشاہ نے پوچھا وہ کیسے، اس نے کہا بادشاہ سلامت وہ اس لیے کہ جب میں آپ کے دربار میں پہلی مرتبہ آیا تھا

تو یہ جوتے پہنے ہوئے تھا،

یہ تہبند باندھے ہوا تھا،

اور یہ کرتا پہنا ہوا تھا،

میں نے ان تینوں چیزوں کو اسی وقت محفوظ کرلیا تھا، اب میں روزانہ الماری کھول کر دیکھتا ہوں، اور اپنے نفس کو سمجھاتا ہوں، کہ ایاز! تیری اوقات یہی تھی، تم اپنے اوقات کو نہ بھولنا، اب تمہیں جو کچھ ملا ہے، یہ سب تمہارے بادشاہ کا، تم پر احسان ہے، لہٰذا تم اپنے بادشاہ کے احسان سنبھالے رکھنا، بادشاہ سلامت، اس طرح مجھے اپنی اوقات یاد رہتی ہے، کہ میں کیا تھا، اور مجھے بادشاہ کے قرب نے کیا کیا عزتیں بخشیں، میرے دوستو! کاش کہ ہماری بھی یہی کیفیت ہوجاتی، کہ ہم اللہ رب العزت کی نعمتوں کا استحضار رکھتے، اور اپنی اوقات کو یاد رکھتے، لیکن افسوس کہ آج ہمیں تو ذرا سا کچھ مال یا عہدہ مل جاتا ہے، تو سب سے پہلے اپنی اوقات کو بھولنے لگتے ہیں، اپنے کو سب سے بڑا اور اچھا، اور دوسروں کو حقیر،

اور گھٹیا، سمجھنے لگتے ہیں، اور یہ بات یاد رکھیے جس دولت کو پانے کے بعد، آدمی اکڑ پھوں دکھانے لگتا ہے، تکبر اور گھمنڈ کرنے لگتا ہے، اور جس دولت کے ذریعہ خدا تعالیٰ کی نافرمانی کی جاتی ہے وہ دولت زیادہ دن باقی نہیں رہتی ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے کہ سب سے اچھا وہ مالدار ہے، جس کا سر، ہمیشہ خدا کے حکم اور شکر کے آگے جھکا رہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب شداد دولت، طاقت، اور حکومت کے نشہ میں آ کر خدائی دعویٰ کر بیٹھا، تو اس زمانہ کے بڑے بڑے عالموں اور نیک لوگوں نے اس کو آخرت کی فکر، خدا تعالیٰ کا خوف، اور اس کی عبادت کی طرف توجہ دلائی، تو اس نے کہا کہ عبادت سے مجھے کیا ملے گا، تو لوگوں نے کہا جنت، تو اس نے پوچھا اس میں کیا کیا خوبیاں اور اچھائیاں ہیں، تو لوگوں نے اس کی خوبیاں بھی اس کے سامنے بیان کیں، تو اس نے کہا مجھے ایسی جنت کی ضرورت نہیں، جس کی طرح میں خود بنوا سکتا ہوں، چنانچہ اس نے اسی وقت اپنی حکومت کے سو تجربہ کار آدمیوں اور افسروں کو بلایا، اور کہا، یہ خزانہ کی چابیاں لو، اور جاؤ، میرے لیے ایک عالیشان جنت بناؤ، چنانچہ بارہ سال کی مدت میں ایک سو بیس کلو میٹر لمبائی، اور ایک سو بیس کلومیٹر چوڑائی کے اندر، اس کے لیے ایک ایسا عالیشان شہر تیار کیا گیا، کہ جس میں ایک ہزار ایسے محل تھے، جن کی خوبصورتی، جن کی دلکشی، اور زیبائش کے لیے پوری دنیا کے خزانہ خالی کر دیئے گئے تھے، جس کی خوبصورتی اور خوشنمائی پر اللہ رب العزت نے قرآن کریم میں فرمایا ”لم یخلق مثلها فی البلاد“ ایسا خوبصورت شہر نہ آج تک بنا ہے اور نہ قیامت تک بنے گا، جس کا نام اس نے فردوسِ ارم رکھا تھا، جب وہ جنت بن کر تیار ہوئی، تو شداد نے پورے ملک میں یہ اعلان کروایا کہ فلاں دن، فلاں تاریخ میں، میری سلطنت کا ہر چھوٹا، بڑا، میرے ساتھ جنت کی سیر کرنے کے لیے نکلے، چنانچہ

رنگ ونشاط بن کے بزم میں دو عالم یہ چھا گیا
جس دن کا انتظار تھا وہ دن بھی آ گیا

اس دن وہ ایک سب سے قیمتی گھوڑے پر سوار ہو کر، اپنی فوج اور رعایا کے ساتھ، خوشی کے شادیانے

بجاتے ہوئے، دریا کی موجوں کی طرح، خراماں خراماں، اپنی بنوائی ہوئی جنت میں داخل ہونے کے لیے آگے بڑھ رہا ہے، اور ساتھ ہی مارے غرور اور گھمنڈ میں یہ اعلان کرتے ہوئے کہہ رہا ہے کہ

کہاں گئے وہ لوگ، جو مجھ جیسے صاحبِ عزت وطاقت کو دوسروں کے آگے ذلیل کرنا چاہتے تھے،

کہاں گئے وہ لوگ، جو مجھ جیسے حکومت وسلطنت والے کو دوسروں کے آگے جھکانا چاہتے تھے،

ایسے لوگ آئیں، اور ہماری خدائی وشانِ بے نیازی کو دیکھیں، وہ مارے خوشی کے جھوم رہا تھا، وہ اسی خوشی کے عالم میں مست تھا، کہ اچانک ایک خستہ حال، بوڑھا فقیر، اس کی للکار کو سن کر آگے کو بڑھتا ہے، اُدھر شداد اپنی جنت کی دہلیز پر پہونچ چکا ہوتا ہے، ادھر وہ بوڑھا بھی جا کر اس کے سامنے آگے کھڑا ہو جاتا ہے، شداد نے تعجب سے پوچھا

او بے ادب، تیرے اندر اتنی ہمت کیسے ہوئی،

کہ میرے سامنے کھڑا ہو سکے،

تیرے اندر اتنی جرأت کیسے ہوئی،

کہ مجھ سے پہلے میری جنت میں داخل ہو سکے، تو اس بوڑھے نے کہا:

میں وہ شخص ہوں جس کا نام سن کر، ہر جاندار کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں،

میں وہ شخص ہوں کہ جس کا نام سن کر، ہر جاندار کے بدن میں کپکپی طاری ہو جاتی ہے

میں وہ شخص ہوں جس کا نام سن کر، ہر انسان کی زبان لڑکھڑا جاتی ہے،

میں وہ شخص ہوں جس نے آج تک نہ جانے کتنے لوگوں کی تمناؤں اور آرزوؤں کا خون کیا ہے،

اور آج تیری تمناؤں کا خون کروں گا،

اے شداد سن لے،

میں ملک الموت ہوں

ملک الموت کا نام سنتے ہی شداد کے بدن میں کپکپی طاری ہو گئی، اور وہ وہی گھٹنوں کے بل زمین پر گر گیا، ادھر وہ گرتا ہے، اور اُدھر آسمان سے ایک کڑک دار آواز پیدا ہوتی ہے، جس کی خوف سے جنت

کی سیر کرنے والی تمام مخلوق، ہمیشہ کے لیے، وہیں موت کی نیند سو جاتی ہے۔

اس لیے میرے دوستو! دولت کے آنے کے بعد خدا تعالیٰ کو، اور دنیا میں آنے کے بعد موت کو کبھی نہیں بھولنا چاہیے، اس لیے کہ موت کب کس حال میں آجائے کچھ پتہ نہیں۔

ایک آدمی اپنی شادی کی تیاری کر رہا ہوتا ہے، اور موت اس کے سر پر کھڑی مسکرا رہی ہے،

ایک آدمی بازار میں قیمتی سے قیمتی لباس خرید رہا ہوتا ہے، مگر اس کے کفن کا کپڑا ابھی بازار میں آچکا ہوتا ہے،

ایک آدمی نیا مکان بنانے کے لیے بنیادیں کھدوا رہا ہوتا ہے، مگر اس کی قبر کھودنے کا بھی وقت آچکا ہوتا ہے،

ایک آدمی رات میں بستر پر لیٹا کل کی پلاننگ کی تیاریاں کر رہا ہوتا ہے، مگر جب وہ سونے کے لیے اپنی آنکھیں بند کرتا ہے، تو ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سو چکا ہوتا ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب شب برأت کی رات آتی ہے تو اس رات میں اللہ رب العزت ملک الموت کو اس سال مرنے والوں کی لسٹ دیدیتے ہیں، کہ اس سال کون مرے گا۔

میرے دوستو! ہوسکتا ہے اِس سال

اِس مہینہ

اِس ہفتہ

مرنے والوں کی لسٹ میں ہمارا نام بھی لکھا جا چکا ہو۔

ہوسکتا ہے آج کا دن پھر ہماری زندگی میں کبھی نہ آئے۔

ہوسکتا ہے آج کی رات جب ہم سونے کے لیے لیٹیں تو ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سو جائیں۔

اس لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ روزانہ جب صبح کے وقت سورج نکلتا ہے، تو اعلان کرتا ہے، اے اللہ کے بندو، جو نیک کام کرنا ہو، کرلو، آج کا دن تمہاری زندگی میں پھر کبھی لوٹ کر

نہیں آئے گا۔

میرے دوستو! جب آج کا دن ہماری زندگی میں پھر کبھی لوٹ کر نہیں آئے گا، اور ہم مرنے کے بعد، اس دنیا میں ہم کبھی لوٹ کر نہیں آئیں گے، اور نہ ہی پھر کبھی ہم کو دوبارہ آخرت کی تیاری کے لیے، اس دنیا میں بھیجا جائے گا، تو ہماری سمجھداری اور عقلمندی اسی میں ہے، کہ ہم، اپنی عمر اور اپنی زندگی کو غنیمت سمجھیں، اور اپنی آخرت کی تیاری میں لگ جائیں۔

اللہ رب العزت ہم سب کو آخرت کی فکر عطا فرمائے۔

غنیمت سمجھ زندگی کی بہار
یہاں نہ آنا ہوگا بار بار

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

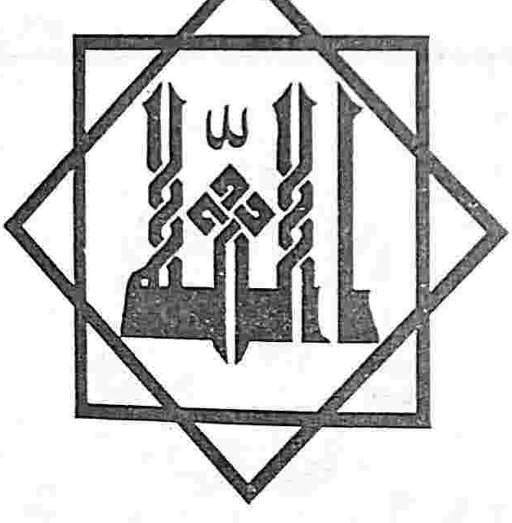

بسم اللہ الرحمن الرحیم

---- کسی بزرگ سے کسی گناہ کا سرزد ہونا، دوسروں کے لیے وہ جائز نہیں ہو جاتا۔

---- کامیابی انہیں کو ملتی ہے، جو کامیابی پر یقین رکھتے ہیں۔

---- بڑا آدمی بننے کے لیے پہلے چھوٹا بنو، کیونکہ بڑی بڑی عمارتیں چھوٹی چھوٹی اینٹوں ہی سے بنتی ہیں۔

---- ہر شخص کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو، مگر اللہ کے معاملہ میں کسی سے نہ ڈرو۔

---- آپ کی زبان سے نکلا ہوا لفظ کسی کے دل پر زخم لگا سکتا ہے، اور کسی کے دل کا مرہم بھی بن سکتا ہے، اب یہ آپ کے ہاتھ میں ہے، کہ آپ کی زبان سے کون سا لفظ نکلے۔

نماز سے غفلت کیوں؟

کیا موت کا انتظار ہے؟؟؟

إنّ الحمد لله۔ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له ولا نظير له ولا وزير له ولا مشير له ولا معين له وصل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔ أمّا بعد: فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

يَا أَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ إِنَّ اللهَ مَعَ الصَّابِرِيْنَ ٥

وقال النبی ﷺ: الصلوة مفتاح الجنة ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

أَمَّا بَعْدُ: فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت نے پوری کائنات کو انسانوں کی خدمت کے لیے پیدا فرمایا ہے، اور انسانوں کو اپنی بندگی و عبادت کے لیے پیدا فرمایا ہے۔ چنانچہ شاعر کہتا ہے ؎

کھتیاں سر سبز ہیں تیری غذا کے واسطے
چاند سورج اور ستارے ہیں ضیا کے واسطے
بحر و بر شمس و قمر ہیں شما کے واسطے
یہ جہاں تیرے لیے ہے اور تو خدا کے واسطے

تو معلوم یہ ہوا یہ کائنات انسان کے لیے، اور انسان خالق کائنات کی عبادت کے لیے پیدا کیا گیا ہے، اور عبادتوں میں سب سے اہم عبادت نماز ہے۔

تو اس سے یہ نتیجہ نکلا کہ اللہ رب العزت نے انسان کو اس دنیا میں نماز پڑھنے ہی کے لیے پیدا فرمایا ہے۔

میرے دوستو! نماز خدا تعالیٰ کی خدائی میں وہ عظیم اور قیمتی تحفہ ہے جس کو اللہ رب العزت نے اپنے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلہ سے ہمیں عرش پہ عطا فرمایا ہے۔

نماز کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ اللہ رب العزت نے

کلمہ کو فرش پر نازل فرمایا

قرآن کو فرش پر نازل فرمایا

روزہ کو فرش پر نازل فرمایا

زکوٰۃ کو فرش پر نازل فرمایا

حج کو فرش پر نازل فرمایا

مگر جب نماز کی باری آئی تو اللہ رب العزت نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے پاس عرش پر بلا کر تحفہ میں عطا فرمایا، تا کہ رہتی دنیا تک کے انسانوں کو اس کی اہمیت اور عظمت کا اندازہ ہو جائے۔

میرے دوستو! نماز ہے کیا چیز؟

نماز کو اللہ رب العزت نے عرش پر بلا کر کیوں عطا فرمایا؟

اور قرآن کریم میں ایک دو بار نہیں بلکہ آٹھ سو ایک مرتبہ اللہ رب العزت نے کیوں تاکید فرمائی ہے؟

اور نماز کے معنیٰ کیا ہیں؟

اور نماز سے کیا فائدہ؟

ان تمام باتوں کو تفصیل سے بیان کرنے کے لیے آپ حضرات کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔

میرے دوستو! سب سے پہلے ہم نماز کے معانی اور اس کے الفاظ پر غور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

میرے دوستو! نماز، یہ سنسکرت کا لفظ ہے، سنسکرت میں نم کے معنیٰ آتے ہیں، پرارتھنا اور پوجا کرنا، اور از کے معنیٰ آتے ہیں ایشور، تو نماز کے پورے معنیٰ ہوئے، ایشور کی پرارتھنا اور پوجا کرنا، اور چونکہ اردو زبان تمام زبانوں کا مجموعہ ہے اس لیے اردو زبان میں عبادت کی نیت سے اللہ رب العزت کے آگے سر جھکانے اور اس کے سامنے سجدہ ریز ہوجانے کو نماز کہتے ہیں۔

لیکن عربی زبان میں نماز کو صلوٰۃ کہتے ہیں۔

صلوٰۃ کے کئی معنیٰ آتے ہیں۔

(۱) تعظیم کرنا

(۲) دعا کرنا

(۳) درود پڑھنا

(۴) آگ جلانا

نماز میں تعظیم کے معنیٰ اس طرح پائے جاتے ہیں کہ عام طور پر کوئی آدمی کسی کی تعظیم اور احترام کرتا ہے تو، یا تو اس کے سامنے کھڑا ہوجاتا ہے،

یا اس کے سامنے جھک جاتا ہے،

یا اس کے قدموں پر اپنا سر رکھ دیتا ہے،

بالکل اسی طرح سے جب انسان اللہ رب العزت کی عبادت کے لیے تیار ہوتا ہے،

تو دل سے اس کی تعظیم کرتے ہوئے، کبھی اس کے سامنے کھڑا ہوجاتا ہے،

کبھی اس کے سامنے جھک جاتا ہے،

کبھی اس کے قدموں پر انسان، اپنا سر رکھ دیتا ہے،

نماز میں جلانے کے معنیٰ اسی طرح پائے جاتے ہیں۔

جو شخص سنت کے مطابق وضو کر کے تمام گناہوں سے توبہ کی نیت سے نماز پڑھتا ہے تو اللہ رب العزت اس کے تمام گناہوں کو ایسے جلا دیتے ہیں جیسے آگ لکڑی کو جلا دیتی ہے۔

نماز میں دعا کے معنیٰ اس طرح پائے جاتے ہیں، کہ ہر نماز کی ہر رکعت میں انسان اپنی ہدایت کے لیے دعائیں، اور سلام سے پہلے اور بعد میں، اپنے اور تمام مسلمانوں کے لیے دعائیں مانگتا ہے۔

نماز میں درود وسلام کے معنیٰ اس طرح سے پائے جاتے ہیں، کہ ہر مسلمان کو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے محبت ہے اس لیے ہر نمازی، اپنی ہر نماز میں، درود شریف ضرور پڑھتا ہے، یہاں رک کر، ایک نکتہ سمجھنے کی ضرورت ہے کہ نماز میں جب اللہ رب العزت نے اپنی تعریف، اپنی حمد وثنا کرنے کا حکم دیا، تو کہا کھڑے ہو کر میری تعریف وتوصیف بیان کرو، مگر جب نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام پر درود پڑھنے کا حکم دیا، تو فرمایا بیٹھ کر درود وسلام پڑھو، معلوم ہوا جو لوگ کھڑے ہو کر درود وسلام پڑھتے ہیں، وہ رب العزت کے حکم کے خلاف کرتے ہیں۔

دوسری بات نماز ہے کیا چیز؟ نماز انسانیت کی معراج ہے جس طرح سے اللہ رب العزت نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو معراج میں محبت بھری نگاہوں سے دیکھا تھا، اسی طرح اللہ رب العزت ہر نمازی کو نماز کی حالت میں دیکھتے ہیں، اور جس کو اللہ رب العزت محبت کی نگاہ سے دیکھیں، تو اس پر کوئی مصیبت اور پریشانی نہیں آسکتی؟

کتابوں میں لکھا ہے: جو شخص اللہ رب العزت کی طرف دھیان لگا کر نماز پڑھتا ہے تو رحمت کے فرشتے اس کو چاروطرف سے گھیر لیتے ہیں، اور آسمان سے اس کے اوپر رحمتیں اور برکتیں نازل ہونے لگتی ہیں، اور جس آبادی کے لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں، تو اس پوری آبادی پر، آسمان سے رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہیں، اور جس آبادی پر رحمتیں اور برکتیں نازل ہوتی ہوں، تو اس آبادی پر اللہ رب العزت کا عذاب نہیں آتا اور جو شخص نماز کی پابندی کرتا ہے، تو پریشانی اور مصیبت کے وقت اللہ رب العزت اس کی ایسی مدد کرتے ہیں جیسے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مدد کی۔

چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے: کوفہ کے اندر ایک نیک قلی رہا کرتا تھا، ایک دن وہ اپنی سواری لے کر

کہیں جا رہا تھا، راستہ میں ایک شخص ملا، اس نے پوچھا کہاں کا ارادہ ہے، قلی نے کہا فلاں جگہ، اس نے کہا مجھے بھی اپنے ساتھ لیتے چلو، چانچہ قلی نے اس کو بھی اپنے ساتھ سواری پر سوار کرلیا، تھوڑی دور دونوں آگے چلے، تو ان کو ایک دوراہا ملا، قلی نے پوچھا کدھر سے چلوں، تو اسی سوار نے دوسرے راستہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا اِدھر سے چلو، اِدھر کا راستہ زیادہ قریب اور آسان ہے، تو قلی نے کہا یہ راستہ میرا دیکھا ہوا نہیں ہے، تو سوار نے کہا، میں اس راستہ سے بارہا جا چکا ہوں، چنانچہ قلی اس کی بات مان کر دوسرے راستہ پہ چل پڑا، لیکن تھوڑی دور جانے کے بعد وہ دونوں ایک ایسے خطرناک، وحشت ناک، جنگل کے کنارے پہونچ گئے، جہاں نہ کوئی آدم، اور نہ کوئی آدم زاد، ہر طرف انسانی کھوپڑیاں اور بدبودار لاشیں نظر آرہی تھیں، وہ شخص فوراً سواری سے اچھل کر اپنی کمر سے خنجر نکال کر قلی کے سامنے کھڑا ہو گیا، اور اس کو قتل کرنے کی غرض سے آگے بڑھا، تو قلی سمجھ گیا، یہ تو ڈاکو ہے، اس سے کہا، یہ سواری اور سامان لے لو، مگر مجھے چھوڑ دو، تو اس نے قسم کھا کر کہا، پہلے تو میں تجھے قتل کروں گا، پھر بعد میں سامان لوں گا، تو قلی نے کہا اچھا، مجھے دو رکعت نماز پڑھنے دو، تو اس نے ہنس کر کہا اچھا جلدی سے پڑھ لے، اِدھر قلی نیت باندھ کر کھڑا ہوتا ہے، اُدھر وہ ڈاکو جلدی ختم کرنے کا تقاضہ کرتا ہے، الحمد شریف پڑھنے کے بعد مارے خوف کے اُسے کوئی سورت یاد نہیں آتی ہے، اچانک اُس کی زبان پر بے اختیار یہ آیت جاری ہو جاتی ہے ''أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ إِذَا دَعَاهُ'' (آیت کا مفہوم) کون ہے جو پریشان حال کی پریشانی کو دور کرتا ہے جب وہ اس کو پکارتا ہے۔

وہ قلی یہ آیت بار بار پڑھ رہا تھا، اور ساتھ ہی رو رہا تھا کہ اچانک ایک سوار نمودار ہوتا ہے، اور اس ظالم کا سر قلم کر دیتا ہے، جس جگہ وہ ظالم گرتا ہے وہاں سے آگ کے شعلے اٹھنے لگتے ہیں، وہ قلی یہ منظر دیکھ کر بے اختیار سجدے میں گر کر خدا تعالیٰ کا شکریہ ادا کرتا ہے، اور جلدی سے سلام پھیر کر اس گھوڑ سوار کے پیچھے دوڑنے لگتا ہے، اور پوچھتا ہے کہ خدا کے واسطے ذرا بتاؤ، تم کون ہو؟ کہاں سے آئے ہو؟ تو اس گھوڑ سوار نے کہا میں وہی ''أَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ'' کا غلام ہوں، اب تم محفوظ ہو، جہاں چاہو جاؤ۔

میرے دوستو! معلوم ہوا نماز کے ذریعہ اللہ رب العزت پریشانی کے وقت بندے کی ایسی مدد

کرتے ہیں، جس کو انسان سوچ بھی نہیں سکتا، نماز ایک ایسی بڑی دولت ہے، جو مصیبت اور پریشانی کے وقت آدمی کے لیے نجات کا سبب بنتی ہے۔

دوسری بات نماز کی پابندی کرنے والا

اللہ رب العزت کی حفاظت میں آجاتا ہے،

اللہ رب العزت خود اس کی نگرانی فرماتے ہیں،

اور جس کی نگرانی خود اللہ رب العزت فرمائیں تو اس کو کوئی نقصان نہیں پہونچا سکتا ہے۔

اس کی ایک مثال: تاریخ میں آتا ہے جب مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان بیت المقدس کی بازیابی کے لیے آپس میں زبردست قسم کی جنگ ہو رہی تھی، ایک طرف تو پورے یورپ کی جو عیسائی فوجیں تھیں، وہ متحد ہو کر مسلمانوں پر ٹوٹ پڑی تھیں، ابھی ان سے مسلمانوں کا مقابلہ چل ہی رہا تھا کہ عیسائیوں نے ایک اور بڑا بحری بیڑہ مسلمانوں کے خلاف بھیج دیا، جب صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ پتہ چلا، تو وہ بہت پریشان ہوئے، کہ مسلمانوں کی تعداد بہت کم، اسلحہ ساز وسامان بھی اتنے نہیں کہ ہم کفّار کا مقابلہ کرسکیں، سلطان صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ اس پریشانی کے عالم میں میدان جنگ کے اندر گھوڑے پر سوار ایک جانب سے دوسری جانب ایسے چکر لگا رہا تھا، جیسے کسی اکلوتے بچے کی ماں، اپنے بچے کے گم ہوجانے پر بدحواس اس کی تلاش میں اِدھر اُدھر بھاگتی پھرتی ہے، سلطان کی آنکھوں میں آنسو ہیں، دل ہی دل میں یہ کہہ رہے ہیں، اے اللہ! اب کیا ہوگا، اے اللہ! اب کیا ہوگا، اسی کشمکش میں رات ہوجاتی ہے، سلطان بیت المقدس میں جاتا ہے، پوری رات رکوع، سجدہ، آہ وزاری اور دعاؤں میں گزار دیتا ہے، صبح فجر کی نماز پڑھ کر جب باہر نکلتا ہے، تو ایک بزرگ پر اس کی نظر پڑتی ہے، سلطان ان کے پاس جاتا ہے، اور عرض کرتا ہے، کہ حضرت کفّار کا ایک بہت بڑا بحری بیڑہ مسلمانوں کو شکست دینے کے لیے، ان کا نام ونشان مٹانے کے لیے آرہا ہے، ہمارے پاس ان سے نمٹنے کے لیے نہ فوج ہے، اور نہ اسلحہ، دعا کیجیے، اللہ رب العزت مسلمانوں کو فتح ونصرت عطا فرمائے، تو اس بزرگ نے فرمایا، سلطان صلاح الدین تیری رات کی نمازوں میں جو آنسو اللہ رب العزت کے سامنے گرے ہیں،

ان آنسوؤں کے سمندر میں اللہ رب العزت نے دشمن کے بحری بیڑے کو غرق کر دیا ہے، چنانچہ اگلے دن خبر ملی، کہ واقعی دشمن کا بحری بیڑہ سمندر میں ڈوب چکا ہے، معلوم ہوا، کل تک مسلمان جب نماز پڑھ کر اللہ رب العزت کے سامنے اپنا ہاتھ اٹھا دیتے تھے۔

تو دنیا میں ایک انقلاب برپا ہو جاتا تھا،

اللہ رب العزت ان کے ذریعہ دنیا کا جغرافیہ بدل دیتے تھے،

اور آج ہم، نماز ہی نہیں پڑھتے تو دنیا کے حالات کیسے بدلیں گے۔

میرے دوستو! یہ نماز کسی نہ کسی شکل میں ہر امت پر فرض تھی،

جس امت کے لوگوں نے بھی نماز چھوڑی،

جس قوم نے بھی نماز کو ترک کیا،

وہ قوم اور امت تباہ و برباد ہوگئی۔

قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

”فَخَلَفَ مِنۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ اَضَاعُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوٰتِ فَسَوْفَ يَلْقَوْنَ غَيًّا“

آج پوری دنیا میں ہم مسلمانوں کی تباہی و بربادی کی بنیادی وجہ نماز کا چھوڑنا ہے۔

میرے دوستو! صرف ایک مسواک جیسی سنت چھوڑنے کی بنا پر، حضراتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو جنگ میں فتح حاصل نہیں ہو رہی تھی تو، ہم تو، نماز جیسی اہم ترین فریضہ کو روزانہ پانچ مرتبہ چھوڑ دیتے ہیں، تو پھر ہمیں کافروں کے مقابلہ میں فتح کیسے حاصل ہوگی،

جب تک ہم مسلمان نمازوں میں خدا تعالیٰ کے سامنے جھکتے رہے، پوری دنیا کے کافر ہمارے سامنے جھکتے تھے،

جب تک ہم مسلمان خدا تعالیٰ کے در کو مضبوطی سے پکڑے رہے، پوری دنیا کے کافر ہم سے بھیک مانگتے تھے،

لیکن جب سے ہم نے خدا تعالیٰ کا در چھوڑا،

پوری دنیا میں ہم در در کی ٹھوکریں کھانے لگے،

پوری دنیا میں ہم ذلیل ورسواء ہونے لگے،

میرے دوستو! جب تک جانور، اپنے مالک کے کھونٹے پہ بندھا رہتا ہے، کسی کے اندر اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ اس کو ہاتھ لگائے،

مگر جب وہ جانور، اپنے مالک کے کھونٹے سے رسّی توڑ کر بھاگ لیتا ہے،

تو جہاں جاتا ہے،

جس در پر جاتا ہے،

جس کھیت میں جاتا ہے،

لوگ دوڑا دوڑا کر اس کو مارتے ہیں۔

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے آج ہم نے اپنے رب کے کھونٹے سے اطاعت وفرماں برداری کی رسی توڑلی ہے، جس کی وجہ سے ہم جہاں جارہے ہیں مارے جارہے ہیں، آج بھی اگر ہم اپنے رب کے در پہ سر جھکانا شروع کردیں، ربِ کعبہ کی قسم، پوری دنیا کو اللہ رب العزت ہمارے سامنے جھکادے گا، یاد رکھیے، جو بندہ ایک اللہ کے سامنے جھکنا سیکھ لیتا ہے، وہ در در پہ جھکنے سے، اور در در کے دھکے کھانے سے بچ جاتا ہے۔

اسی لیے شاعر کہتا ہے ؎

وہ ایک سجدہ جسے تو گراں سمجھتا ہے

ہزار سجدوں سے دیتا ہے آدمی کو نجات

کتابوں میں لکھا ہے: کہ جب تک درخت کا پتہ ہرا رہتا ہے اللہ تعالیٰ کی تسبیح بیان کرتا ہے، جب تسبیح پڑھنا بند کردیتا ہے، تو سوکھ کر زمین پر گرجاتا ہے، اسی طرح جب تک پانی بہتا رہتا ہے، اللہ رب العزت کی تسبیح بیان کرتا ہے، جب تسبیح پڑھنا بند کردیتا ہے، تو بہنا بند ہوجاتا ہے، اسی طرح جب تک کپڑا صاف رہتا ہے، اللہ رب العزت کی تسبیح بیان کرتا ہے، جب وہ گندہ ہوجاتا ہے، تو اس کو اتار کر

ایک کنارے بے پھینک دیا جاتا ہے۔

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے

جب تک مسلمان نماز پڑھتے رہے، درخت کے پتے کی طرح بلندی اور اونچائی پہ سرسبز شاداب اور ہرے بھرے رہے، لیکن جب سے مسلمانوں نے نماز پڑھنی بند کردیں، سوکھے پتے کی طرح بلندی سے نیچے گرادیئے گئے،

جب تک مسلمان نماز پڑھتے رہے، بہتے پانی کی طرح آگے بڑھتے رہے، لیکن جب سے مسلمانوں نے نماز پڑھنا چھوڑ دیا، ٹھہرے پانی کی طرح سڑنے لگے، یہی وجہ ہے آج ان کو کوئی منھ کے قریب لے جانے کے لیے تیار نہیں۔

جب تک مسلمان نماز پڑھتے رہے، گناہوں سے بچ کر زندگی گزارتے رہے، دنیا ان کو صاف ستھرے کپڑے کی طرح اپنے سینے سے لگائے رہی۔

لیکن جب سے وہ نمازیں چھوڑ کر گناہوں میں لت پت ہو گئے، دنیا نے ان کو اپنے سے نکال کر دور، الگ پھینک دیا۔

میرے دوستو!

آج بھی اللہ رب العزت ہمیں دشمنوں کے مقابلہ میں فتح عطا کر سکتے ہیں

آج بھی اللہ رب العزت اسی طرح مدد کر سکتے ہیں

آج بھی اللہ رب العزت اسی طرح ہماری حفاظت فرما سکتے ہیں

جس طرح سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کو فرعون سے حفاظت فرمائی تھی

جس طرح سے غزوۂ بدر میں صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کی مدد فرمائی تھی۔

میرے دوستو! آج ہماری تباہی و بربادی، ذلت و رسوائی کا ایک ہی علاج ہے کہ ہم نماز کی پابندی کریں، تاکہ خدا تعالیٰ کے قریب ہو جائیں، اور جو خدا تعالیٰ کے قریب ہو گیا وہ ہر مصیبت اور ہر پریشانی سے محفوظ اور امون ہو گیا، اسی لئے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمایا ”وَاسْجُدْ وَاقْتَرِبْ“

سجدہ کرو اور اپنے رب کے قریب ہو جاؤ۔

ایک مرتبہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے عرض کیا گیا:

اے اللہ کے نبی علیہ السلام، خدا کی طرف سے مصیبت، عذاب اور پریشانی سے بچنے کا کیا طریقہ ہے؟ تو فرمایا، جب تمہاری طرف کوئی تیر چلائے تو اس سے بچنے کا ایک ہی راستہ ہے، کہ تم تیر چلانے والے کے اتنا قریب ہو جاؤ، کہ وہ تم کو کوئی تیر مار ہی نہ سکے، اسی طرح سے جب تمہاری طرف مصیبت اور پریشانی آئے، تو خدا تعالیٰ کے اتنے قریب ہو جاؤ کہ کوئی پریشانی اور مصیبت تم کو نہ لگ سکے۔

حضرت علامہ شعرانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں، جس آبادی کے لوگ نماز کی پابندی کرتے ہیں، تو وہاں کے لوگ اجتماعی عذاب، وبائی بیماری، زلزلہ، طوفان اور آپسی خانہ جنگی سے محفوظ رہتے ہیں، اس لیے کہ یہ لوگ مسجد کو آباد کرنے والے ہیں، اور جو لوگ مسجد کو آباد کرتے ہیں، تو اللہ رب العزت ان کو برباد کیسے کریں گے۔

حضرت پیرانِ پیر شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

جو شخص ایک وقت کی نماز چھوڑ دیتا ہے، تو اس کی نحوست چالیس گھروں تک پہونچتی ہے، تو پھر اس گھر کی نحوست کا کیا عالم ہوگا، جس گھر کے سارے ہی لوگ، ساری نمازیں چھوڑ دیتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آج لوگ شکایتیں کرتے پھرتے ہیں، کہ پتہ نہیں، کیوں ہماری کمائی میں برکت نہیں، کمانے والے زیادہ، خرچ کرنے والے کم، پھر بھی برکت نہیں۔

میرے دوستو! کتابوں میں لکھا ہے جو شخص صرف فجر کی نماز چھوڑ دیتا ہے، اس کی ہر چیز سے برکت اٹھا دی جاتی ہے

اس کی عمر میں برکت نہیں رہتی

اس کے مال میں برکت نہیں ہوتی ہے

اس کے وقت سے برکت اٹھالی جاتی ہے

آئے دن ایسے گھروں میں کوئی نہ کوئی بیمار رہتا ہے

ایسا شخص کسی ناجائز مقدمات میں پھنس کر اپنے گاڑھی کمائی کو برباد کرتا ہے

ایسے گھر میں لوگ ہوتے تو ہیں مگر ان کا آپس میں دل نہیں ملتا

ایسے گھر میں اولاد اگر ہوتی ہے تو نافرمان ہوتی ہے

ایسے گھر میں ماں باپ کی کوئی اہمیت نہیں ہوتی

اور جو شخص ظہر کی نماز چھوڑ دیتا ہے، تو اس کے چہرہ سے رونق اور اللہ کی رحمت کا نور چھین لیا جاتا ہے، اس کے چہرہ کو اگر غور سے دیکھا جائے تو لعنت برس رہی ہوتی ہے۔

اور جو شخص عصر کی نماز چھوڑ دیتا ہے، تو اس سے نیک کام کی توفیق چھین لی جاتی ہے۔

آج ہم مسلمانوں میں سے ایک بڑی تعداد، دولت، صحت اور وقت ہونے کے باوجود، نیک کام سے جو محروم ہے، اس کی بنیادی وجہ، عصر کی نماز قضا کرنا ہے۔

اور جو شخص صرف مغرب کی نماز قضا کر دیتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کو اپنے رزق کی لذت سے محروم کر دیتے ہیں، آج کتنے لوگ ایسے ہیں کہ وہ چاہے جتنی اچھی، اور لذت والی چیز ہوتی ہے، اس سے وہ محروم ہیں، آج جب کسی کو اچھی چیز کھانے کے لیے دو، تو کوئی اپنے کو شوگر کا مریض بتاتا ہے، تو کوئی کہتا ہے مجھے (السر) ہو گیا ہے۔

اور جو شخص صرف عشاء کی نماز قضا کر دیتا ہے، تو اس کے اندر سے اعتماد کا مادّہ ختم کر دیا جاتا ہے، چنانچہ آج کتنے لوگ ایسے ہیں، جن کو اپنی بیویوں پر اعتماد نہیں، وہ شک کے مریض ہیں۔

یاد رکھیے! جب محبت کی کشتی میں شک کا سوراخ ہو جاتا ہے، تو وہ کشتی ڈوب جاتی ہے، اور جتنے لوگ اس کشتی میں سوار ہوتے ہیں، وہ سب ڈوب جاتے ہیں۔

آج کتنے لوگ ہیں، جب ان کے چہروں کو دیکھو، تو ہوائیاں اڑتی نظر آتیں ہیں، اس کی بنیادی وجہ آپس میں میاں بیوی میں اعتماد کا ختم ہونا ہے، ان کی ازدواجی زندگی خوش گوار گزرنے کے بجائے، کانٹوں بھری گزر رہی ہے، نہ ان کو گھر میں سکون، نہ باہر سکون۔

میرے دوستو! جب آدمی ایک وقت کی نماز قضا کر دیتا ہے، تو وہ اتنی نعمتوں سے محروم ہو جاتا ہے، تو

پھر جو شخص روزانہ پانچ وقت کی نمازیں قضا کرتا ہے، وہ کتنی رحمتوں اور نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہوگا، اس کا اندازہ ہم خود ہی لگا سکتے ہیں۔

میرے دوستو! جب آدمی ایک نماز چھوڑنے کی وجہ سے اتنی نعمتوں سے محروم ہوجاتا ہے، تو جو شخص نماز ہی نہیں پڑھتا، تو وہ جنت جیسی نعمت سے محروم نہیں رہے گا؟

جب شیطان ایک سجدہ نہ کرنے کی وجہ سے جنت سے نکال دیا گیا، تو ہم تو روزانہ چالیس سجدہ چھوڑ دیتے ہیں، تو ہم جنت میں کیسے داخل ہوں گے؟

حضرت سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا جو شخص جان بوجھ کر نماز چھوڑ دیتا ہے، تو اس کا نام جہنم کے دروازہ پر، ان کے ساتھ لکھ دیا جاتا ہے، جو اس میں داخل ہوں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

کہ جب نماز کا وقت ہوتا ہے تو ایک فرشتہ یہ اعلان کرتا ہے کہ،

اے اولاد آدم،

اے دنیا کے انسانو،

اُٹھو اور اس آگ کو نماز پڑھ کر بجھا دو، جس کو تم نے اپنے گناہوں کے ذریعہ اپنے اوپر جلایا ہے، پھر وہ بندے جن کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف اور ڈر ہے، وہ لوگ اُٹھتے ہیں، وضو کرتے ہیں، اور ظہر کی نماز پڑھتے ہیں، تو اللہ رب العزت ان کے ان تمام گناہوں کو معاف کر دیتے ہیں، جو انہوں نے صبح سے ظہر تک کیے ہیں، اسی طرح عصر، مغرب اور عشاء کے وقت وہ فرشتہ اعلان کرتا ہے۔

اس حدیث سے یہ معلوم ہوا نماز نہ پڑھنا، اپنے اوپر جہنم کی آگ جلانا ہے۔

اب یہ ہمارے اوپر ہے، کہ ہم نماز پڑھ کر، اپنے اوپر سے جہنم کی آگ بجھائیں، یا نہ پڑھ کر، جلائیں۔

ایک حدیث میں آتا ہے، کہ فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، کہ جو شخص اچھی طرح وضو کر کے کلمۂ شہادت

پڑھتا ہے، تو اس کے لیے جنت کے سارے دروازہ کھل جاتے ہیں، کل قیامت کے دن، وہ جنت کے جس دروازہ سے چاہے گا، داخل ہو جائے گا۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ اللہ رب العزت نے نماز میں ایسی انقلابی طاقت رکھی ہے، کہ اگر کسی قوم کے لوگ، اس کو اجتماعی طور پر اپنا لیں، تو اللہ رب العزت اس قوم وملت کو دنیا میں، اپنی خلافت ونیابت کے منصب پر فائز فرما دیتے ہیں، اور اس کے لیے زمین وآسمان کی برکتوں کے دروازہ کھول دیتے ہیں، اس قوم کی کمزوری اور مغلوبیت کو قوت وطاقت اور اقتدار میں بدل دیتے ہیں اور ان کی پریشانیوں اور مشکلات کو غیب سے حل فرما دیتے ہیں، یہاں تک کی اگر اس قوم پر کسی وجہ سے بارش رک جاتی ہے، اور وہ لوگ آبادی سے باہر نکل کر دو رکعت نماز استسقاء پڑھ لیتے ہیں، تو زمین وآسمان کی چیزوں میں انقلاب آجاتا ہے، آسمان بھی، ان کی نماز کی وجہ سے، بارش برسانے پر مجبور ہو جاتا ہے، اگر چاند اور سورج میں گرہن لگ جاتے ہیں، تو ان کی نماز کی وجہ سے، چاند اور سورج بھی، اپنی روشنی لوٹانے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت ان کے لیے ایسا کیوں کرتے ہیں، اس لیے کہ

جب بندے نماز پڑھتے ہیں

جب بندے اللہ رب العزت کی اطاعت وبندگی کرتے ہیں

جب بندے اللہ رب العزت کے لیے وہی کرتے ہیں، جو اللہ رب العزت چاہتے ہیں

تو اللہ رب العزت ان کے لیے بھی وہی کرتے ہیں، جو وہ چاہتے ہیں۔

چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام بکریاں چَراتے ہوئے، ایک ایسے میدان میں پہونچے، جہاں بھیڑیئے بڑی تعداد میں پائے جاتے تھے، ایک طرف تو ان کو تھکاوٹ اور نیند کا غلبہ ستا رہا تھا، تو دوسری طرف اس بات سے کشمکش میں مبتلا تھے، کہ ان بکریوں کی نگہبانی کون کرے گا، اگر سو جاتا ہوں، تو یہاں کے بھیڑیئے بکریوں کو صاف کر جائیں گے، چنانچہ اسی خیال میں آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر کچھ پڑھا، اور سو گئے، جب نیند سے بیدار ہوئے، تو یہ دیکھ کر حیران ہو گئے، کہ ایک بھیڑیا،

ان کی لاٹھی اپنے کندھے پر رکھے، بکریوں کی نگہبانی کر رہا ہے، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تعجب سے اللہ رب العزت سے پوچھا، الٰہی یہ کیا ماجرا ہے؟ تو اللہ رب العزت نے وحی بھیج کر فرمایا، موسیٰ اگر میرے بندے وہ کام کرنے لگیں جو میں چاہتا ہوں، تو میں بھی وہی کروں گا جو وہ چاہیں گے۔

میرے دوستو! یہ ہوئے، دنیا میں نماز پڑھنے کے فائدے، اور آخرت کے فائدے یہ ہیں، کہ جو شخص مسواک کے ساتھ نماز پڑھتا ہے، تو مرتے وقت ملک الموت اس کے پاس آکر کہتے ہیں، کہ تمہارے مرنے کا وقت قریب آگیا ہے، لہٰذا تم کلمہ پڑھ لو، پھر جو شخص مرتے وقت کلمہ پڑھ لیتا ہے، اس کا خاتمہ ایمان پر ہوجاتا ہے، پھر ایسا شخص جس کا خاتمہ ایمان پر ہوتا ہے، جب وہ قبر میں رکھا جاتا ہے، تو سوال وجواب والے فرشتے اس کے پاس آتے ہیں، اور جگاتے ہیں، تو اس شخص کو ایسے لگتا ہے، جیسے عصر کی نماز کا وقت ہورہا ہو، تو وہ فرشتوں سے کہتا ہے کہ مجھے نماز پڑھنے دو، تو اس میں سے ایک فرشتہ کہتا ہے کہ ہم تو تمہارے پاس سوال وجواب کے لیے آئے ہیں، اتنے میں ایک فرشتہ اور آتا ہے، اور کہتا ہے، اس شخص کو نماز پڑھنے دو، جیسے ہی وہ نماز سے فارغ ہوتا ہے، تو منکر نکیر سوال کرتے ہیں، من ربك، تو وہ تیسرا فرشتہ کہتا ہے، مجھ سے سوال کرو، تو منکر نکیر کہتے ہیں، کہ ہمیں اللہ رب العزت نے اس سے سوال وجواب کے لیے بھیجا ہے، تو ہم تم سے کیسے سوال وجواب کریں، تو وہ فرشتہ کہتا ہے، نہیں، مجھ سے ہی سوال کرو، پھر ان فرشتوں میں بحث اور تکرار بڑھتی ہے، تو منکر نکیر اللہ رب العزت کے پاس شکایت لے کر جاتے ہیں، اور کہتے ہیں، اے پروردگار عالم، ہم فلاں شخص کی قبر میں سوال وجواب کے لیے گئے تھے، اتنے میں یہ آگیا، اور کہتا ہے، کہ مجھ سے سوال کرو، اللہ رب العزت فرماتے ہیں، اسی سے سوال کرو، یہ اس کی شخص کی نماز ہے، جب وہ فرشتہ ٹھیک جواب دے دیتا ہے، تو اس کے لیے جنت کی کھڑکیاں کھول دی جاتی ہیں، اور اس کو جنت کا لباس پہنا کر قیامت تک کے لیے سلا دیا جاتا ہے، جب وہ سوجاتا ہے

تو اس کی نماز، اس کی قبر میں داہنے طرف کھڑی ہوجاتی ہے،

روزہ اس کے بائیں طرف کھڑا ہوجاتا ہے،

ذکر اور تلاوت اس کے سر کی طرف اور

جماعت کا وہ ثواب جس کو حاصل کرنے کے لیے اپنے قدموں سے چل کر مسجد میں آیا کرتا تھا، وہ ثواب، اس کے قدموں کی طرف کھڑا ہو جاتا ہے،

اور وہ صبر، جس نے لوگوں کے ستانے، مصیبتوں اور بیماریوں میں کیا تھا، وہ قبر میں ایک طرف کونے میں کھڑا ہو جاتا ہے،

اس کے بعد قبر کا عذاب مردہ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے، جب وہ داہنے طرف پہونچنے کی کوشش کرتا ہے، تو نماز کہتی ہے پیچھے ہٹ جا، یہ شخص راتوں میں اپنی نیند قربان کر کے، اور دن میں سارے کام چھوڑ کر، نمازوں میں اپنے رب کو یاد کیا کرتا تھا، ابھی ذرا راحت کی نیند سویا ہے، پھر وہ عذاب بائیں طرف سے مردہ تک پہونچنے کی کوشش کرتا ہے، تو روزہ کہتا ہے پیچھے ہٹ، یہ شخص سخت گرمی میں بھوک، پیاس کی مشقت برداشت کر کے اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے روزہ رکھا کرتا تھا، پھر وہ عذاب سر کی طرف بڑھنے کی کوشش کرتا ہے، تو ذکر اور تلاوت اس کو روک دیتی ہے، غرض جس طرف سے وہ مردہ کے پاس جانے کی کوشش کرتا ہے، اس کو راستہ نہیں ملتا، وہ عاجز ہو کر واپس چلا جاتا ہے، تو صبر کہتا ہے میں ایک کونہ میں اس لیے کھڑا تھا کہ ان عبادتوں میں جس عبادت کو بھی کمزور پڑتا دیکھتا، تو میں اس کی مدد کر کے اس کو پیچھے ڈھکیل دیتا، مگر الحمد للہ تم سب نے مل کر اس کو پیچھے ڈھکیل دیا، مگر اب میں اس کی اس وقت مدد کروں گا، جب اس کا نامۂ اعمال تولا جائے گا۔

پھر ایسا شخص جو دنیا میں اچھی طرح وضو کر کے نمازیں پڑھتا تھا، کل قیامت کے دن، اس حال میں قبر سے اٹھے گا کہ اس کا چہرہ روشن چمک دار ہوگا، جس کے نورانی چہرہ کو دیکھ کر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم پہچان لیں گے کہ یہ میرا امتی ہے، پھر اس کو اپنے حوضِ کوثر پہ لیجا کر اس کو ایسا جام پلائیں گے، جس سے اس کو پھر کبھی پیاس نہیں لگے گی، پھر ایسے شخص کا نامۂ اعمال اس کے داہنے ہاتھ میں دے کر، اس کو پل صراط سے بجلی کی طرح گزار دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا یہ تمہارے ان اعمال کا بدلہ ہے، جس کو تم دنیا میں خدا تعالیٰ کے خوف سے کیا کرتے تھے، پھر اس کو ہنسی خوشی جنت میں داخل کر دیا جائے گا، جہاں وہ

ہمیشہ ہمیش، چین وسکون، آرام وراحت کی زندگی گزارے گا، پھر اس کو اس میں کبھی موت نہیں آئے گی۔

اللہ رب العزت ہمیں آخرت کی فکر، نماز کی پابندی کا جذبہ عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

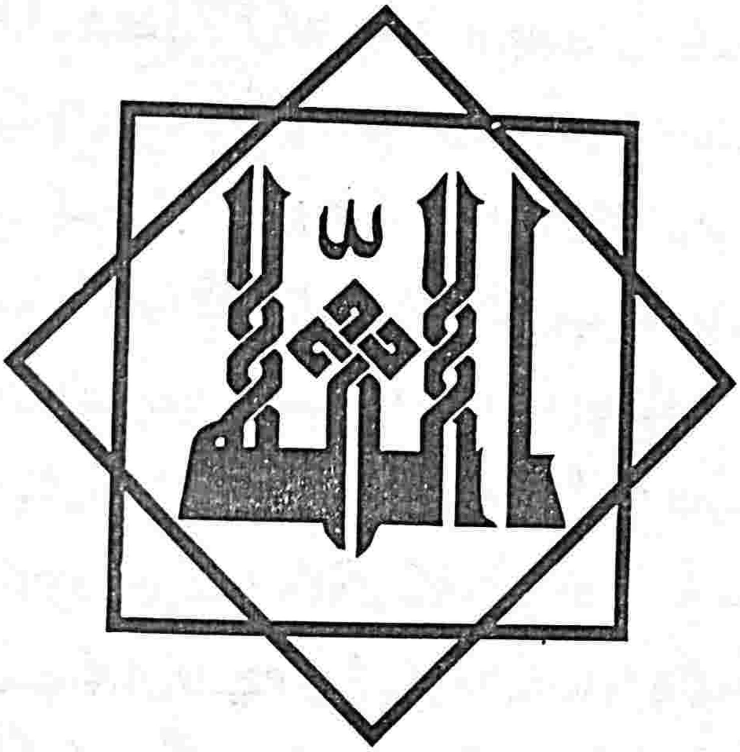

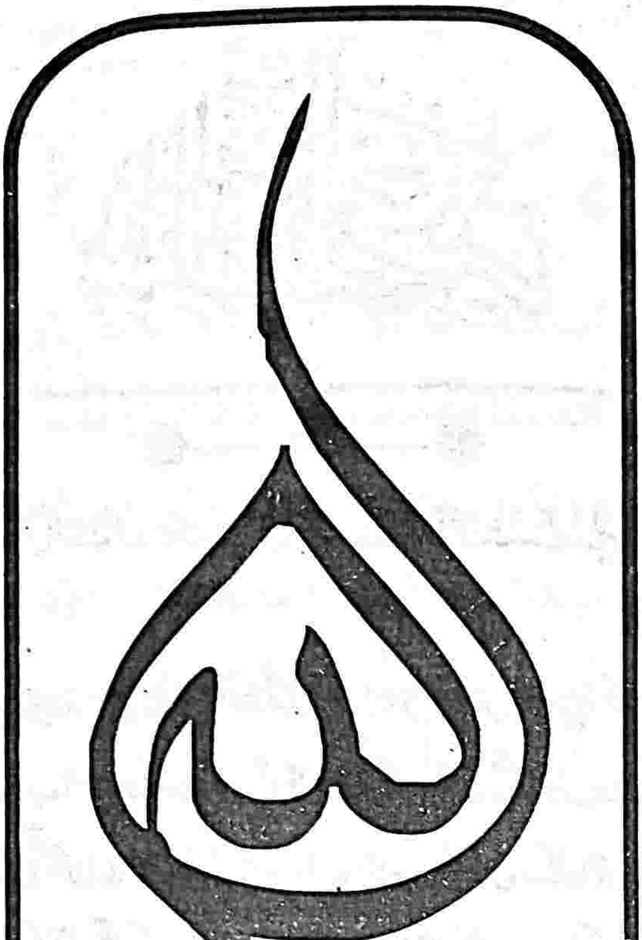
یا اللہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- دنیا کے لیے اتنی محنت کرو، جتنا دنیا میں رہنا ہے، اور آخرت کے لیے اتنی محنت کرو، جتنا آخرت میں رہنا ہے۔

--- دولت، روپیہ، پیسہ، زندگی کا اصل مقصد نہیں بلکہ زندگی کی ضرورت پورا کرنے کا ایک ذریعہ ہیں۔

--- جس سے اللہ رب العزت محبت کرتے ہیں، اس کو دنیا کے جھمیلوں سے بچالیتے ہیں۔

--- تعجب ہے اس شخص پر جو یہ جانتا ہے کہ ایک دن یہ دنیا اس کے ہاتھ سے نکل جائے گی، مگر پھر بھی رب کی عبادتیں چھوڑ کر تجارتیں کر رہا ہے، دنیا کے لیے اپنی آخرت برباد کر رہا ہے۔

--- اگر دنیا کی محبت کے سوا ہمارے اور کوئی گناہ نہ ہو، تب بھی یہ محبت، جہنم میں لے جانے کے لیے کافی ہے۔

نماز پڑھیے

اس سے پہلے کہ ہماری نماز پڑھی جائے!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ٥ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ٥

مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ٥ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ٥

وقال النبی ﷺ: اول ما یحاسب بہ العبد یوم القیامہ الصلوۃ فان صلحت صلح سائر عملہ وان فسدت فسد سائر عملہ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ٥

ہم دور سے پہچان لیے جاتے تھے پہلے
اور آج ہماری کوئی پہچان نہیں ہے
بہتر ہے کہ سجدوں سے جبیں اپنی سجا لو
کچھ اور مسلمانوں کی پہچان نہیں ہے
جس دل میں خدا کی ہو چاہت کا اجالا
آباد ہے روشن ہے وہ ویران نہیں ہے

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

ایک مرتبہ ایک بادشاہ کہیں جارہا تھا کہ اس کی نظر ایک ایسے چھوٹے بچے پر پڑی جو بالکل ننگا، فٹ پاتھ پر پڑا ٹھنڈک کی وجہ سے کانپ رہا تھا، اس کے پاس نہ کوئی آدمی، نہ کوئی ایسا وارث تھا، جو اس کی پرورش اور حفاظت و کفالت کرتا، جیسے ہی بادشاہ کی نظر پڑی، اس کے دل میں شفقت و محبت اور رحم کا سمندر ٹھاٹھیں مارنے لگا، فوراً اپنے آدمیوں کو حکم دیا اس کو میرے محل میں اٹھا کر لے چلو، اس کی کفالت اور پرورش کا انتظام میں خود کروں گا، چنانچہ بادشاہ نے اس کی پرورش اور تربیت کے لیے اپنی خاص خادماؤں کو مقرر کر دیا، اس کے رہنے کے لیے ایک خاص قسم کا خوبصورت محل تعمیر کروایا، جھولنے کے لیے بہترین جھولے، صاف ستھرے میدان، گھومنے اور سیر و تفریح کے لیے، ہرے بھرے پارک اور باغیچے عطا کیے، کھانے پینے کے لیے قسم قسم کے غذائیں اور پھل فروٹ، پہننے کے لیے بہترین سے بہترین قسم کے لباس اور جوڑے اس کے لیے ہر وقت تیار، اس کی حفاظت اور خدمت کے لیے ہر وقت پولس کا ایک دستہ، اور خادموں کی ایک ٹولی مستعد رہتی، غرض اس کے لیے وہ تمام آرام و راحت آرائش و آسائش اور ناز برداریاں کی گئیں، جو ایک اکلوتے شہزادے کے لیے کی جاتی ہیں، جب بچہ جوان ہوا تو بادشاہ نے بڑی شان و شوکت اور کرّ و فرّ کے ساتھ ملک کے بڑے بڑے رئیسوں نوابوں، گورنروں اور حاکموں کی دعوت کا اہتمام کیا، اور اسی مجلس میں لوگوں کے سامنے اپنی خلافت و حکومت کی باگ ڈور اس بچہ کے حوالہ کر دیں، مگر افسوس کہ حکومت و اقتدار میں آنے کے بعد

وہ ملک کو خوشحال کرنے کے بجائے

وہ سلطنت میں امن وامان قائم کرنے کے بجائے،

وہ حکومت کو اور ترقی دینے کے بجائے،

ملک کے کچھ غداروں،

بادشاہ کے دشمنوں کے ساتھ ملکر ظلم و ستم کی آگ بھڑکانے،

ملک میں فتنہ وفساد پھیلانے،

اور بادشاہ کے خلاف بغاوت کرنے

اس کو قتل کرنے کا منصوبہ تیار کرنے لگا۔

جب بادشاہ کو اس کی خبر ملی، تو بادشاہ بھی چونکہ بہت ہی ہوشیار اور عقلمند تھا، اس نے حقیقت میں تو، نام کی حکومت اس کے سپرد کر رکھی تھی، اور کام کی حکومت اپنے سپرد، تاکہ وہ جان لے کہ کیا واقعی وہ حکومت کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں، کہ کیا واقعی وہ بادشاہ فرماں برداروں میں ہے یا نافرمانوں میں، چنانچہ بادشاہ نے اپنے فوجی کمانڈروں کا ایک دستہ بھیج کر اس کو گرفتار کروالیا، اور ہمیشہ ہمیش کے لیے اس کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا۔

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے ہر انسان، ایک وقت تھا، کچھ نہیں تھا، مٹی کے ذرات تھا، جس کی کوئی حیثیت نہیں تھی، جس کو پھونک دیا جائے، تو اڑ جائے، جس کو جھاڑ دیا جائے تو گر جائے، لیکن اللہ رب العزت نے ان مٹی کے ذرّات سے کھانے کی چیزیں اور غذائیں بنائیں، اور پھر ان غذاؤں سے ایک ناپاک گندہ قطرہ بنایا۔

ایسا ناپاک قطرہ، جس سے انسان کو گھن آتی ہے،

ایسا ناپاک قطرہ، جو کپڑے میں لگ جائے تو بغیر دھوئے پاک نہیں ہوتا ہے،

ایسا ناپاک قطرہ، جو جسم سے صرف نکل جاتا ہے تو انسان بغیر نہائے پاک نہیں ہوتا،

اللہ رب العزت نے ایسے قطرہ کو انسان کی شکل میں بنا کر سننے، دیکھنے، بولنے، اور سمجھنے کی صلاحیت وطاقت دے کر اس دنیا میں پیدا فرمایا۔

میرے دوستو!

اگر اللہ رب العزت ہمیں یہ دو آنکھیں نہ دیتے تو ہم اندھے ہوتے،

نہ کوئی کام ہم کر پاتے،

اور نہ ہی کوئی چیز ہم دیکھ پاتے،

اپنے ماں باپ کو،

اپنے بیوی بچوں کو،

یہاں تک کہ اپنے آپ کو ہم نہ دیکھ پاتے، کہ ہم کس طرح سے ہیں،

اگر اللہ رب العزت ہماری عقل دماغ کو صحیح وسالم نہ بناتے، تو ہم چلتی پھرتی لاش کی طرح ہوتے، ہماری کوئی حیثیت نہ ہوتی،

اگر اللہ رب العزت ہماری زبان میں بولنے کی صلاحیت نہ رکھتے، تو ہم گونگے ہوتے

ہم اپنے دل میں پیدا ہونے والی تمناؤں اور آرزؤں کا اظہار نہ کر پاتے

اگر اللہ رب العزت ہمارے ہاتھ پیر صحیح وسالم نہ بناتے تو ہم لولے لنگڑے دوسروں کا محتاج بن کر زندگی گزارتے۔

میرے دوستو!

اگر اللہ رب العزت ہمارے چلنے کے لیے زمین نہ بناتے تو ہم کس پر چلتے،

اگر اللہ رب العزت زمین نہ بناتے تو ہم غلہ کہاں اگاتے؟ پھر تو ہم بھوکے مرتے،

اگر اللہ رب العزت زمین سے پانی کے چشمے نہ جاری کرتے، تو ہم پیاسے مرتے،

کس چیز کو پی کر ہم پیاس بجھاتے، کس چیز سے نہا کر اپنے آپ کو صاف ستھرے رکھتے،

اگر اللہ رب العزت ہوا نہ بناتے، تو ہم کس چیز کی سانس لے کر زندہ رہتے،

آج بھی اگر اللہ رب العزت ہوا سے یہ کہہ دیں،

اے ہوا جب تک میں حکم نہ دوں کسی کی ناک میں مت جانا۔

میرے دوستو! پانچ منٹ بھی نہیں گزریں گے، نہ جانے کتنی لاشوں کے ڈھیر لگ جائیں گے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت ہر سانس میں، ایک انسان پر دو مہربانیاں کرتے ہیں، ایک باہر سے اندر لے جاتے ہیں، دوسرے اندر سے باہر لاتے ہیں، اللہ رب العزت اگر باہر والی ہوا کو باہر ہی روک دیں، تب بھی انسان مرجائے گا اور اگر باہر والی اندر جائے، مگر اندر والی باہر نہ آئے، تب بھی انسان مرجائے، معلوم ہوا ایک سانس میں اللہ رب العزت ہمارے ساتھ دو احسانات کرتے ہیں،

ایک اندر سے باہر، اور ایک باہر سے اندر کو لے جاتے ہیں۔

میرے دوستو! جب اللہ رب العزت کے ہمارے اوپر اتنے احسانات ہیں تو چاہیے یہ تھا، کہ ہر وقت ہماری زبان اس کے شکر میں، اور ہمارا دل اس کے ذکر میں مشغول رہتا، چاہیے تو یہ تھا کہ ان احسانات کے بدلہ ہر وقت ہمارا سر اُس پروردگار کے سامنے سجدہ ریز رہتا، مگر قربان جاؤں اس پروردگار پر، کہ اس نے یہ شرط نہ لگا کر کہ

جو شخص ہماری عبادت کرے گا،

جو شخص نماز پڑھے گا

اسی کو میری یہ نعمتیں ملیں گی،

اسی کو ہوا میں سانس لینے کا حق ملے گا،

اسی کو اس سرزمین پر جینے کا حق ملے گا،

بلکہ یہ فرمایا اے میرے بندو! چوبیس گھنٹوں میں سے تیئس گھنٹے اپنے کاموں میں لگاؤ، صرف ایک گھنٹہ میری عبادت و بندگی میں لگا دو، تو کل قیامت کے دن نہ میں تم سے اپنی نعمتوں کا حساب لوں گا، اور نہ ہی تمہیں کسی قسم کے عذاب میں مبتلا کروں گا۔

لہٰذا جو شخص اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے،

پانچ وقت کی نمازیں پڑھتا ہے،

تو گویا وہ اپنے جسم کی ان پانچ نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے جو اللہ رب العزت نے اس کو دی۔

(۱) دیکھنے کی طاقت

(۲) سننے کی طاقت

(۳) بولنے کی طاقت

(۴) سونگھنے کی طاقت

(۵) سمجھنے اور سوچنے کی طاقت۔

جو شخص پانچ وقت کی پابندی کرتا ہے، تو گویا وہ اپنے بدن کی پانچ حالتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

(۱) کھڑے ہونے کی حالت

(۲) بیٹھنے کی حالت

(۳) لیٹنے کی حالت

(۴) سونے کی حالت

(۵) جاگنے کی حالت کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

جو شخص پانچ نمازوں کی پابندی کرتا ہے، تو وہ اپنی ضرورتِ زندگی کی پانچ نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

(۱) کھانے پینے

(۲) کپڑے اور لباس

(۳) گھر اور مکان

(۴) بیوی اور بچے

(۵) موٹر گاڑی اور سواری جیسی نعمتوں کا شکریہ ادا کرتا ہے۔

لہٰذا ایسا شخص جو اپنے مالک کو مالک مان کر، اپنے رب کو رب مان کر، اس کی دل سے تعظیم کرتے ہوئے پانچوں نمازوں کے وقت، اس کے سامنے اپنا سر اور ماتھا ٹیک دیتا ہے، تو اللہ رب العزت کو بھی ایسے شخص سے پیار آجاتا ہے، اس کی رحمت اس بندہ کو اپنے آغوش میں لے لیتی ہے، آسمان سے فرشتے اتر آتے ہیں، اور اس کے ساتھ نماز میں مشغول ہوجاتے ہیں، جب وہ دعا کرتا ہے، تو فرشتے اس کی دعا پر آمین کہتے ہیں، پھر جب وہ نہایت سکون واطمینان کے ساتھ نماز سے فارغ ہوتا ہے، تو اللہ رب العزت جنت کے ایک فرشتے کو حکم دیتے ہیں کہ جاؤ جنت کے ایک دریا میں غوطہ لگاؤ۔

میرے دوستو! جب وہ فرشتہ دریا سے غوطہ لگا کر نکلتا ہے تو اس کے پروں سے جتنے قطرے پانی کے ٹپکتے ہیں، اتنی نیکیاں اس کے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں، اور ایک فرشتہ اتنا بڑا ہوتا ہے کہ

زمین سے آسمان تک، تو آپ اندازہ لگائیے، کہ نماز پڑھنے والے کے نامۂ اعمال میں کتنی لکھی جاتی ہوں گی۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ جو شخص پانچ وقت کی نماز پڑھتا ہے تو اللہ رب العزت اس کو دنیا ہی میں پانچ قسم کی نعمتوں سے نوازتے ہیں۔

(۱) اس کو آسان اور بابرکت روزی عطا فرماتے ہیں۔

(۲) اس کی عزت اور محبت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتے ہیں۔

(۳) اس کو سکون واطمینان والی زندگی عطا کرتے ہیں۔

(۴) اس کے چہرے کو پرنور اور باوقار بنادیتے ہیں۔

(۵) پریشانی اور مصیبت کے وقت اس کی ایسی جگہ سے مدد کرتے ہیں جس کو وہ سوچ نہیں سکتا۔

اور جب وہ دنیا سے رخصت ہونے لگتا ہے تو اس کا پانچ طرح سے اکرام فرماتے ہیں۔

(۱) اس کو موت کی سختی سے بچالیتے ہیں۔

(۲) اس کو قبر کے عذاب سے محفوظ رکھا جاتا ہے۔

(۳) کل قیامت کے دن اس کا نامۂ اعمال داہنے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

(۴) پل صراط سے بجلی کی طرح گزر جائے گا۔

(۵) اس کو بلا حساب وکتاب کے جنت میں داخل کردیا جائے گا۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ رب العزت کی دی ہوئی نعمتوں کا شکریہ ادا کرنے کا یہی طریقہ ہے کہ پانچ وقت کی نماز کی پابندی کی جائے، جو شخص نماز کی پابندی نہیں کرتا وہ خدا تعالیٰ کا نافرمان اور باغی ہے، اور ہر مالک، ہر آقا، اور ہر بادشاہ کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے باغیوں کے ساتھ

جس طرح سے چاہے معاملہ کرے،

جس طرح کی چاہے سزا مقرر کرے،

جس طرح اس بادشاہ کو کوئی حق تھا کہ اپنے باغیوں کو گرفتار کروا کر ہمیشہ کے لیے جیل کی سلاخوں

کے پیچھے ڈھکیل دے

اسی طرح اللہ رب العزت کو بھی یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے نافرمانوں اور باغیوں کو جہنم کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دے،

یہی وجہ ہے جو شخص نماز نہیں پڑھتا تو اللہ رب العزت اس کو دنیا میں یہ سزا دیتے ہیں، کہ پریشانی اور مصیبت کے وقت اس کی مدد نہیں کرتے

اس کی دعائیں قبول نہیں کرتے،

اور اس کی عمر اور مال سے برکت اٹھا لیتے ہیں،

اور مرتے وقت اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوتا،

اس کی سخت بھوک اور پیاسے ہونے کی حالت میں موت آتی ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے روزانہ قبرستر مرتبہ یہ آواز لگائی ہے:

''انا بیت الواحدۃ انا بیت الظلماب انا بیت الحی والعقارب''

اے دنیا میں رہنے والے انسانو!

کان کھول کر سن لو،

میں تنہائی کا گھر ہوں،

میں اندھیری اور تاریکیوں کا گھر ہوں،

میں کیڑے مکوڑے کا گھر ہوں

میں سانپ اور بچھوؤں کا گھر ہوں،

اور جو شخص نماز نہیں پڑھتا تو ایسے شخص سے زمین بھی پناہ مانگتی ہے۔

چنانچہ کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک بوڑھی عورت، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دربار میں حاضر ہوتی ہے، اور مطالبہ کرتی ہے کہ حضرت میں گھڑے میں تیل لے کر جارہی تھی کہ اچانک ٹھوکر لگنے کی وجہ سے وہ گھڑا گر گیا، جس کی وجہ سے تیل گر گیا اور زمین نے اس تیل کو چوس لیا ہے، تو حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ ایک پرچہ لیتے ہیں، اوراس پر کچھ لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس پرچے کو لے جا کر اس جگہ پر رکھ دینا، جہاں تمہارا تیل گر گیا ہے۔

وہ بڑھیا ایسا ہی کرتی ہے، چنانچہ فوراً زمین پورا تیل اگل دیتی ہے، تمام لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں کہ یہ کیا ماجرا ہے۔

اس پرچے کو کھول کر دیکھتے ہیں، تو اس میں لکھا ہوتا ہے، کہ اے زمین اس بڑھیا کا تیل فوراً واپس کردے، ورنہ میں تجھ میں ایسے شخص کو دفن کروں گا، جو تارکِ صلوٰۃ ہے، جو نماز نہیں پڑھتا۔

میرے دوستو! ہمیں اس عبرت ناک واقعہ سے نصیحت حاصل کرنی چاہیے، کہ زمین تارکِ صلوٰۃ کو، نماز چھوڑنے والے کو پسند نہیں کرتی، اگر ہم نمازیں چھوڑیں گے، تو مرنے کے بعد زمین ہمارے ساتھ کیا معاملہ کرے گی، لہٰذا جب قبر کے اندر کوئی بے نمازی رکھا جاتا ہے، تو کہتی ہے کہ جتنے لوگ زمین پر چلتے تھے، مجھے سب سے زیادہ تجھ ہی سے دشمنی تھی، پھر قبر اس کو اس طرح سے دباتی ہے، کہ ایک پسلیاں دوسرے پسلیوں میں گھس جاتی ہیں، اوراس کے اوپر ایک خطرناک قسم کا گنجا سانپ مسلط کردیا جاتا ہے، جو جب ایک مرتبہ اس بے نمازی کو ڈستا ہے، تو اس کے زہر سے مردے کے جسم سے گوشت جھڑ جاتے ہیں، اور ہڈیاں ٹوٹنے لگتی ہیں، اوراس کی قبر میں ایک ایسا، بے رحم فرشتہ، ڈراؤنی شکل والا، داخل ہوتا ہے، جس کی آنکھوں سے آگ کے شعلے اور ناک سے دھواں نکل رہا ہوتا ہے، جس کے بکھرے بال، لمبے لمبے دانت، اور ناخن ہوتے ہیں، جب ڈراؤنی شکل والا فرشتہ اس کو پکڑنے کے لیے آگے بڑھتا ہے، تو مردہ چیخنے چلّانے لگتا ہے، مگر وہاں کوئی اس کو بچانے والا، اور فریاد سننے والا نہیں ہوتا، پھر وہ فرشتہ اس کو ایک گرز مارتا ہے جس کی وجہ سے وہ مردہ ستر ہاتھ زمین میں دھنس جاتا ہے، پھر اس کو نکالتا ہے، پھر مارتا ہے، پھر وہ زمین میں دھنس جاتا ہے، پھر نکالتا ہے، اور کہتا ہے تونے فجر کی نماز قضا کی تھی، لہٰذا مجھے حکم ہے کہ میں تجھے ظہر تک مارتا رہوں، پھر اگر وہ ظہر کی نماز چھوڑنے والا تھا، تو عصر تک اس کو مارتا ہے، اس طرح وہ قیامت تک اس کو مارتا رہے گا اور کل قیامت کے دن اللہ رب العزت اس کے ساتھ یہ معاملہ فرمائیں گے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ کل قیامت کے دن اللہ رب العزت تمام انسانوں سے فرمائیں گے کہ سجدہ میں گر جاؤ،

تو جو لوگ دنیا میں نمازیں پڑھا کرتے تھے فوراً سجدہ میں گر جائیں گے،

اور جو لوگ نمازیں نہیں پڑھتے تھے،

جو مؤذن کی آواز سن کر مسجد کی طرف نہیں آتے تھے،

سمجھانے اور دعوت دینے کے باوجود نماز کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتے تھے،

وہ سجدہ میں جانا چاہیں گے، مگر اپنی تمام کوششوں کے باوجود سجدہ نہیں کرسکیں گے، ان کی کمر تختہ کی طرح سخت ہو جائے گی، ان کی نگاہیں مارے شرم کے زمین پر گڑی کی گڑی رہ جائیں گی، تو اللہ رب العزت پوچھیں گے، تم دنیا میں نمازیں کیوں نہیں پڑھتے تھے، تو کوئی کہے گا اے اللہ رب العزت، تو نے مجھے سلطنت اور حکومت دی تھی، اور اسی کا کام اتنا زیادہ تھا کہ سر کھجانے کی بھی فرصت نہیں ملتی تھی، پھر نماز کس وقت پڑھتا، حکم ہوگا، بلاؤ داؤد علیہ السلام اور سلیمان علیہ السلام کو، جب یہ دونوں دربار میں حاضر ہوں گے، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا، دیکھو آخر یہ بھی بادشاہ تھے، اور تجھ سے زیادہ ان کی سلطنت وسیع تھی، لیکن باوجود اتنی بڑی سلطنت کے، انہوں نے کبھی نماز نہ چھوڑی، تو اس قول میں جھوٹا ہے کہ سلطنت کے کاموں سے فرصت نہ ہوتی تھی، اس وجہ سے میں نماز نہیں پڑھتا تھا، سلطنت اگر نماز سے روکتی، تو ان دونوں کو بھی روکتی، بلکہ یہ تیری غفلت اور کاہلی وسستی تھی، جس کے باعث تو نے نماز ادا نہیں کی،

اے فرشتو! اس کو لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔

ایک شخص اپنی بیماری کا عذر کرے گا، الٰہی میں بیمار تھا، تکلیف کی وجہ سے نماز نہیں پڑھ سکتا تھا، ارشاد ہوگا ایوب علیہ السلام کو بلاؤ، تو جب حضرت ایوب علیہ السلام حاضر ہوں گے، ارشاد ہوگا، اے بیمار، تو زیادہ بیمار تھا، کہ ہمارا ایوب، برسوں اس کے بدن میں کیڑے پڑے رہے، مگر ایک سانس بھی اللہ کی یاد سے غافل نہیں ہوا، اگر بیماری یادِ الٰہی سے روکتی، تو ہمارے ایوب کو بھی روکتی، تو جھوٹا ہے، جو بیماری کا بہانہ کرتا ہے، یہ نماز نہ پڑھنا تیری غفلت اور کاہلی کا نتیجہ ہے، اے فرشتو! اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں

ڈال دو۔

ایک بے نمازی حاضر ہوگا اس سے دریافت کیا جائے گا کہ تم نے نماز کیوں چھوڑی تھی، عرض کرے گا، الٰہی میرے بال بچے بہت تھے، میں ان کی خدمت اور ان کے لیے کمانے میں دن بھر لگا رہتا تھا، پھر نماز کے لیے مجھے فرصت کہاں۔

رب العالمین کا ارشاد ہوگا، ہمارے بندے یعقوب علیہ السلام کو پیش کرو، حضرت یعقوب علیہ السلام دربار میں حاضر ہوں گے، اللہ تعالیٰ ان کو دیکھ کر بے نمازی سے ارشاد فرمائیں گے، دیکھ، تیری اولاد زیادہ تھی، یا ہمارے یعقوب کی، اور اولاد کے غم میں، تو زیادہ مبتلا رہا، یا وہ، حضرت یوسف علیہ السلام کی فراق میں برسوں روتے رہے، ان کی آنکھیں جاتی رہیں، کمر جھک گئی، بوڑھے ہوگئے، مگر نماز سے ایک گھڑی بھی غافل نہیں ہوئے، فرشتو! اس کو بھی لے جاؤ اور جہنم میں ڈال دو۔

ایک بے نمازی عورت، عدالت عالیہ میں حاضر ہوگی، اس سے پوچھا جائے گا تو نماز کیوں نہیں پڑھتی تھی، وہ عورت جواب میں عرض کرے گی، الٰہی! مجھے اپنے خاوند کے کام دھندے سے فرصت نہ ہوتی تھی، اور اس کی خوف کی وجہ سے یہ فریضہ ادا نہیں ہوسکتا تھا۔

حکم ہوگا، فرعون کی زوجہ، حضرت آسیہ کو حاضر کرو، حضرت آسیہ رضی اللہ عنہا حاضر ہوں گی، تو اس بے نماز عورت سے ارشاد ہوگا، کہ تیرا خاوند زیادہ ظالم تھا، یا آسیہ کا خاوند فرعون زیادہ ظالم تھا، پھر ارشاد ہوگا، دیکھو آسیہ ایسے ظالم و جابر کی عورت تھی اور کیسی عبادت گزار تھی، اگر کسی خاوند کا ظلم کسی کو نماز سے روکتا، تو آسیہ کو ضرور روکتا، اے بے نمازی عورت! خاوند کا عذر غلط ہے تو خود غافل تھی، اور غفلت کی وجہ سے تو نے نماز نہیں پڑھی، فرشتو! لے جاؤ اس کو بھی جہنم میں پھینک دو، پھر وہ بے نمازی لوگ، جب ان کو جہنم کی طرف لے جایا جائے گا، تو جہنم کی ہولناکیوں کو دیکھ کر، اللہ رب العزت سے فریاد کرتے ہوئے کہیں گے: ''يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِي مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيهِ وَصَاحِبَتِهِ وَأَخِيهِ وَفَصِيلَتِهِ الَّتِي تُؤْوِيهِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ جَمِيعًا ثُمَّ يُنْجِيهِ''

اے پروردگار، یا اللہ، میری بیوی کو، میری اولاد کو، جہنم میں ڈال دے، لیکن مجھے بچالے،

اے اللہ، اگر تجھے یہ بھی قبول نہیں، تو میرے بھائیوں اور گھر والوں کو جہنم میں ڈال دے، لیکن مجھے بچالے،

اے اللہ! اگر تجھے یہ بھی قبول نہیں تو دنیا کے سارے انسانوں کو جہنم میں ڈال دے لیکن مجھے بچالے۔

تو اللہ رب العزت فرمائیں گے کلا ہرگز نہیں ہوگا ''لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی'' آج تو، انصاف کا دن ہے، آج کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا۔

''وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ'' آج تیرا عمل تیری گردن پر اس کا عمل اس کی گردن پر ہوگا۔

چنانچہ پھر ایسے لوگوں کو اٹھا کر جہنم کی ایک ایسی وادی میں پھینک دیا جائے گا، جس کو قرآن کریم میں اللہ رب العزت نے بیان فرمایا: ''فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ'' نماز نہ پڑھنے والوں کو جہنم کی ایک ایسی وادی میں پھینکا جائے گا، جس سے جہنم بھی پناہ مانگتی ہے، پھر جہنمی جہنم کے عذاب سے پریشان ہوکر، جب موت، موت چلائیں گے، تو ان کے وہ رشتہ دار، جو جنت میں ہوں گے، اپنے جہنمی رشتہ داروں سے پوچھیں گے، تمہیں کس چیز نے جہنم میں پہونچادیا، تو وہ روتے ہوئے کہیں گے۔

''لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ'' کہ دنیا میں ہم نماز نہیں پڑھتے تھے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب جہنمی جہنم میں موت موت چلائیں گے جب جہنم میں موت کی تمنا کریں گے، مگر میرے دوستو، قیامت کے دن تو موت کو بھی موت آچکی ہوگی، جہنم میں تو موت کا تصور بھی نہیں ہوگا۔

میرے عزیزو! آج ہم دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے عاجز آکر کہہ دیتے ہیں مرجائیں گے لیکن وہاں تو موت کا تصور بھی نہیں ہوگا۔

اب تو گھبرا کے کہہ دیتے ہیں مر جائیں گے
مر کر بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

اس لیے میرے دوستو! نماز پڑھو، اس سے پہلے کی ہماری نماز پڑھی جائے،
کام سے کہو مجھے نماز پڑھنی ہے، نماز سے نہ کہو کہ مجھے کام ہے،
اور سارے کام چھوڑ کر مسجد میں جاؤ، اس سے پہلے کہ سارے کام چھوڑ کر قبر میں جانا پڑے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

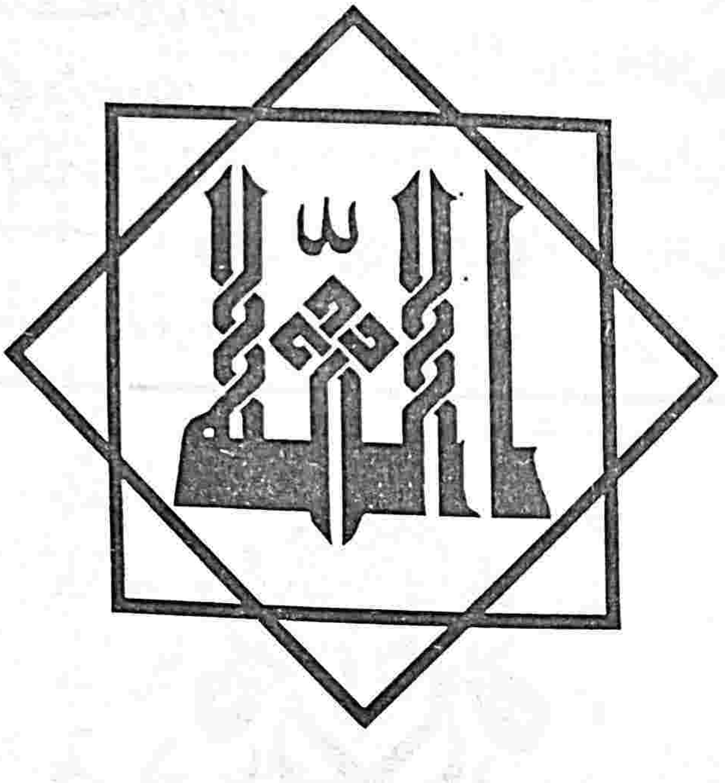

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- شیطان کی توبہ نہ قبول ہونے کے اسباب

--- گناہ کا اقرار نہ کیا

--- توبہ میں جلدی نہ کی

--- اللہ کی رحمت سے مایوس ہو گیا۔

--- اپنے کیے پر شرمندہ نہ ہوا

--- اپنے نفس کی ملامت نہ کی۔

ہم نماز
کیوں نہیں پڑھتے!!!

اِنَّ الحمد للہ۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشهد ان لا اله اِلّا اللہ وحدہ لا شریك له و لا نظیر له و لا وزیر له و لا مشیر له و لا معین له و صل علی سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الی کافة للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنه وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اُتْلُ مَا اُوْحِیَ اِلَیْكَ مِنَ الْكِتَابِ وَ اَقِمِ الصَّلٰوۃَ ، اِنَّ الصَّلٰوۃَ تَنْهٰی عَنِ الْفَحْشَاءِ وَالْمُنْكَرِ وَلَذِكْرُ اللّٰهِ اَكْبَرُ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ٥

وقال النبی ﷺ: مَنْ عَلِمَ اَنَّ الصَّلٰوۃَ حَقٌّ وَاجِبٌ دَخَلَ الْجَنَّةَ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

غنیمت سمجھ جو ہے زندگی
تم کرو اس میں خدا کی بندگی
گزارہ جو دو دن کا کرنا ہے کرلو
قیام اس میں ہرگز کسی کا نہیں ہے
ہزاروں حسین اور نزاکت کے پتلے
کہاں ہیں ان کا پتہ ملتا نہیں ہے

وہ سب مٹ گئے ہم بھی یونہی مٹیں گے
یہ عبرت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

کتابوں میں لکھا ہے ہر انسان کے تین طرح کے دوست ہوا کرتے ہیں،
ایک وہ دوست ہے جو انسان کے مرتے ہی اس کا ساتھ چھوڑ دیتا ہے،
دوسرا وہ دوست ہے جو قبر تک ساتھ دیتا ہے،
اور تیسرا وہ دوست ہے جو قبر میں بھی ساتھ رہتا ہے،
پہلا دوست، مال ہے،
دوسرا دوست، آل ہیں یعنی اولاد،
تیسرا دوست، اعمال ہے۔

میرے دوستو!

وہ مال جس کو حاصل کرنے کے لیے آدمی صبح سے شام تک محنتیں کرتا ہے
وہ مال جس کو حاصل کرنے کے لیے آدمی دن کو دن، رات کو رات نہیں دیکھتا
وہ مال جس کو حاصل کرنے کے لیے آدمی ٹھنڈی گرمی کی مشقتیں برداشت کرتا ہے
وہ مال جس کو حاصل کرنے کے لیے آدمی اپنی پوری عمر گنوا دیتا ہے، پھر اس محنت کے بدولت، آد
چاہے جتنی بینک بیلنس کرلے
چاہے جتنی فیکٹریاں اور کارخانہ لگالے
چاہے جتنی دوکان مکان اور حویلیاں تیار کرالے
چاہے جتنی زمین جائداد اور دولت کے انبار لگالے، مگر جیسے ہی وہ مرتا ہے اس کی ساری ملکیت، ا
کی ساری دولت، اس کے ہاتھ سے نکل کر دوستوں کی ملکیت اور قبضہ میں چلی جاتی ہے، پھر اس کو ملتا
ہے، جس کو شاعر کہتا ہے

فقط دو گز کفن کے اور کچھ نہیں ملتا ساگر
کبھی تار سانسوں کے ہمارے جب ٹوٹ جاتے ہیں

میرے دوستو! دوسرا ساتھی آل ہے یعنی آل، اولاد، عزیز، رشتہ دار۔

وہ اولاد جن کا پیٹ بھرنے کے لیے،

وہ اولاد جن کے پیٹ کی خاطر، آدمی صبح سویرے ہی چڑیوں کی طرح نکل جاتا ہے اور شام کو تھک ہار کر گھر واپس آتا ہے

وہ اولاد جن کو خوش کرنے کے لیے آدمی اپنی بھوک، اپنی پیاس کو قربان کرتا ہے

وہ اولاد جن کے آرام وراحت کے لیے آدمی اپنی نیند، اپنا آرام، سب کچھ بھول جاتا ہے

وہ اولاد جن کی ترقی اور مستقبل کی خاطر، آدمی اپنی عبادتیں چھوڑ کر تجارتیں کرتا ہے

وہی اولاد، وہی گھر کے افراد، اس کو اپنے کندھوں پر لاد کر، بے رحم قبر کے حوالہ کر آتے ہیں، اور اس کی قبر میں مٹی ڈال کر ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہتے ہیں، جن کی ترجمانی، کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے ؎

کہا احباب نے دفن کے وقت ہم کیوں کر وہاں کا حال جانیں
قبر تک آپ کی تعظیم کر دی اب آگے آپ کا اعمال جانے

جب مردہ یہ دیکھتا ہے کہ اپنے اور پرائے منھ موڑ کر اور رخ پھیر اب جانے لگے ہیں تو روتا ہوا کہتا ہے ؎

دبا کے سب قبر میں چل دیئے دعا نہ سلام
ذراسی دیر میں کیا ہوگیا ہے زمانہ کو

میرے دوستو! جب ماں، بیٹا، باپ، بھائی کا کام آتا نہیں
ساتھ مردے کے کوئی جاتا نہیں
تو ہم اس چیز پر محنت کیوں نہ کریں
جو قبر میں بھی ہمارا ساتھ دے

جو حشر میں بھی ہمارا ساتھ دے

جو پل صراط پر ہمارا مدد گار بنے

جو جہنم سے بچا کر ہم کو جنت میں لے جائے

آج ہم اس بات کی فکر سب سے زیادہ کرتے ہیں کہ ہماری دنیا بہتر سے بہتر ہو جائے، مگر اس بات کی فکر کیوں نہیں کرتے، کہ ہماری آخرت بھی بہتر سے بہتر بن جائے۔

یاد رکھیے!!! جو شخص آخرت کی فکر چھوڑ کر، صرف اپنی دنیا کی فکر میں لگتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کے دل میں لالچ کی آگ بھڑکا دیتے ہیں، اور جس کے دل میں لالچ کی آگ بھڑکنے لگتی ہے، تو پھر اس کو کبھی چین وسکون نہیں ملتا چاہے، اس کو اگر پوری دنیا کی دولت اور خزانہ بھی مل جائیں، مگر ایسے لالچی کی پیاس اسی طرح نہیں بجھتی، جس طرح مرنے والے کی پیاس نہیں بجھتی۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آدمی مرنے لگتا ہے، تو اس کو ایسی شدت کی پیاس لگتی ہے، کہ اس کو چاہے پورا کا پورا سمندر پلا دیا جائے، مگر پھر بھی وہ دنیا سے پیاسے ہونے کی حالت میں رخصت ہوتا ہے، ایسے ہی دنیا کا لالچی، چاہے اس کو پوری دنیا کی دولت اور خزانہ اس کی مٹھی اور قبضہ میں دے دیا جائے، مگر پھر بھی اس کی پیاس نہیں بجھتی، اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

میرے دوستو! ایسے لالچی کی پیاس تو موت ہی بجھاتی ہے، لہٰذا جو شخص یہ چاہتا ہے کہ اللہ رب العزت اس کی دنیا بھی بنادے، اور آخرت بھی سنوار دے، تو اس کو چاہیے دو کام کرے، ایک، وہ گناہوں سے بچے، جو شخص گناہوں سے بچ کر زندگی گزارتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کو ایسی جگہ سے روزی دیتا ہے جہاں سے اس کو کبھی وہم وگمان بھی نہیں ہوتا، اگر کوئی گناہ بھول کر ہو بھی جاتا ہے، تو وہ فوراً اللہ رب العزت کے سامنے توبہ واستغفار کر لیتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کی زندگی کو ایسی خوشحال اور پُر مسرت بنادیتے ہیں، کہ اس کو دنیا ہی میں جنت کا مزہ آنے لگتا ہے،

چنانچہ ایک طرف اس کے دل کو پر سکون اور اس کی اولاد کو فرماں بردار بنادیتے ہیں،

دوسری طرف لوگوں میں اس کی عزت اور محبت پیدا کر دیتے ہیں،

تو تیسری طرف اس کی زمین، جائیداد، دوکان، مکان اور کھیت، کھلیان میں خیر و برکت کے دروازہ کھول دیتے ہیں، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

''فَقُلْتُ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ اِنَّهٗ كَانَ غَفَّاراً ، يُرْسِلِ السَّمَاءَ عَلَيْكُمْ مِدْرَاراً ، وَ يُمْدِدْكُمْ بِاَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَيَجْعَلْ لَكُمْ جَنّٰتٍ وَّيَجْعَلْ لَكُمْ اَنْهَاراً''

دوسری جگہ اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: ''مَنْ عَمِلَ صَالِحاً مِنْ ذَكَرٍ وَاُنْثٰى''

''اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ''

آیت کا مفہوم ہے کہ جو لوگ گناہوں سے بچ کر زندگی گزارتے ہیں، ایسے لوگوں کے لیے خوشخبری ہے دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی۔

دوسری چیز، جو شخص اللہ رب العزت کی عبادت کرتا ہے، تو دنیا میں اس کے لیے خوش خبری ہے ''فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً'' کہ ہم ان کو پاکیزہ اور پرسکون زندگی عطا کریں گے اور آخرت میں ''وَ لَنَجْزِيَنَّهُمْ اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ'' اور ہم ان کو آخرت میں اپنے کیے کا بہترین بدلہ دیں گے۔

ایک حدیث قدسی کا مفہوم ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں: اے آدم کی اولاد! تم میری عبادت کے لیے اپنے وقت کو فارغ کرلو، میں تمہیں دنیا کمانے سے فارغ کردوں گا، اور تم کو لوگوں کا محتاج بننے سے بھی بچالوں گا، اور اگر ایسا نہیں کروگے تو میں تم کو دنیا کے کاموں میں الجھادوں گا، جس سے تم ہر وقت پریشان رہوگے،

ہر وقت لوگوں کی طرف للچائی نگاہوں سے دیکھوگے،

مگر یہ تمہاری حسرت اور تمنا مرتے دم تک پوری نہیں ہوگی۔

تو میں یہ عرض کررہا تھا کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں، اے انسان، تو اپنے وقت کو میری عبادت کے لیے فارغ کردے، میں تمہیں دنیا کمانے سے، دردر کی ٹھوکریں کھانے سے، بچالوں گا۔

میرے دوستو! آج ہم جو دردر کی ٹھوکریں کھارہے ہیں، اور یہ شکاتیں کرتے پھر رہیں ہے، کہ پتہ

نہیں ہماری کمائی میں کیوں برکت نہیں ہوتی ہے، اس کی بنیادی وجہ مسجد سے دوری ہے،

نہ زندگی میں سکون،

نہ گھر میں پیار محبت۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ اللہ رب العزت جب دنیا میں اپنی رحمت اور برکت اتارنے کا ارادہ کرتے ہیں، تو سب سے پہلے خانۂ کعبہ کی چھت پر اتارتے ہیں، پھر وہاں سے پوری دنیا کی مسجدوں میں تقسیم کیا جاتا ہے، لہٰذا جو شخص پانچوں نمازوں کے لیے مسجد میں آتا ہے، تو اس کو وہاں سے برکت ملتی ہے، پھر ایسا شخص،

جب گھر میں جاتا ہے، تو اس کے گھر میں برکت ہوتی ہے،

جب وہ دوکان میں جاتا ہے، تو اس کی دوکان میں برکت ہوتی ہے،

جب وہ کھیت میں جاتا ہے، تو اس کے کھیت میں برکت ہوتی ہے۔

میرے دوستو! جب برکت مسجد سے مل رہی ہے اور کبھی ہم مسجد میں آئیں گے ہی نہیں، تو برکت کہاں سے ملے گی؟

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے اپنے بندوں کو نماز جیسی عبادت اسی لیے دی ہے تاکہ میرے بندوں کو چین وسکون کی زندگی حاصل ہو،

ان کی آتما کو شانتی ملے،

ان کے جان ومال اور عمر میں برکت پیدا ہو،

اور جب ان کو کوئی پریشانی ہو تو نماز پڑھ کر اللہ رب العزت سے اپنی پریشانی دور کرائیں۔

نماز، اسلام کا ایسا رکن ہے کہ جس پر عمل کرنے سے پورے اسلام پر عمل کرنا آسان ہو جاتا ہے۔

اور نماز، اسلام کا ایسا رکن ہے کہ جس پر عمل کرنے سے پورے اسلام پر عمل کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

نماز، اسلام کا ایک ایسا رکن ہے جس کے اندر پورا اسلام پایا جاتا ہے۔

چنانچہ نماز کے اندر کلمہ بھی ہے،

نماز کے اندر روزہ بھی ہے،

نماز کے اندر زکوۃ بھی ہے،

نماز کے اندر حج بھی ہے،

نماز کے اندر ذکر بھی ہے،

نماز کے اندر تلاوت بھی ہے

نماز کے اندر درود بھی ہے

نماز کے اندر دعا بھی ہے

نماز کے اندر معاشرت بھی ہے

نماز کے اندر معاملات بھی ہے

نماز کے اندر اخلاقیات بھی ہے

نماز کے اندر امانت داری بھی ہے

اسی پر بس نہیں، بلکہ نماز انسان کو زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی سکھاتی ہے

چنانچہ نماز انسان کو وقت کی پابندی کا بھی سبق سکھاتی ہے

نماز انسان کو اپنی حفاظت اور دفاع کا بھی سبق سکھاتی ہے

نماز انسان کو آپس میں مل جل کر زندگی گزارنے کا سبق سکھاتی ہے

نماز انسان کو دوسرں کی راحت رسانی کا بھی سبق سکھاتی ہے

نماز انسان کو ماحول پاکیزہ رکھنے کا بھی سبق دیتی ہے

نماز انسان کو اچھے اور سچے لوگوں کے ساتھ اپنی زندگی گزارنے کا بھی سبق دیتی ہے

نماز انسان کو حق بات کہنے کی جرأت بھی پیدا کرتی ہے

نماز انسان کو بندوں کے حقوق کی ادائے گی کا سبق بھی سکھاتی ہے

نماز انسان کو حیاء کی بھی تعلیم دیتی ہے

نماز انسان کو نظر کی حفاظت کی بھی تعلیم دیتی ہے

نماز انسان کو خوش گوار اور ازدواجی زندگی گزارنے کا سلیقہ بھی سکھاتی ہے

میرے دوستو! نماز کے اندر کلمہ اس طرح سے ہے، کہ جس طرح سے ایک انسان کے لیے خدا تعالیٰ کی خدائی کا، اور رسول کی رسالت کا، اقرار کرنا ضروری ہوتا ہے، ورنہ وہ مسلمان ہی نہیں ہوگا، اسی طرح سے نماز میں بھی خدا تعالیٰ کی خدائی کا اور رسول کی رسالت کا اقرار کرنا ضروری ہے ورنہ اس کی نماز نہیں ہوگی، چنانچہ آدمی التحیات میں خدا تعالیٰ کے خدائی کا "اَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ" سے، اور وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ" سے اور رسول کی رسالت کا اقرار کرتا ہے۔

نماز کے اندر روزہ اس طرح سے ہے کہ جس طرح سے آدمی روزہ کی حالت میں کچھ کھا؛ پی نہیں سکتا، اسی طرح نماز میں بھی آدمی کچھ کھا؛ پی نہیں سکتا۔

نماز کے اندر زکوٰۃ بھی ہے، اس ترقی یافتہ دور میں پیسہ سے زیادہ وقت کی اہمیت اور ویلو ہے لہٰذا جس طرح آدمی زکوٰۃ میں، مال سے کچھ حصہ اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے اسی طرح آدمی اپنے وقت کا بھی کچھ حصہ، اللہ کے راستہ میں خرچ کرتا ہے۔

نماز کے اندر حج بھی ہے،

جس طرح سے آدمی بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہوئے اللہ رب العزت کی طرف دھیان لگائے رہتا ہے،

اسی طرح سے آدمی نماز میں بھی بیت اللہ کی طرف منھ کر کے اللہ رب العزت کی طرف دھیان جمائے رہتا ہے،

جس طرح آدمی حج میں، صفا اور مروہ کے درمیان سعی کرتا ہے،

اسی طرح سے آدمی نماز کے اندر بھی، قیام سے سجدہ، اور سجدہ سے قیام، کی طرف سعی کرتا ہے،

جس طرح آدمی حج میں وقوفِ عرفات وغیرہ کرتا ہے

اسی طرح سے آدمی نماز میں بھی قیام کی صورت میں وقوف کرتا ہے۔

نماز کے اندر تلاوت بھی ہے،

جس طرح سے آدمی تلاوت میں قرآن کریم کا کچھ حصہ پڑھتا ہے،

اسی طرح سے نماز میں بھی قرآن کریم کا کچھ حصہ تلاوت کرتا ہے۔

نماز کے اندر ذکر بھی اور تسبیح بھی ہے کہ آدمی نماز کے اندر قومہ، رکوع اور سجدہ میں "رَبَّنَا لَكَ الْحَمْدُ، سُبْحَانَ رَبِّيَ الْعَظِيْمِ اور سُبْحَانَ رَبِّيَ الْأَعْلىٰ" کہتا ہے۔

نماز معاشرت کی بھی تعلیم دیتی ہے، معاشرہ کہتے ہیں چند خاندانوں کا آپس میں مل جل کر زندگی گزارنا، اللہ رب العزت یہ چاہتے ہیں کہ میرے بندے آپس میں، ایک ہوکر نیک ہوکر زندگی گزاریں ایک دوسرے کے سکھ دکھ میں شریک رہیں، اسی لیے اللہ رب العزت نے حکم فرمایا کہ پانچوں وقت پورے محلہ کے لوگ ایک جگہ جمع ہوکر نماز ادا کریں، تاکہ ایک دوسرے کی خیر وخیرت معلوم ہوسکے،

کوئی بیمار ہو، تو اس کی خبر گیری کرسکیں،

کوئی پریشان حال ہو، تو اس کی غم پریشانی دور کرسکیں،

اس طرح زندگی گزارنے میں آپس میں مؤدت اور محبت پیدا ہوگی، معلوم ہوا نماز آپس میں مل جل کر رہنے کا طریقہ سکھاتی ہے۔

اسی لیے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میرا جی چاہتا ہے کہ میں ان لوگوں کے گھروں کو آگ لگادوں، جو جماعت چھوڑ کر تنہا اپنے گھروں میں نماز ادا کرتے ہیں۔

میرے دوستو! جب اللہ رب العزت جماعت چھوڑ کر اکیلے نماز پڑھنے کو پسند نہیں کرتے، تو پھر اکیلے رہ کر زندگی گزارنے کو کیسے پسند فرمائیں گے۔

آج کل نوجوان، اپنے ماں باپ سے الگ ہوکر زندگی گزارنے کو پسند کرتے ہیں ان کی مثال تو ایسے ہے، جیسے جسم کا کوئی حصہ جسم سے الگ ہوکر زندگی گزارنے کی کوشش کرتا ہے، اور جسم کا جو حصہ جسم سے الگ ہوکر زندگی گزارے گا، تو اس میں کیڑے پڑیں گے یہ عمل اس کے موت کی دلیل ہے ایسے ہی جو نوجوان، اپنے ماں باپ سے الگ ہوکر زندگی گزارے گا تو یہ اس کی ترقی اور اعمال کی موت کی دلیل

ہے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے ''البرکۃ مع اکابر کم''

کہ اتحاد اور اجتماعیت میں برکت ہے اور نا اتفاقی اور انفرادیت میں بے برکتی ہے نماز انسان کو آپس میں صلح صفائی کے ساتھ زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو مسلمان کسی مسلمان سے تین دن سے زیادہ بول چال بند رکھتا ہے اور آپس میں صلح صفائی نہیں کرتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کی نمازیں قبول نہیں فرماتے۔

اسی طرح جو عورت بلا کسی شرعی عذر کے اپنے شوہر سے ناراض ہو کر اپنے گھر چلی جاتی ہے، تو جب تک وہ واپس نہیں چلی آتی، اللہ رب العزت اس کی نماز قبول نہیں فرماتے تو معلوم یہ ہوا نماز آپس میں مل جل کر صلح صفائی کے ساتھ زندگی گزارنے کا حکم دیتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن غسل کرے اور اپنی بیوی کی خوشبوؤں میں سے کچھ خوشبو لگائے، اور مسجد میں آکر کسی کو تکلیف دیئے بغیر، جہاں جگہ ملے، وہیں بیٹھ جائے، تو اللہ رب العزت اس جمعہ سے پچھلے جمعہ تک اس کے تمام گناہوں کو معاف فرما دیتے ہیں، آدمی بیوی کی خوشبوؤں میں سے خوشبو کب استعمال کرے گا، جب اس کے ساتھ بولتا ہو، دونوں ایک دوسرے سے خوش ہوں، اگر دونوں میں ہر وقت لڑائی ٹھنی رہتی ہو، ہر وقت اردو کی '۲۶' بجائے انگریزی کے 26 کی طرح رہتے ہوں، کہ اردو کی ۲۶ میں ۲ اور ۶ کا منہ ایک دوسرے کے سامنے ہوتا ہے اور انگریزی کے 26 میں 2 کا منہ اُدھر اور 6 کا منہ اِدھر ہوتا ہے، جو خاوند بیوی سے اور بیوی خاوند سے تنگ آ چکی ہو تو آپس میں خوش گوار زندگی کیسے گزارے گی، تو معلوم ہوا نماز انسان کو خوش گوار زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ نماز انسانوں کو حقوق العباد یعنی بندوں کا حق ادا کرنے کا بھی سلیقہ سکھاتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جب تم کسی کے گھر جاؤ تو میزبان، گھر کے مالک کی اجازت کے بغیر، وہاں نماز مت پڑھاؤ، اسی طرح جب تم کسی مسجد میں جاؤ، تو امام کے اجازت کے بغیر امامت مت کرو، تو معلوم ہوا نماز ہمیں حقوق

العباد کی بھی تعلیم دیتی ہے کہ جہاں جس کا حق ہو، اس کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کرو۔

ماں ہے تو اس کے حق کو ادا کرنے کی کوشش کرو،

بیوی ہے تو اس کا حق ادا کرنے کی کوشش کرو،

بیٹی کا حق اپنی جگہ مسلّم ہے،

تو معلوم ہوا نماز ہمیں بندوں کا حق یعنی حقوق العباد کی بھی تعلیم دیتی ہے،

نماز آدمی کو امانتداری کی بھی تعلیم دیتی ہے،

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

وہ شخص چور ہے، امانت میں خیانت کرنے والا ہو، جو رکوع اور سجدہ کو مکمل طور پر ادا نہیں کرتا ہے۔

میرے دوستو! نماز ایک امانت ہے اور یہ حقیقت ہے کہ جو شخص نماز مکمل طور پر ادا نہیں کرتا،

وہ کاروبار میں،

روپیہ پیسہ میں،

لین دین میں صحیح ادائے گی نہیں کرے گا،

تو معلوم ہوا نماز آدمی کو امانت داری کا بھی سبق سکھاتی ہے

نماز انسان کو حق گوئی یعنی حق بات کہنے کا، جرأت مندی کا بھی سبق سکھاتی ہے،

آپ جانتے ہیں کہ اگر امام نماز میں قرأت، قیام، رکوع، سجود میں کوئی غلطی کرتا ہے تو شریعت کا حکم ہے فوراً اس کو ٹوکو، اس کو لقمہ دو، اس کی حکمت یہی ہے کہ جہاں حق بات کہنے کی ضرورت پڑے، وہاں خاموش اور چپ نہ رہو، چاہے اپنے وقت کا امام، حکمراں، اور بادشاہ کیوں نہ ہو، تو معلوم ہوا نماز انسان کو حق گوئی کا بھی سبق سکھاتی ہے۔

نماز انسان کو نظر کی حفاظت کرنے کا سبق سکھاتی ہے،

اسی لیے نمازی کو حکم دیا گیا،

کھڑے ہونے کی حالت میں سجدہ کی جگہ،

رکوع کی حالت میں پیر پر،

سجدہ کی حالت میں ناک کے نتھے پر،

التحیات میں اپنے دامن پر، نظر رکھو،

اور جو شخص نماز میں اپنی نظر کو قابو میں نہیں رکھتا ہے،

اِدھر اُدھر دیکھتا ہے،

وہ نماز سے باہر بھی اپنی نظر پر قابو نہیں رکھ پائے گا،

وہ بازاروں میں بھی نامحرم عورتوں پر نظر ڈالے گا،

یہ بات یاد رکھیے کہ جو شخص کسی عورت کے ساتھ ایک مرتبہ بدنظری کرتا ہے تو اس کے دل سے تین دن کا خشوع خضوع نکال لیا جاتا ہے یہی وجہ ہے

نماز تو ہم پڑھتے ہیں مگر نماز کے اثرات دل میں نہیں پڑھ رہے ہیں، اور یہ بات بھی یاد رکھیے جو شخص اپنی نظر کو قابو میں نہیں رکھ پاتا، وہ اپنے دل کو بھی قابو میں نہیں رکھ پائے گا۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سے کسی نہ کسی شخص صرف اسی بنا پر اندھا کر دیا جائے گا جو نامحرم عورتوں کو دیکھتا ہے، ہر وقت تاک جھانک لگائے رہتا ہے، تو معلوم ہوا نماز ہمیں نظر کی حفاظت کی بھی تعلیم دیتی ہے،

نماز ہمیں شرم وحیاء کی بھی تعلیم دیتی ہے۔

اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

جو عورت ننگے سر یا کھلا سینہ، ہاف آستین، باریک لباس و کپڑا پہن کر نماز پڑھتی ہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی، اسی طرح جو مرد کچھے، بنیان میں نماز پڑھتا ہے تو اس کی نماز نہیں ہوگی۔

اسی طرح جب مردوں کے لیے نماز میں چڈھا پہن کر جائز نہیں تو نماز سے باہر چڈھا پہن کر گھومنا کیسے جائز ہوگا۔

میرے دوستو! جب نماز کی حالت میں بے پردہ رہنا، ننگے سر، یا باریک لباس پہننا، اللہ رب

العزت کے نزدیک جائز نہیں، تو نماز سے باہر بازاروں میں بے پردہ گھومنا کیسے جائز ہوگا، تو معلوم ہوا نماز شرم وحیاء کی بھی تعلیم دیتی ہے،

نماز انسان کو وقت کی پابندی کی بھی تعلیم دیتی ہے۔

چنانچہ شریعت کا حکم ہے کہ جب جماعت کا وقت ہوجائے تو کسی کا انتظار کئے بغیر جماعت کھڑی کردی جائے۔

تو معلوم ہوا کہ نماز ہمیں یہ سکھاتی ہے جس کام کا جو وقت مقرر کیا جائے وہ کام اسی وقت میں کرلیا جائے

نماز ہمیں صفائی ستھرائی کا بھی حکم دیتی ہے۔

چنانچہ قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

”یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِیْنَتَکُمْ عِنْدَ کُلِّ مَسْجِدٍ“

اے اولادِ آدم، تم مسجد میں حاضری کے وقت زیب وزینت اختیار کرو، یعنی جب تم نماز کے لیے مسجد میں جاؤ تو صاف ستھرے کپڑے پہن کر جاؤ، اسی طرح نماز، ماحول اور فضا کو بھی صاف ستھرا رکھنے کا سبق دیتی ہے۔

چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس کے منہ سے بدبو آتی ہے، یا کچی پیاز کھالے، یا لہسن، یا کسی شخص کو ایسی بیماری لگ گئی ہو، جس سے لوگوں کو نفرت اور گھن لگتی ہو، تو اس کو مسجد میں آنے کی اجازت نہیں، تو معلوم ہوا شریعت جہاں انسان کو، اپنا بدن صاف ستھرا رکھنے کا حکم دیتی ہے، وہیں اپنے آس پاس اور اپنے گھر کے اردگرد ماحول کو بھی پاک صاف رکھنے کا حکم دیتی ہے، اور وہیں دوسروں کو آرام وراحت کا بھی خیال رکھنے کا حکم دیتی ہے۔

نماز دوسروں کو تکلیف پہونچانے سے باز رہنے کی بھی تعلیم دیتی ہے۔

چنانچہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص نماز کے لیے حاضر ہو، اور دیکھے کہ مسجد بھر چکی ہے تو وہ زبردستی بیچ میں گھسنے اور لوگوں کی گردنیں پھلانگ کر آگے پہونچنے کے بجائے، وہیں پچھلی صف

میں جہاں جگہ ملے، بیٹھ جائے، تو اللہ رب العزت اس کو دوگنا ثواب عطا فرمائیں گے، اور جو شخص لوگوں کی گرنیں پھلانگے گا تو اللہ رب العزت قیامت کے دن اس کو جہنم کا پل اس طرح بنائیں گے کہ لوگ اس کے اوپر سے چل کر جہنم پار کریں گے۔

میرے دوستو! جب ایک مسلمان کو ادنیٰ سی تکلیف پہونچانا اللہ رب العزت کو برداشت نہیں تو کسی مسلمان کو مارنا،

کسی مسلمان کو ستانا، کسی مسلمان کو دلی تکلیف پہونچانا، اللہ رب العزت کو کیسے برداشت کریں گے۔

تو معلوم یہ ہوا نماز ہمیں دوسروں کی آرام وراحت کا خیال کرنا بھی سکھاتی ہے۔

میرے دوستو! ان باتوں سے معلوم ہوا کہ نماز تمام عبادتوں کا مجموعہ ہے۔

جس طرح سے پورے قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں رکھا گیا ہے، اسی طرح سے تمام عبادتوں کا خلاصہ نماز میں رکھا گیا ہے۔

تو جب پورے قرآن کریم کا خلاصہ سورۂ فاتحہ میں اور تمام عبادتوں کا خلاصہ نماز کو، ایک ساتھ پڑھا جائے گا تو اندازہ کیجیے نماز پڑھنے کا آدمی کو کتنا ثواب ملتا ہوگا۔

یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت کے یہاں نماز پڑھنے سے آدمی کو جتنا ثواب ملتا ہے وہ کسی اور عبادت پر نہیں ملتا، جب زمین سخت ہوتی ہے، تو اس پر ہل چلانا مشکل ہوتا ہے، لیکن جب زمین پر ہل چلا کر اس کو نرم کرلیا جاتا ہے، تو پھر بیج بونا آسان ہوجاتا ہے۔

اسی طرح سے دین پر عمل کرنا ہمارے لیے اس وقت تک دشوار ہوتا ہے، جب تک کہ ہمارے دل میں آخرت کی فکر، خدا تعالیٰ خوف نہ ہو، اور ہمارے اندر خدا تعالیٰ کا خوف، آخرت کی فکر، اسی وقت پیدا ہوگی، جب ہم نماز کی پابندی کریں گے اور جب ہم نماز کی پابندی کریں گے تو پورے دین پر چلنا ہمارے لیے آسان ہوجائے گا۔

اسی لیے کہا جاتا ہے کہ نماز اسلام کا ایک ایسا رکن ہے، جس پر عمل کرنے سے پورے اسلام پر عمل کرنا بہت آسان ہوجاتا ہے، اور جو نماز کی پابندی نہیں کرتا، اس کے لیے دوسرے اسلام کے ارکان پر

عمل کرنا بہت مشکل معلوم ہوتا ہے۔

اسی لیے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے تمام اسلامی حکمرانوں کے نام یہ فرمان جاری کیا تھا "ان اہم امور دینکم عندی، الصلوٰۃ، فمن ضیعنا وھو لما سواھا اضیع" فرمایا کہ میرے نزدیک سب سے زیادہ اہم چیز نماز ہے جو اس کو ضائع کرے گا وہ دوسرے دینی کاموں کو اور بھی زیادہ ضائع کرے گا۔

اسی لیے اسلام لانے کے بعد نماز کی سب سے زیادہ تاکید کی گئی ہے تاکہ اسلام کے دوسرے احکام پر عمل کرنا آسان ہو جائے۔

لہٰذا جس شخص کے اندر صحیح معنوں میں نماز پائی جائے گی، اسی کے اندر پورا اسلام پایا جائے گا۔ وہی اللہ رب العزت کے نزدیک صحیح معنوں میں مسلمان ہے، اس سے یہ پتہ چلا کہ جو انسان بغیر نماز کے مسلمان نہیں بن سکتا وہ نماز کے بغیر جنتی کیسے بنے گا۔

اس لیے ہم سب کو یہ پختہ ارادہ کرنا چاہیے کہ، ان شاء اللہ، آج سے ہم نماز کی پابندی کر کے، اپنے آپ کو جنتی بنائیں گے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- مخلص اور نیک دوست کسی نعمت سے کم نہیں ہوتے۔

--- اپنی ضرورت اپنے دشمن اور کمینہ صفت آدمی کے سامنے مت رکھو ورنہ وہ تمہیں ذلیل کردے گا۔

--- ہر اچھا بالکل اچھا نہیں ہوتا، اور ہر برا بالکل برا نہیں ہوتا، کوئی نہ کوئی کمی اور کوئی نہ کوئی اچھائی ہر ایک کے اندر ہوتی ہے۔

--- دنیا کا کوئی بھی انسان، عورت، دولت اور صحت کے بغیر سکون حاصل نہیں کرسکتا۔

--- عقلمند وہ ہے جو دوسروں کو اپنے سے زیادہ عقلمند سمجھے۔

عبادت کسے کہتے ہیں؟

إنّ الحمد لله۔ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له ولا نظير له ولا وزير له ولا مشير له ولا معين له وصل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔ أمّا بعد: فَأَعُوذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ٥ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ٥ يَاأَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوْا ادْخُلُوْا فِي السِّلْمِ كَافَّةً وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ إِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

وقت کو غنیمت جو لوگ دنیا میں سمجھتے ہیں
وہی مقبول ہوتے ہیں نصیب ان کے چمکتے ہیں
نہ کر عمر کی اک بھی ضائع گھڑی
کیونکہ موت ہے تیرے سر پہ کھڑی
ڈھل جائے گی یہ جوانی جس پہ تجھ کو ناز ہے
تو بجا لے چاہے جتنا یہ صرف چار دن کا ساز ہے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت نے اس کائنات اور کائنات کی تمام چیزوں کو

چاہے زمین ہو یا آسمان

چاہے چاند سورج ہوں یا ستارے

چاہے سمندر ہوں یا دریا اور صحراء

چاہے جنگل و بیابان ہو یا آبادیاں

حدیث قدسی ہے، اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

''ان الدنیا خلقت لکم وانکم خلقتم للآخرۃ''

''ہم نے اس کائنات اور کائنات میں سے ہر ایک چیز کو انسان کے لیے پیدا فرمایا اور انسان کو صرف اور صرف اپنی عبادت اور بندگی کے لیے پیدا کیا ہے''۔

تو معلوم یہ ہوا کہ انسان کی خلقت اور پیدائش کا اصل مقصد اللہ رب العزت کی عبادت اور بندگی ہے تو پھر۔۔۔

عبادت کس کو کہتے ہیں؟

عبادت کے معنی اور مفہوم کیا ہیں؟

عبادت کس طرح کی جائے؟

عبادت کس کی کی جائے؟

عبادت کیوں کی جائے؟

اور عبادت کرنے سے کیا فائدہ؟

اور نہ کرنے سے دنیا اور آخرت میں کیا کیا نقصانات ہیں؟

ان تمام باتوں کو بیان کرنے کے لیے آپ حضرات کے سامنے حاضر ہوا ہوں۔

میرے دوستو! ہم لوگ عام طور پر اپنی بول چال اور زبان میں یہ الفاظ کثرت سے استعمال کرتے ہیں،

عبادت،

معبود،

اور عبد،
عربی زبان میں معبود اس ذات کو کہتے ہیں جس کی

عبادت،

بندگی،

پرستش

اور پوجا کی جائے،
اور لفظِ عبد، عربی زبان میں بندہ اور غلام کو کہتے ہیں، اور لفظِ عبد سے عبادت بنا ہے، اور عبادت حکم ماننے، فرماں برداری کرنے، اطاعت اور بندگی کرنے کو کہتے ہیں، جب کوئی بندہ اپنے مالک کو مالک مان کر اس کی دل سے تعظیم کرتا ہے۔
اس کے سامنے اپنا سر اور ماتھا ٹیکتا ہے۔
اس کے ہر حکم کی اطاعت وفرماں برداری کرتا ہے، تو اسی کو غلامی اور بندگی کہتے ہیں، لیکن شریعت کی زبان میں اپنے دن رات کے تمام کاموں کو، اپنے چوبیس گھنٹہ کی زندگی کو، اللہ رب العزت کے حکم اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے مطابق گزارنے کو عبادت کہتے ہیں۔
باالفاظ دیگر آسان لفظوں میں یوں کہہ لیا جائے، من چاہی زندگی چھوڑ کر رب چاہی زندگی گزارنے کو عبادت کہتے ہیں۔
میرے دوستو! اہلِ اسلام یعنی مسلمانوں اور دوسرے مذہب کے لوگوں میں عبادت کے مفہوم اور معانی میں زمین وآسمان کا فرق ہے۔
بعض مذہب کے نزدیک انسان دنیا اور مافیہا کے ساتھ رہ کر عبادت کر ہی نہیں سکتا،
ان کے نزدیک انسان آبادیوں سے الگ تھلگ رہ کر ہی عبادت کرسکتا ہے،
جنگلوں، بیابانوں اور پہاڑوں کے غاروں میں بیٹھ کر ہی انسان عبادت کرسکتا ہے۔

بیوی بچوں، کام دھندوں اور تجارت وغیرہ چھوڑ کر ہی عبادت کر سکتا ہے۔

کسی کے نزدیک

کسی درخت،

کسی پہاڑ،

کسی جنگل میں تپسیہ کرنے،

کسی دیوی دیوتا کے سامنے معصوم بچوں کو بھینٹ چڑھا کر ہی عبادت ہوسکتی ہے،

کسی کے نزدیک سال، مہینہ، یا ہفتہ میں

کسی خاص دن،

کسی خاص جگہ،

خاص کپڑا پہن کر،

یا منھ پر کپڑا باندھ کر

نیم برہنہ اُدھ ننگا ہو کر

گلے میں مالا، دھاگا، ڈال کر

یا کمر میں ہتھیار لٹکا کر ہی عبادت ہوسکتی ہے،

جب کہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں کہ

انسان کو ہم نے پیدا کیا ہے

ہم نے اس کے اندر جسمانی اور نفسانی دونوں طرح کے تقاضے رکھے ہیں،

بھوک اس کو لگتی ہے،

پیاس اس کو لگتی ہے،

جسم ڈھانپنے کے لیے کپڑے کی ضرورت اس کو پڑتی ہے،

سر چھپانے کے لیے مکان کی اس کو ضرورت پڑتی ہے،

خواہش کو پورا کرنے کی اس کو ضرورت پڑتی ہے،
اس لیے وہ دنیا سے الگ تھلگ رہ کر وہ زندگی کیسے گزار سکتا ہے۔

یاد رکھیے،
اسلام ایک فطری مذہب ہے،
اسلام انسان کو فطرت ہی کے مطابق چلانا چاہتا ہے،
اسلام فطرتِ انسانی اور عادتِ انسانی سے ہٹ کر زندگی گزارنے کی ہرگز اجازت نہیں دیتا،
اسلام ترکِ دنیا اور ترکِ خواہشات سے منع نہیں کرتا،
بلکہ اسلام میں عبادت کا تصور تو یہ ہے کہ

دنیا میں رہو،
دنیا کے لوگوں کے ساتھ زندگی گزارو،
ایک بن کر،
نیک بن کر،
اچھے اور سچے انسان بن کر، زندگی گزارو۔
زندگی ایسی جیو کہ دشمن بھی رشک کرے
اور موت ایسی مرو کہ دیر تک دنیا ماتم کرے
اسلام تو انسان کی چوبیس گھنٹہ کی زندگی کو عبادت بنانا چاہتا ہے۔ اسلام تو کہتا ہے کہ اگر انسان اپنی
نماز سے باہر والی زندگی
دوکان و مکان والی زندگی
کھیت اور کھلیان والی زندگی
گھر اور مسجد والی زندگی
محلہ اور بازاروں والی زندگی

دوستی اور دشمنی والی زندگی

عہدہ اور منصب والی زندگی

اقتدار اور کرسی والی زندگی

خوشی اور غم والی زندگی

بیماری اور صحت والی زندگی

سونے اور جاگنے والی زندگی

پیدائش اور موت والی زندگی

کو اگر انسان اللہ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق گزارتا ہے تو اس کی زندگی کا ہر منٹ، ہر ہر سکینڈ عبادت میں لکھا جائے گا۔

اسلام نے ایمان والوں کو عبادت کا ایک جامع اور کامل تصور دیا ہے اسلام میں صرف نماز پڑھنا ہی عبادت نہیں ہے۔

کون کہتا ہے کہ نماز ہی عبادت ہے۔

نماز ہی عبادت نہیں بلکہ نماز بھی عبادت ہے۔

نماز تمام عبادتوں میں سب سے افضل اور اعلیٰ عبادت ہے۔

نماز دوسرے نیک اعمال اور عبادات کے قبول ہونے کا بہت بڑا ذریعہ اور وسیلہ ہے۔

نماز اللہ اور بندہ کے درمیان ملاقات کا سب سے بڑا ذریعہ ہے نماز دنیا کے تمام مسائل کو حل کرنے کا ذریعہ ہے۔

نماز دنیا کی تمام مصیبتوں اور پریشانیوں کو ختم کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

کل قیامت کے دن نماز کے بغیر دوسرے اعمال قبول ہی نہیں ہوں گے۔

نماز ہی انسان کو بار بار اس کے مقصد زندگی کو یاد دلانے کا ذریعہ ہے۔

بار بار احساسِ بندگی یاد دلانے کا وسیلہ ہے۔

نماز ہی زندگی کے تمام شعبوں میں بندہ کو بندہ بن کر زندگی گزارنے کی ٹریننگ دیتی ہے۔

اور یہ بندہ سے کہتی ہے کہ اے اللہ کے بندو جس طرح تم نماز میں اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور اطاعت میں اپنی گردن اور سر کو جھکائے رہتے ہو۔

اسی طرح تم نماز سے باہر بھی اپنی زندگی کے تمام کاموں میں اللہ تعالیٰ کے حکموں کے آگے اپنا سر جھکا دو۔

آج ہم نے ایک اللہ کے در کو چھوڑا جس کی وجہ سے در در کی ٹھوکریں کھا رہے ہیں، ذلت ورسوائی کے سمندروں میں غوطہ کھا رہے ہیں۔

میرے دوستو! یاد رکھو، جب تک ہم ایک اللہ کے در کے آگے اپنا سر جھکانے والے نہیں بنیں گے، اس وقت تک ہم ذلت ورسوائی کی گہری کھائی سے نہیں نکل پائیں گے، اس لیے کہ قرآن پاک میں اللہ رب العزت کا صاف طور سے اعلان ہے:

وَاَنۡتُمُ الۡاَعۡلَوۡنَ اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ

اس وقت تک دنیا میں تمہیں عزت نہیں ملے گی جب تک تم سچے اور پکے مسلمان نہیں بنو گے۔

سرنگوں پربت ہوا اور راہ دریا بن گیا
منزلوں نے قدم چومے رُخ جدھر ہم نے کیا
یہ زمین کیا آسماں پر تھے ہمارے تذکرے
مشعل ساتھ لے کر جب سفر ہم نے کیا
باعمل تھے نور ایماں کا دلوں میں جوش تھا
معرکہ تب قیصر و کسریٰ کا سَر ہم نے کیا

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آج ہمارے کچھ مسلمان بھائی نماز، روزہ، حج زکوٰۃ ہی کو عبادت سمجھتے ہیں، اور باقی زندگی کے تمام کاموں میں خدا تعالیٰ کی رضا اور منشاء کے خلاف زندگی گزارنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے ہیں، باقی زندگی کے تمام کاموں میں خدا تعالیٰ کی فرماں برداری اور اطاعت کے مطابق

زندگی گزارنے کی ضرورت ہی نہیں محسوس کرتے۔

چنانچہ وہ نماز تو پڑھتے ہیں، مگر شادی، بیاہ میں نبی ﷺ کی سنتوں کا مذاق اڑانے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

وہ شادی بیاہ کے موقعہ پر، جہیز کے نام پر، مہذب طریقہ سے دوسرے کا گھر لوٹنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

نماز تو پڑھتے ہیں، مگر سودی کاروبار کرنے، لین دین میں جھوٹ بولنے دھوکا دینے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

نماز تو پڑھتے ہیں مگر فلم دیکھنے، گانا سننے، فضول خرچی کرنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

نماز تو پڑھتے ہیں مگر وہ یتیموں، مسکینوں اور بیواؤں کا مال ہڑپ کرنے ناجائز طریقہ سے کسی کی زمین پر قبضہ کرنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

نماز تو پڑھتے ہیں مگر وہ سنتوں کے خلاف بدعتوں کو، توحید کے خلاف شرک کو اختیار کرنے کو گناہ ہی نہیں سمجھتے

اسی طرح بعض عورتیں بھی نماز پڑھتی ہیں مگر بازاروں میں بے پردہ گھومنے، بے حیائی کے لباس پہننے کو گناہ ہی نہیں سمجھتیں۔

یادرکھو! اس طرح کی فسق وفجور والی زندگی انسان کو جہنم میں منہ کے بل گرائے گی۔

اور کچھ تو وہ مسلمان ہیں جو نماز تو نہیں پڑھتے، مگر اطاعت وفرماں برداری کے کچھ طریقے انہوں نے اختیار کررکھے ہیں۔

مثلاً وہ شراب نہیں پیتے۔

وہ جوا نہیں کھیلتے۔

چوری اور ڈکیتی نہیں کرتے۔

جھوٹ نہیں بولتے۔

دھوکا نہیں دیتے۔

وہ اپنے گھر کی عورتوں کو سختی سے پردہ میں رکھتے ہیں۔

زکوٰۃ بھی دیتے ہیں۔

خیرات بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح ثواب کے کام، وہ خوب کرتے ہیں، مگر نماز نہیں پڑھتے، یا عورتیں ہیں،

جو خوب پردہ میں رہتی ہیں،

شوہر کی اطاعت بھی کرتی ہیں،

شوہر کی امانت اور عزت کی حفاظت بھی کرتی ہیں،

مگر نماز نہیں پڑھتیں۔

ان دونوں باتوں کو ایک مثال سے سمجھیے، بس ڈپو پہ دیکھا ہوگا کہ ہر ڈرائیور کے لیے ضروری ہوتا ہے کہ پہلے رجسٹر پر دستخط کرے، پھر وہ بس کو روڈ پر لے جائے اب اگر کوئی ڈرائیور دستخط تو کرتا ہے، مگر بس باہر نکالنے کے بجائے وہیں بیٹھ کر باتوں میں، گپ شپ میں، جوا کھیلنے، گانے سننے میں، اپنا وقت گزارتا ہے، تو ایسی صورت میں حکومت اس ڈرائیور کے خلاف بھی نوٹس جاری کرتی ہے، اور ایک وہ ڈرائیور ہے جو دستخط تو نہیں کرتا مگر دن بھر پوری ڈیوٹی انجام دیتا ہے، حکومت اس کے خلاف بھی نوٹس جاری کرتی ہے، بالکل ایسا ہی حال آج کے ہم مسلمانوں کا ہے، یا تو ہم دستخط نہیں کرتے یعنی نماز نہیں پڑھتے مگر دن بھر دوسرے نیک کام کو انجام دیتے رہتے ہیں، یا دستخط تو کرتے ہیں مگر ڈیوٹی انجام نہیں دیتے یعنی نماز تو پڑھتے ہیں، مگر نماز سے باہر والی زندگی کو اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری اور حکم کے مطابق نہیں گزرتے، ایسے لوگوں کو اللہ رب العزت مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

"يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا ادْخُلُوا فِي السِّلْمِ كَافَّةً"

اے ایمان والو! اسلام میں پورے پورے داخل ہو جاؤ۔

نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ، ایمان کے یہ صرف چار ستون ہیں اور صرف چار ستونوں کو گھر کا نام نہیں دیا جاتا، جب تک ان چار ستونوں پر مکمل احکام خداوندی اور مکمل طریقۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی چھت ڈالی نہیں

جائے گی، تب تک وہ گھر، گھر ہی نہیں کہلائے گا اسلام کے ستون کیا ہیں اسلام کے ستون چار ہیں:

(۱) نماز (۲) روزہ (۳) حج (۴) زکوٰۃ

اور اسلام کے چھت کیا ہیں؟

اسلام کے چھت ہیں،

عبادات،

معاملات،

معاشرت،

اور اخلاقیات،

اگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ ہی عبادت ہوتے، تو اللہ رب العزت قرآن کریم میں اپنے تمام احکام پر عمل کرنے کی تاکید، اور وعید کیوں بیان فرماتے، چنانچہ ارشاد خداوندی ہے:

وَالْعَصْرِ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِیْ خُسْرٍ اِلَّا الَّذِیْنَ آمَنُوْا وَعَمِلُوْا الصّٰلِحَات... الآیة

اسلام نام ہے، ایمان اور اعمال صالحہ کا، اور کل آخرت میں جنت کی خوشخبری ان ہی دونوں چیزوں پر ہی دی جائے گی۔

اللہ رب العزت ہم سب کے اندر پورے پورے اسلام پر عمل کرنے کا جذبہ اور حوصلہ پیدا فرمائے۔

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❀-----❀❀❀❀-----❀

محمد رسول اللہ والذین معہ اشداء علی الکفار رحماء بینھم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

---- ❁ ---- ❁ ---- ❁

--- تعجب ہے اس شخص پر جو دوزخ کو حق جانتا ہے مگر پھر بھی گناہ کرتا ہے۔

--- تعجب ہے اس شخص پر جو جنت کو حق جانتا ہے مگر اس کو حاصل کرنے کی کوشش نہیں کرتا۔

--- تعجب ہے اس شخص پر جو قبرستان تو جاتا ہے مگر عبرت حاصل نہیں کرتا۔

--- تعجب ہے اس شخص پر جو شیطان کو اپنا دشمن جانتا ہے مگر پھر بھی اس کی اطاعت کرتا ہے۔

--- تعجب ہے اس شخص پر جو مرنے پر یقین رکھتا ہے مگر اس کی تیاری نہیں کرتا۔

---- ❁ ---- ❁ ---- ❁

گناہ

کیا ہے!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینه ونستغفرہ ونؤمن به ونتوکل علیه و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشهد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک له و لا نظیر له و لا وزیر له و لا مشیر له و لا معین له و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافة للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنه وسراجا منیرا۔ اَمّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ۔

وقال النبی ﷺ: اِتَّقِ الْمَحَارِمَ تَكُنْ اَعْبَدُ النَّاسِ۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ٥

اللہ سے ڈرنے والوں کو طاقت سے ڈرانا مشکل ہے
جب خوفِ خدا ہو دل میں قیصر و کسریٰ کچھ بھی نہیں
یہ عظمت باطل دھوکا ہے یہ سطوتِ کافر کچھ بھی نہیں
مٹی کے کھلونے ہیں سارے یہ کفر کے لشکر کچھ بھی نہیں
ہر شخص سے کہہ دو پیش کرے اخلاص و مروت کی دولت
کردار سے قومیں بنتی ہیں افکار کے چکر کچھ بھی نہیں

میرے محترم بزرگو اور دوستو! قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

''وَذَرُوا ظَاهِرَ الْإِثْمِ وَبَاطِنَهُ'' اے میرے بندو!! چھوڑ دو ان گناہوں کو جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور چھوڑ دو ان گناہوں کو جو تم چھپ کر کرتے ہو۔

گناہ کے معنی کیا ہیں؟ لغت میں جرم، نافرمانی اور قانون توڑنے کو گناہ کہتے ہیں،

اصطلاحِ شرع میں۔۔۔شریعت کی زبان میں۔۔۔

اللہ رب العزت کے مبارک حکم کو توڑنے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مبارک سنت چھوڑنے کو گناہ کہتے ہیں۔

گناہ کی دو قسمیں ہیں، ایک ہے چھوٹا گناہ، جس کو گناہ صغیرہ کہا جاتا ہے،

ایک ہے بڑا گناہ، جس کو گناہ کبیرہ کہا جاتا ہے۔

حدیث شریف میں آتا ہے جب بندہ کسی گناہ کو بڑا سمجھ کر کرتا ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کے یہاں چھوٹا ہو جاتا ہے، اور جب بندہ کسی گناہ کو چھوٹا سمجھ کر کرتا ہے، تو وہ بڑا ہو جاتا ہے، عام طور پر اس زمانہ میں انسان بڑے بڑے گناہ کچھ زیادہ ہی کرتا ہے، مثال کے طور پر نماز نہ پڑھنا،

غیبت کرنا،

جھوٹ بولنا،

گالی دینا،

وعدہ خلافی کرنا،

ڈاڑھی کاٹنا یا صاف کروانا،

عورتوں کا بے پردہ گھومنا،

میوزک اور گانے سننا،

ٹی وی دیکھنا،

مردوں کا عورتوں کی طرح یا عورتوں کا مردوں کی طرح لباس پہننا،

ان کی جیسی شکل وصورت بنانا،

کسی کا عیب تلاش کرنا،

امانت میں خیانت کرنا،

اور سود ور شوت لینا اور دینا،

تکبر حسد اور گھمنڈ کرنا،

شراب پینا،

حرام مال کھانا،

پڑوسی کو ستانا،

اس جیسے جو بھی کام ہو سکتے ہیں ان کو کرنا، یہ سب بڑے گناہ کہلاتے ہیں، جو آدمی گناہ کرتا ہے اس کا دنیا میں بھی نقصان ہوتا ہے اور آخرت میں بھی۔

یاد رکھیے!!! دنیا کی سب سے بڑی دولت دل کا سکون ہے، اس سے بڑھ کر دنیا میں اور کوئی دولت نہیں ہو سکتی، جو آدمی گناہ کرتا ہے تو اللہ رب العزت سب سے پہلے اس کو دنیا میں یہ سزا دیتے ہیں، دنیا میں اس کا یہ نقصان ہوتا ہے، کہ اللہ پاک اس کے دل سے چین وسکون جیسی دولت چھین لیتے ہیں۔

اس کے مال میں برکت نہیں رہتی۔

اس کے عمر میں برکت نہیں ہوتی۔

اس کے چہرے پر رونق نہیں ہوتی۔

اس کے اکثر کاموں میں دشواری پیدا ہوتی ہے۔ اللہ رب العزت اس سے نیک کام کی توفیق چھین لیتے ہیں۔

اور جو گناہ کو گناہ نہیں سمجھتا تو اللہ رب العزت سب سے پہلے اس کو یہ سزا دیتے ہیں کہ اس سے توبہ کی توفیق چھین لیتے ہیں اور اس کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں۔

کبھی نصرت نہیں ملتی درِ مولیٰ سے گندوں کو

کبھی ضائع نہیں کرتا خدا اپنے بندوں کو

اور جو گناہ پر گناہ کرتا ہے اور توبہ نہیں کرتا، تو دنیا کی دوسری مخلوق چرندے، پرندے، درندے یہاں تک کہ سمندر کی مچھلیاں اور بلوں میں رہنے والی چیونٹیاں بھی، اس شخص کے لیے بددعائیں کرتی ہیں، اور سب سے بڑی محرومی یہ ہے کہ وہ گناہ کر کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جیسی بابرکت شخصیت کو تکلیف پہونچاتا ہے اور جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہونچاتا ہے تو اس کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

ایک آدمی مرنے لگا کسی نے اس سے کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو وہ کہنے لگا کہ میں چاہتا ہوں کہ کلمہ پڑھوں مگر کوئی میری زبان پکڑ لیتا ہے۔

ایک آدمی سے مرتے وقت کلمہ پڑھنے کے لیے کہا گیا تو اس نے کہا کہ میں اس کو نہیں مانتا اور اسی حالت میں مر گیا۔

ایک حدیث میں آتا ہے جب آدمی گناہ پر گناہ کرتا ہے، تو اس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور جس کا دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے، تو گناہ اس کے دل میں بالکل رچ بس جاتا ہے اور جس کے دل میں گناہ بالکل رچ بس جاتے ہیں، تو مرتے وقت اس کی زبان سے وہی نکلتا ہے، جو اس کے دل میں ہوتا ہے عربی مقولہ ہے:

كُلُّ اِنَاءٍ يَتَرَشَّحُ بِمَا فِيهِ۔ برتن سے وہی نکلتا ہے جو اس میں ہوتا ہے

جب آدمی کے دل میں گناہ ہوگا، تو مرتے وقت اس کی زبان سے گناہ ہی کی باتیں نکلیں گی۔

ایک آدمی سے مرتے وقت کہا گیا کہ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہو، تو اس نے گانا گانا شروع کر دیا۔

ایک آدمی مرتے وقت یہی کہہ رہا تھا کہ شراب کی ایک جام اور پلا دو، ایک جام اور پلا دو، اور اسی حالت میں مر گیا۔

جب آدمی گناہ پر گناہ کرتا ہے، تو اس کے دل سے گناہ کی نفرت اور برائی نکل جاتی ہے، جب آدمی کے دل سے گناہ کی برائی نکل جاتی ہے، تو اس کے اندر سے غیرت اور شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے، جب آدمی کے اندر سے شرم و حیا ختم ہو جاتی ہے، تو وہ ایسے ایسے گناہ اور ایسے ایسے پاپ کرتا ہے، جس کو سن کر رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

چنانچہ ایک آدمی مولانا یوسف صاحب بنوری رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ میں نے اپنی بیٹی کے ساتھ زنا کیا ہے اس سے معافی کی کیا صورت ہوگی۔

ایک مرتبہ دار العلوم کے دار الافتاء میں ایک عورت کا فون آیا کہ میری بچی جوان ہوگئی ہے، اس کا باپ اس کو بری نظر سے دیکھتا ہے، اب آپ ہی بتلائیں، کہ ہم کیا کریں۔ پوری پوری رات پہرہ دینا پڑتا ہے، اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے ''اذا فاتك الحياء فافعل ماشئت'' جب آدمی کے اندر سے حیاء اور غیرت ختم ہو جاتی ہے تو وہ ایسی ایسی حرکتیں کرتا ہے، اور ایسی ایسی باتیں کہہ ڈالتا ہے جس کو آدمی سوچ بھی نہیں سکتا۔

چنانچہ یورپ کا ایک طبقہ یہ مطالبہ کرنے لگا ہے کہ بہن سے شادی کی اجازت دو، اس لیے کہ دوسری عورتوں کے مقابل میں بہن اپنے بھائی کے مزاج اور عادت سے زیادہ واقف ہوتی ہے، اس لیے جب گھر میں عورت موجود ہے، تو پھر باہر سے عورت لانے کی کیا ضرورت ہے۔

یورپ میں ایک ایسا طبقہ بھی وجود میں آگیا ہے، جو یہ کہہ کر کپڑا پہننے سے انکار کر رہا ہے کہ جب آدمی ننگے پیدا ہی ہوا ہے، تو اب کپڑا پہننے کی کیا ضرورت ہے، ان کے لیے ایک سیدھا سا جواب، تو یہ ہے، کہ ان سے کہا جائے اپنے دانت بھی توڑ لو، اس لیے کہ جب آدمی پیدا ہوتا ہے تو اس کے دانت بھی نہیں ہوتے۔

خدا جب عقل لیتا ہے تو حماقت آ ہی جاتی ہے
جب ہوں گناہ پر گناہ تو ضلالت آ ہی جاتی ہے

تو میں یہ عرض کر رہا تھا، کہ جب آدمی گناہ کرتا ہے، تو اللہ پاک اس کو سب سے پہلے دنیا میں یہ سزا دیتے ہیں، کہ اس کے دل کا چین وسکون جیسی انمول دولت چھین لیتے ہیں، آج دنیا کا ہر انسان، دل کا سکون چاہتا ہے، لیکن افسوس کہ آج کا بیوقوف انسان دل کا سکون حاصل کرنے کے لیے

ٹی وی دیکھ رہا ہے،

گانے سن رہا ہے،

دل کے سرور کے لیے، شراب پی رہا ہے،

ٹینشن فری ہونے کے لیے، نیند کی گولیاں کھا رہا ہے،

نائٹ کلبوں میں جا رہا ہے،

جھوٹے قصے اور ناولوں کو پڑھ کر دل بہلا رہا ہے،

یاد رکھیے!!! گناہ کر کے دل کا سکون حاصل کرنا ایسے ہے جیسے سمندر میں آگ تلاش کرنا۔ گناہ اور بے چینی کا آپس میں تعلق ایسے ہے جیسے آگ اور گرمی کا آپس میں تعلق ہوتا ہے۔

گناہ کرنے والے کے دل میں بے سکونی کی بتی ایسے جلتی ہے، جیسے بوفے سسٹم میں ٹرے کے نیچے آگ کی بتی جلتی رہتی ہے، جو اس ٹرے کو ہر وقت گرم کیے رہتی ہے، اسی طرح گناہ کی بتی گناہ کرنے والے کے دل کو ہر وقت بے چین کیے رہتی ہے، جب کہ اللہ رب العزت اپنے بندوں کو پکار کر کہتے ہیں:

او میرے بندے!!!

تو نے، دولت کے انبار لگا لیے، مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے، رقص و سرور کی محفلیں سجائیں، مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے، جوئے اور سٹے کا بازار گرم کیا، مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو نے، مینا و ساغر کا استعمال کر کے دیکھا، مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

تو چاند اور ستاروں تک جا پہنچا، مگر تجھے سکون نہ مل سکا۔

اے بھولے بھٹکے مسافر، میں تیرا رب ہوں تو میرے دروازے پر آ،

میں تجھے بتاتا ہوں کہ نہ تو سیم و زر کی چھنا چھن، تجھے سکون دے سکتی ہے

نہ رقص و سرور، تیری بیماریوں کا علاج ہے،

نہ منشیات کا استعمال تیرے قلب و دماغ کو سکون دے سکتا ہے،

اگر تجھے سکون ملے گا، تو میری یاد کی چھاؤں میں ملے گا،

میرے ذکر کی خوشبو سے ملے گا۔

اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ۔

اے میرے بندے!!! تو اپنے دل میں مجھے یاد کر کے دیکھ، میں تمہارے دل کو خوشی اور کیف و سرور سے نہ بھر دوں تو کہنا۔

اے میرے بندے!!! تو میرے در پے اپنا سر رکھ کر کے دیکھ، تیری آتما کو شانتی نہ ملے تو کہنا۔

ایک مرتبہ ایک یوروپین عورت نے خودکشی کرتے وقت ایک پرچہ پر لکھا، کہ میں نے دل کا سکون حاصل کرنے کے لیے، دنیا بھر کی تمام لذتوں سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کی، مگر پھر بھی مجھے دلی سکون نہیں ملا، اس وجہ سے آج میں خودکشی کر رہی ہوں۔

یہی وجہ ہے آج جن ملکوں میں گناہوں کی کثرت اور بہتات ہے، ان ہی ملکوں میں خودکشی کے رجحانات زیادہ پائے جاتے ہیں، اس لیے یاد رکھو،

میرے دوستو!

عدل وانصاف فقط حشر پہ موقوف نہیں
زندگی خود بھی گناہوں کی سزا دیتی ہے

جب آدمی گناہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کے دل میں چند قسم کے خیالات ابھر کر سامنے آتے ہیں،

آدمی گناہ کرتے وقت دل میں یہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے،

یا یہ سوچتا ہے کہ میرے پاس کوئی نہیں ہے،

یا کسی کو کیا پتہ،

میں کیا کر رہا ہوں،

یا یہ سوچتا ہے کہ میرا کوئی کیا بگاڑ سکتا ہے،

جب بندہ یہ سوچتا ہے کہ مجھے کوئی نہیں دیکھ رہا ہے تو اللہ رب العزت اس کے جواب میں فرماتے

ہیں: اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادْ

اے، اپنے رب سے غافل انسان، تیرا رب تو تجھے ایسے گھات لگا کر دیکھ رہا ہے جیسے شکاری شکار دیکھتا ہے:

جو کرتا ہے چھپ کر تو اہل جہاں سے
کوئی دیکھتا ہے تجھے آسماں سے

جب بندہ یہ سوچتا ہے کہ
میرے پاس کوئی نہیں ہے
جس کا تھا ڈر
وہ نہیں ہے گھر
اب جو چاہے کر

تو اللہ رب العزت اس کے جواب میں فرماتے ہیں: وَهُوَ مَعَكُمْ اَيْنَ مَا كُنْتُمْ

اے میرے بندو!!! تم چاہے جہاں بھی رہو میں ہر وقت تمہارے ساتھ رہتا ہوں

جب بندہ یہ سوچتا ہے، کسی کو کیا پتہ میں کیا کر رہا ہوں، تو اللہ رب العزت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

يَعْلَمُ خَائِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ

اے میرے بندے، مجھے سب کچھ معلوم ہے، جو تو کرتا ہے یا کرنے کا ارادہ کرتا ہے۔

جب بندہ یہ سوچتا ہے کہ کوئی میرا کیا بگاڑ لے گا، تو اللہ رب العزت اس کے جواب میں فرماتے ہیں:

اِنَّ اَخْذَهٗ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ

میری پکڑ بڑی دردناک اور سخت ہے

وَلَا يُوْثِقُ وَثَاقَهٗ اَحَدٌ

میں تمہیں ایسے زبردست طریقہ سے باندھوں گا، کہ تمہیں کوئی دوسرا ایسا باندھ ہی نہیں سکتا۔

إِنِّيٓ أُعَذِّبُهُۥ عَذَابًا لَّآ أُعَذِّبُهُۥٓ أَحَدًا

میں تمہیں ایسی دردناک عذاب دوں گا کہ کوئی دوسرا ایسا عذاب دے ہی نہیں سکتا۔

اے نادان، کب تک تو، اکڑ پھوں دکھائے گا، ایک دن تو میرے جال میں پھنس، کر میرے ہی پاس آئے گا۔

ایک مرتبہ حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا،

اے میرے بیٹے، جب تمہارا ارادہ کسی گناہ کے کرنے کا ہو، تو گناہ کو کرنے کے واسطے ایسے مقام کو تلاش کر، کہ جہاں، اللہ اور اس کے فرشتے، نہ دیکھتے ہوں، اگر ایسا کوئی مکان نہ ملے، تو گناہ سے بچ۔

جس طرح تم اپنوں اور بیگانوں سے شرم کرتے ہو، اسی طرح خدا سے بھی شرم کرو، اور خدا سے تو ادنیٰ سے ادنیٰ جانور بھی خوف کھاتے ہیں، تُو تو انسان ہے انسان کو اور زیادہ ہی خوف کھانا چاہئے، حدیث شریف میں آتا ہے جو آدمی گناہ کرتا ہے کل قیامت کے دن چھ چیزیں اس کے خلاف گواہی دیں گی۔

پہلا گواہ؛ انسان کے نامۂ اعمال۔

دوسرا گواہ؛ وہ فرشتہ جو انسان کا نامۂ اعمال لکھتا ہے۔

تیسرا گواہ؛ زمین کا وہ حصہ جس کے اوپر گناہ کیا گیا۔

چوتھا گواہ؛ آسمان کا وہ حصہ جس کے نیچے گناہ کیا گیا۔

پانچواں گواہ؛ جسم کے وہ اعضاء جس سے گناہ کیا گیا۔

چھٹا گواہ؛ وہ دن اور رات جس میں گناہ کیا گیا۔

حدیث کی کتابوں میں لکھا ہے کہ کل قیامت کے دن جب گنہگار بندہ کا نامۂ اعمال خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا، اور اس سے سخت باز پرس ہوگی، تو وہ انکار کرے گا اور کہے گا: یا اللہ یہ گناہ، تو میں نے کیا ہی نہیں تھا، فرشتے نے یوں ہی لکھ دیا تھا۔ تو اللہ رب العزت اس فرشتے سے پوچھیں گے، کیا یہ بندہ سچ کہہ رہا ہے، تو وہ فرشتہ اس بندہ سے کہے گا، کہ کیا تو نے فلاں دن، فلاں جگہ، یہ گناہ نہیں کیا تھا تو وہ انکار کرے گا۔

پھر اللہ رب العزت، اس زمین کو گواہ میں پیش کریں گے، جہاں اس نے گناہ کیا تھا، تب بھی ا
انکار کرے گا۔

اس دن اور رات کو بھی پیش کریں گے، جس میں وہ گناہ کیا تھا، تب بھی وہ انکار کرے گا۔

پھر اللہ رب العزت اس کے منہ پر مہر لگا دیں گے، اور اس کے جسم کے اعضاء سے کہیں گے کہ اب تم گواہی دو تو اس کے اعضاء اس کے خلاف گواہی دیں گے۔

اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰىٓ اَفْوَاهِهِمْ وَتُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ وَتَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ

شاعر کہتا ہے:

بے نشاں ہوجائے گا گلزارِ دنیا ایک دن
خار کا اس میں پتہ ہوگا نہ گل کا ایک دن
ہیں کہاں فرعون و نمرود و شداد
جن کو تھا اپنے خدا ہونے کا دعویٰ ایک دن
موت کہتی ہے نہ اترا زور و طاقت میں تو
خاک کر ڈالوں گی تیرا زور سارا ایک دن
کر برائی سے حذر جا سوس تیرے ساتھ ہیں
ہوں گے دشمن سب کے سب تیرے اعضاء ایک دن
آخر اس دارِ فانی سے سب کو جانا ہے عزیز
یوں ہی طے ہوجائے گا دنیا کا قصہ ایک دن

میرے دوستو! ذرا غور کرو کیا ہوگا، اس دن ہمارا، جس دن کے بارے میں قرآن نے کہا:

''يَوْمَ يَفِرُّ الْمَرْءُ مِنْ اَخِيْهِ''

وَاُمِّهٖ وَاَبِيْهِ. ''وَصَاحِبَتِهٖ وَبَنِيْهِ'' لِكُلِّ امْرِئٍ مِّنْهُمْ يَوْمَئِذٍ شَاْنٌ يُّغْنِيْهِ.

جس دن ماں بیٹی سے بیگانی ہوجائے گی،

جس دن باپ بیٹے سے دور بھاگے گا،

جس دن بھائی بھائی کو نہیں پہچانے گا،

جس دن بیوی شوہر سے نا آشنا ہو جائے گی،

جس دن اولاد ساتھ چھوڑ دے گی،

یہاں تک کہ دوست بے وفائی کریں گے،

نوکر، ٹکا سا جواب دیں گے،

جس دن اپنی جان بھی پرائی ہو جائے گی،

اپنے جسم کے حصہ بھی پرائے ہو جائیں گے،

یہاں تک کہ ہر مجرم اپنے آپ سے رسوا ہوگا،

ہاتھ، پیر، کھلم کھلّا خدا کے سامنے لوگوں کے گناہوں کی گواہی دیں گے۔

یہ ہاتھ کہے گا کہ اے اللہ، ہمارے ذریعہ اس نے

فلاں گناہ کیا تھا،

فلاں کو بے جا مارا تھا،

فلاں کو ناحق ستایا تھا،

فلاں کا مال زبردستی چھینا تھا،

فلاں کا مال چوری کیا تھا۔

یہ پیر ہمارے خلاف گواہی دے گا، اے اللہ، یہ فلاں فلاں، گناہ کرنے کے لیے میرے ذریعہ چل کر گیا تھا۔

یہ ہماری آنکھیں ہمارے خلاف گواہی دیں گی کہ اے اللہ

یہ میرے ذریعہ، حرام اشارہ کیا کرتا تھا،

یہ میرے ذریعہ، ٹی وی میں، بازاروں میں، نامحرم عورتوں کو دیکھا کرتا تھا۔

یا اللہ! یہ میرے ذریعہ گھنٹوں گھنٹوں بیٹھ کر فلمیں دیکھا کرتا تھا۔

یہ کان، ہمارے خلاف گواہی دے گا،

یا اللہ! یہ غلط باتوں کی طرف ہمیشہ کان لگائے رہتا تھا،

یا اللہ! یہ میرے ذریعہ گانے اور نغمے سن سن کر اپنا وقت گزارا کرتا تھا۔

یہ ہونٹ، کہے گا اس نے میرے ذریعہ اس طرح بوسہ بازی کی تھی۔

یہ زبان، ہمارے خلاف گواہی دے گی، یا اللہ یہ میرے ذریعہ جھوٹ بول کر لوگوں کو دھوکا دیا کرتا تھا، نامناسب باتیں کر کے، لوگوں کا دل دکھایا کرتا تھا، مجلس جما کر گھنٹوں لوگوں کی غیبتیں کیا کرتا تھا۔

یہ پیٹ ہمارے خلاف گواہی دے گا، یا اللہ میرے اندر حرام لقمہ ڈال کر مجھے تکلیف پہونچایا کرتا تھا۔

شرمگاہ کہے گی، یہ میرے ذریعہ زنا کیا کرتا تھا۔

جب مجرم، یہ حال دیکھے گا، کہ یہاں تو اپنے بھی، اور پرائے بھی بے گانہ ہو گئے، تو گھبرا کر روتا ہوا اللہ پاک سے کہے گا:

يَوَدُّ الْمُجْرِمُ لَوْ يَفْتَدِيْ مِنْ عَذَابِ يَوْمِئِذٍ بِبَنِيْهِ وَصَاحِبَتِهٖ وَاَخِيْهِ وَفَصِيْلَتِهِ الَّتِيْ تُؤْوِيْهِ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ثُمَّ يُنْجِيْهِ

یا اللہ میری اولاد کو اور میری بیوی بچوں کو دوزخ میں ڈال دے لیکن مجھے بچا لے۔

اے اللہ اگر تجھے یہ بھی قبول نہیں، تو میرے بھائیوں کو اور خاندان والوں کو جہنم میں ڈال دے لیکن مجھے بچا لے۔

اے اللہ اگر تجھے یہ بھی قبول نہیں، تو دنیا کے سارے انسانوں کو جہنم میں ڈال دے لیکن مجھے بچا لے۔

تو اللہ رب العزت فرمائیں گے، کَلَّا، ایسا ہرگز نہیں ہوگا

لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی (الآیۃ)

آج تو انصاف کا دن ہے، آج کوئی کسی کا بوجھ نہیں اٹھائے گا

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ

آج تیرا عمل، تیری گردن پر، اس کا عمل، اس کے گردن پر ہوگا۔

پھر اللہ رب العزت حکم فرمائیں گے، اے فرشتو! اسے لے جاؤ، اٹھا کر جہنم میں پھینک دو۔

پھر جہنمی جہنم کے عذاب سے پریشان ہو کر موت موت چلائے گا جہنم میں موت کی تمنا کرے گا۔

مگر میرے دوستو! قیامت کے دن موت کو بھی موت آچکی ہوگی۔ جہنم میں تو موت کا تصور بھی نہیں ہوگا۔

میرے دوستو! آج تو ہم دنیا کی مصیبتوں اور پریشانیوں سے عاجز آکر کہہ دیتے ہیں مرجائیں گے، لیکن وہاں تو موت ہی نہیں آئے گی شاعر کہتا ہے:

اب تو گھبرا کے کہہ دیتے ہیں مرجائیں گے
مر کر بھی چین نہ آیا تو کدھر جائیں گے

اس لیے میرے دوستو!

آخرت کی فکر کرنی ہے ضرور
جیسی کرنی ویسی بھرنی ہے ضرور
عمر یہ اک دن گزرنی ہے ضرور
قبر میں میت اترنی ہے ضرور
ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁----❁❁❁❁----❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- گناہ کرنا اپنے کو جہنم کے قریب کرنا ہے۔

--- گناہ شروع میں مکڑی کے جالے کی طرح انتہائی کمزور ہوتا ہے، مگر اس کو نہ چھوڑنے پر، بعد میں وہ جہاز کے لنگر سے بھی زیادہ مضبوط ہو جاتا ہے۔

--- گناہ سے توبہ نہ کرنا، انتہائی بے وقوفی ہے، اس لیے کہ گناہ پر عذاب یقینی ہے مگر بغیر توبہ کے کل قیامت میں اس کی معافی یقینی نہیں۔

---اگر انسان چالیس کی عمر تک گناہ نہیں چھوڑتا، اور توبہ کی کوشش بھی نہیں کرتا، تو شیطان اس کے چہرے پر اپنا ہاتھ پھیر کر کہتا ہے کہ نجات نہ پانے والے چہرے پر، میں فدا ہوں۔

--- گناہوں پر شرمندہ ہونا، گناہوں کو مٹا دیتا ہے نیکیوں پر مغرور ہونا، ان کو برباد کر دیتا ہے۔

دنیا و آخرت

میں گناہوں کے نقصانات!!!

إنّ الحمدلله. الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له ولا نظير له ولا وزير له ولا مشير له ولا معين له وصل علىٰ سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا. اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ قُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا o

و قال الله تبارك و تعالىٰ فى موضع آخر: وَ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ o

وقال النبى ﷺ: حيثما كنت واتبع السيئة الحسنة تمحها و خالق الناس بخلق حسن.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اتنی غفلت تو نہ کر اے مسلم خدا کے واسطے
فکر کر کچھ تو بھلا روزِ جزا کے واسطے
پڑھ کے تو قرآں کو کچھ جمع کر لے اب ثواب
قبر پر کون آئے گا پھر فاتحہ کے واسطے

کام دوزخ کی کرے جنت کا ہو امید وار
محل جنت تو بنا ہے پارسا کے واسطے
حق کی نافرمانیوں سے باز آتو باز آ
آگ دوزخ کی بھڑکتی ہے سزا کے واسطے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ایک مرتبہ ایک نوجوان حضرت ابراہیم ادہم رحمۃ اللہ علیہ کے پاس آیا اور کہا کہ حضرت کوئی ایسا طریقہ بتلا دیجیے، کہ گناہ بھی کرتا رہوں اور خدا کے عذاب سے بھی بچ جاؤں۔

تو حضرت نے فرمایا: جب تم کو گناہ کرنا ہو، تو ایسی جگہ جا کے کرو، جہاں خدا تعالیٰ تمہیں نہ دیکھے۔ تو اس نے کہا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے، وہ تو ہر جگہ ہے۔

پھر حضرت نے فرمایا کہ ایسا نہیں کر سکتے، تو اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی رزق کو نہ کھاؤ، تو اس نے کہا یہ کیسے ہوسکتا ہے پھر میں کیسے زندہ رہوں گا۔

پھر حضرت نے فرمایا: اگر یہ نہیں ہوسکتا، تو اللہ تعالیٰ کی بادشاہت اور سلطنت سے، اللہ تعالیٰ کی زمین سے باہر نکل کر گناہ کرو۔ اس نے کہا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے۔ پوری دنیا تو پانی کے ایک گڑھے کی طرح ہے اور انسان اس گڑھے کے مچھلی کی طرح ہے، نکل کر جائے گا تو کدھر جائے گا۔

پھر حضرت نے فرمایا: اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا تو ملک الموت، جب تمہاری روح قبض کرنے کے لیے آئیں گے، تو ان سے کہنا کہ تھوڑی دیر رک جاؤ، میں توبہ کرلوں، پھر روح قبض کرنا۔ تو اس نے کہا حضرت قرآن کریم میں اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَلَا يَسْتَقْدِمُونَ. (الآیہ)
جب موت آتی ہے تو وہ ایک سکینڈ کے لیے آگے اور پیچھے نہیں ہوتی۔

پھر توبہ کی مہلت کہاں ملے گی۔ تو حضرت نے فرمایا: یہ بھی نہیں ہوسکتا، تو قبر میں جب منکر نکیر تمہارے پاس آئیں گے، تو ان سے کہنا یہاں بلا اجازت کیسے آگئے، فوراً باہر نکل جاؤ، تو اس نے کہا کہ حضرت یہ کیسے ہوسکتا ہے، میرے اندر اتنی ہمت کہاں کہ ان کو باہر نکال سکوں۔

حضرت نے فرمایا: اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا، تو کل قیامت کے دن جب تمہارا نامۂ اعمال خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جائے گا اور اللہ رب العزت اپنے فرشتوں کو یہ حکم دیں گے، کہ اسے گھسیٹ کر جہنم میں پھینک دو، تو اللہ رب العزت کے سامنے ضد کر کے کھڑے ہوجانا، کہ میں تو جہنم میں نہیں جاؤں گا۔

تو اس نے کہا کہ حضرت میری کیا مجال، کہ اللہ سے ضد کروں۔

حضرت نے فرمایا: اے نادان، اگر تو ان میں سے کچھ بھی نہیں کرسکتا، تو پھر اپنے اس رب کی نافرمانی کیوں کرتا ہے، جس کے قبضۂ قدرت میں پوری کائنات کا ذرّہ، ذرّہ ہے۔

اے نادان، تو اس گناہ کو اپنے رب کے سامنے کیسے کرتا ہے، جس گناہ کو تو اپنے باپ کے سامنے، اپنے گھر والوں کے سامنے، اور اپنے معاشرہ کے لوگوں کے سامنے، نہیں کرسکتا۔

افسوس!!! کہ آج تجھ کو لوگوں کا خوف تو ضرور ہے مگر خدا کا خوف نہیں۔

افسوس!!! کہ آج تجھ کو اس بات کا خوف تو ضرور ہے کہ لوگ کیا کہیں گے۔ مگر اس بات کا خوف نہیں کہ جب تُو اس گناہ کو کریگا، تو تیرا رب تیرے ساتھ کیا کرے گا۔

جس رب نے گناہ کرنے کے پاداش میں، قومِ عاد وثمود کو آندھی اور طوفان کے ذریعہ زمین پر پٹخ پٹخ کر مارا۔

جس رب نے گناہ کرنے کے پاداش، میں قومِ نوح کو سیلاب میں ڈوبا کر مارا۔

جس رب نے گناہ کرنے کے پاداش میں، قومِ لوط کو زمین سے آسمان اور آسمان سے زمین پر دے مارا۔

جس رب نے گناہ کرنے کے پاداش میں، فرعون کو سمندر میں غرق کردیا۔

جس رب نے گناہ کرنے کے پاداش میں، قارون کو اس کے خزانہ کے ساتھ زمین میں دھنسا دیا۔

جس رب نے گناہ کرنے کی پاداش میں ابولہب اور ابوجہل کو دنیا میں ہی ذلیل ورسواء کردیا۔

جس رب نے ابرہہ کے لشکر کو ابابیل کے ذریعہ تہس نہس کردیا۔

وہی خدا آج بھی موجود ہے۔

وہی قدرت وطاقت اس کے ساتھ آج بھی موجود ہے۔

وہی خدا آج بھی ہمارے ساتھ وہی سب کچھ کرسکتا ہے، جو اس نے پچھلی امتوں کے ساتھ کیا۔ آج ہم بعض گناہوں کو یہ سوچ کے کرلیتے ہیں کہ یہ گناہ صغیرہ ہی تو ہے۔

یاد رکھیے!!! گناہ صغیرہ کی مثال ایک چنگاری کی طرح ہے اور گناہ کبیرہ کی مثال ایک انگارے کی طرح ہے، اور بعض دفعہ ایک چنگاری ہی پوری بستی کو جلا کر راکھ کردینے کے لیے کافی ہوا کرتی ہے، آج جب کہ ہم دنیا کی ایک چنگاری اپنے ہاتھ پر ایک منٹ رکھ کر برداشت نہیں کرسکتے تو جہنم کی اس آگ کو کیسے برداشت کرسکیں گے جس کی ایک چنگاری پوری دنیا کو جلا کر راکھ کردینے کے لیے کافی ہے۔ وہ آگ، ہم کیسے برداشت کرسکیں گے، جس آگ کو ہزار برس تک دھونکا گیا تو اس کا رنگ سرخ ہوگیا، پھر ہزار برس تک دھونکا گیا تو اس کا رنگ سفید ہوگیا، پھر ہزار برس دھونکا گیا تو اس کا رنگ سیاہ ہوگیا۔ جس آگ کی سب سے ہلکی آنچ یہ ہوگی کہ جب جہنمی کو اس کی آگ کا جوتا پہنایا جائے گا تو اس کا بھیجا ایسے پکنے لگے گا جیسے ہانڈی میں چاول پکتا ہے۔

میں سزا کے قابل نہیں میرے مولیٰ
قریب میرے شیطان کو آنے مت دینا

چھوٹا گناہ شروع میں مکڑی کے جالے کی طرح انتہائی کمزور ہوتا ہے، مگر گناہ کرتے کرتے وہ اتنا مضبوط ہوجاتا ہے، جیسے جہاز کا لنگر جس طرح جہاز کا لنگر جہاز کو ہلنے نہیں دیتا، اسی طرح گناہ آدمی کے دل کو اس طرح مضبوط باندھ دیتا ہے کہ وہ اگر مجبور ہوکر چھوڑنا بھی چاہے تو نہیں چھوڑ سکتا، اور اسی حالت میں اس کی موت ہوجاتی ہے، جیسے شرابی کو جب شراب پینے کی لت لگ جاتی ہے تو اس کے لیے چھوڑنا مشکل ہوجاتا ہے اور اسی حالت میں اس کی موت ہوجاتی ہے، جب جسم کے کسی حصہ میں کینسر ہوجاتا ہے تو اس کا اصل علاج یہی ہوتا ہے، کہ اس حصہ کو کاٹ کر پھینک دیا جائے، ورنہ وہ پورے جسم میں پھیل کر انسان کے موت کا سبب بنے گا۔

ایسے ہی گناہ کا ایک ہی علاج ہے کہ اس کو چھوڑ دیا جائے، ورنہ وہ پوری روح میں پھیل کر انسان

کے روحانی موت کا سبب بنے گا۔

گناہ انسان کو ایسے ڈھانپ لیتا ہے اور اپنے اندر ایسے الجھالیتا ہے جیسے آکاش بیل، دیہاتوں میں دیکھا ہوگا ایک پیلی بیل ہوتی ہے، جو درخت پر جب پھیل جاتی ہے تو مضبوط سے مضبوط درخت بھی مرجھا جاتا ہے۔

ایسے ہی گناہ انسان کو اپنی گرفت میں لے کر ایسے الجھا تا ہے کہ انسان روحانی طور پر مرجھا جاتا ہے۔

میرے دوستو! زہر تو جان لیوا ہوتا ہے، مگر گناہ ایمان لیوا ہوتا ہے۔

جو مرنے کے بعد بھی انسان کو ہمیشہ ہمیش تڑپاتا رہے گا۔

یاد رکھیے! اگر آج ہم نے گناہ کو نہیں چھوڑا، تو گناہ ہم کو ایسی جگہ لیجا کر چھوڑے گا، جہاں ہم روئیں گے چلائیں گے مگر کوئی ہمیں بچانے والا نہ ہوگا۔

یہ گناہ قبر میں، ہمارے لیے عذاب کا سبب بنے گا۔

یہ گناہ حشر میں بھی، ہمارے لیے عذاب کا سبب بنے گا۔

یہ گناہ ہمارے لیے پل صراط پر بھی، عذاب کا سبب بنے گا۔

اور جہنم میں بھی عذاب کا سبب بنے گا۔

مومنوں رہتے ہو کیوں بے فکر بے غم بے خبر
اک سفر در پیش ہے دورو دراز و پُر خطر
نیک و بد اعمال تو لے جائیں گے میزان میں
ہوگا حساب ذرہ ذرہ کا حشر کے میدان میں
بحر غفلت یہ تیری ہستی نہیں
دیکھ جنت اس قدر سستی نہیں
رہ گذر دنیا ہے یہ بستی نہیں
جائے عیش و عشرت و مستی نہیں

ایک دن مرنا ہے آخر موت ہے
کر لے جو کرنا ہے آخر موت ہے

اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّکَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّکَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ سُبْحَانَ رَبِّکَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا یَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَی الْمُرْسَلِیْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

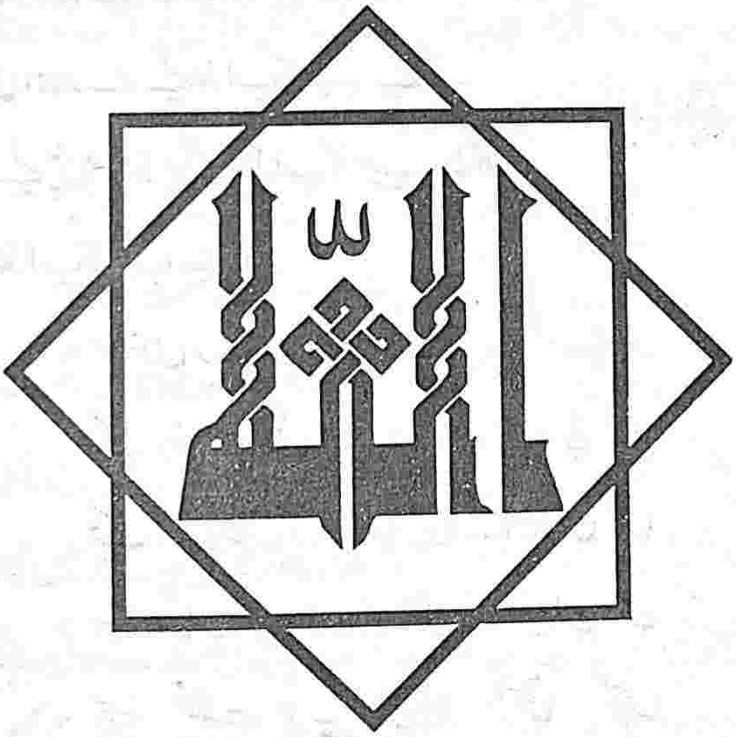

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- اگر تو دوسروں کے واقعات سے نصیحت حاصل نہ کرے گا، تو تیرا ایسا حشر ہوگا کہ لوگ تیرے واقعات سے نصیحت حاصل کریں گے۔

--- جس خوشی کے بعد رنج وغم برداشت کرنا پڑے، اس خوشی سے وہ غم بہتر ہے جس کے بعد خوشی حاصل ہو۔

--- بہت سی نیک نامیوں کو ایک مرتبہ کی بدنامی مٹا دیتی ہے۔

--- ہماری غلطیاں ہمیں وہ سبق سکھاتی ہیں، جو دنیا کے کسی مکتب میں نہیں سیکھا جا سکتا ہے۔

--- اپنی غلطیوں سے سبق نہ سیکھنے والا ہمیشہ ذلت ورسوائی کی زندگی گزارتا ہے۔

ہم گناہ سے کیسے بچیں!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذباللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہ ولا نظیر لہ ولا وزیر لہ ولا مشیر لہ ولا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ حَقَّ تُقٰتِہٖ وَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ o

وقال النبی ﷺ: ایاک والمعصیۃ فان المعصیۃ حل سخط اللہ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم o

مل گئے خاک میں کتنے ناز تھا جن کو اپنی زندگانی کا
کیسا دیکھا تھا ہو گئے کیسے کیا بھروسہ اس زندگانی کا
جن کا تھا نقشہ کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا
قدم سوئے مرقد نظر سوئے دنیا
کدھر جا رہا ہے کدھر دیکھتا ہے

فقط دو گز کفن کے اور کچھ نہیں ملتا ساغر
کبھی جب تار سانسوں کے ہمارے ٹوٹ جاتے ہیں

میرے محترم بزرگو اور دوستو! کتابوں میں لکھا ہے کہ شیطان کی پیروی کرنے والے اور اس کی بات مان کر چلنے والے، کل قیامت کے دن جب جہنم میں ڈالے جائیں گے، تو اس وقت وہاں آگ کا ایک منبر رکھا جائے گا اور شیطان کو آگ کا لباس پہنا کر اس کے سر پر آگ کا تاج رکھ دیا جائے گا، پھر اس سے کہا جائے گا اے ابلیس ''اس منبر پر چڑھ کر جہنمیوں سے خطاب کر، چنانچہ وہ منبر پر چڑھ کر اپنی تقریر کرتے ہوئے کہے گا اے جہنم کے لوگو'' کیا اللہ پاک نے تم لوگوں کو سیدھی راہ بتلانے کے لیے اپنے نبیوں اور آسمانی کتابوں کو نہیں بھیجا تھا۔

کیا اللہ رب العزت نے اپنے نیک بندوں کے ذریعہ تم سے یہ نہیں بتلا دیا تھا کہ ہم نے تم کو اس دنیا میں اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے۔

پھر ہم چند دن کے بعد تم کو اس دنیا سے اٹھالیں گے اور اپنے سامنے کھڑا کر کے تم سے زندگی کے ایک ایک چیز کے بارے میں حساب لیں گے۔

ہم مال کے ایک ایک آنے کے بارے میں، تم سے حساب لیں گے۔

کھانے کے ایک دانے کے بارے میں، تم سے حساب لیں گے۔

پانی کے ایک ایک قطرے کے بارے میں۔

ہوا کے ایک ایک سانس کے بارے میں، ہم تم سے حساب لیں گے۔

یہ تم سے پوچھا جائے گا کہ اپنی جوانی کہاں گنوائی، اپنی تندرستی کہاں کھپائی، اپنے مال کو کہاں خرچ کیا، اور اپنے اوقات کو کہاں گزارا۔

یاد رکھو! دنیا میں آنے کے بعد یہ نہ بھول جانا کہ تم اس دنیا میں ہمیشہ رہو گے۔

بلکہ ایک نہ ایک دن تمہیں اس دنیا کو چھوڑ کر جانا ہوگا اور یہ بات غور سے سن لو شیطان تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے تم اس سے بچ کر رہنا۔

اے جہنم کے لوگو، تمہارا کیا خیال ہے کہ میں نے تمہیں سیدھے راستہ سے ہٹا کر گمراہ کر دیا تھا، گمراہیت تو تم لوگوں نے خود ہی اختیار کیا تھا۔

میں تو صرف تمہارے دلوں میں گناہوں کا، غلط باتوں کا، وسوسہ ڈالا کرتا تھا، باقی سارا کام تم لوگ خود انجام دیتے تھے، تم لوگوں نے مجھے اپنا دشمن جانتے ہوئے بھی بذاتِ خود، حق بات سے منھ موڑ کر میری پیروی کی تھی۔

اور اس بات کو جانتے ہوئے بھی، مجھ سے دوستی کی تھی کہ اس نے میرے ماں باپ حضرت آدم علیہ السلام وحوا رضی اللہ عنہا کو جنت سے رسواء کر کے نکلوایا تھا۔

لہٰذا اس میں قصور میرا نہیں، بلکہ تمہارا اپنا قصور ہے، اس لیے میں یہ اعلان کرتا ہوں کہ آج میں تم لوگوں سے بالکل بری ہوں۔

اِذْ تَبَرَّأَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ۔

آج تم سے ہمارا کوئی واسطہ نہیں،

آج تم لوگ خود اپنے کیے کی سزا بھگتو۔

میرے بھائیو! اس سے معلوم ہوا کہ شیطان تو گناہوں کے لیے صرف راہ ہموار کرتا ہے، باقی انسان اس راستہ پر خود بخود چلتا ہے، شیطان کی تقریر کے خلاصہ کو اس مثال سے سمجھیے۔

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ بازار میں ایک بزرگ کی شیطان سے ملاقات ہوئی۔ حضرت نے پوچھا۔ یہاں کیسے؟ تو اس نے کہا میں تو یہاں صرف اس لیے آیا ہوں تاکہ لوگوں کو بہکاؤں۔ حضرت نے فرمایا۔ یہ کام تو بہت برا ہے؟

اس نے کہا۔ حضرت میں تو صرف شیرہ لگاتا ہوں، باقی سارا کام انسان خود بخود انجام دیتا ہے۔

حضرت نے فرمایا۔ اس کا کیا مطلب؟ تو شیطان نے کہا۔ یہاں میرے ساتھ آیئے اور دیکھیے کیا ہوتا ہے۔ شیطان اس بزرگ کو ایک حلوائی کی دوکان پر لے گیا، پھر شیطان نے حلوائی کی دکان سے تھوڑی سی چاشنی لے کر دیوار پر لگا دیا اور تھوڑی دور جا کر بزرگ کے ساتھ کھڑا ہو گیا۔

چند منٹ میں اس چاشنی پر کچھ مکھیاں بھن بھنانے لگیں۔ مکھیوں کو دیکھ کر چھپکلی آئی، چھپکلی کو دیکھ کر حلوائی کی بلّی آ گئی، اتفاق سے وہاں ایک فوجی اپنا کُتا لیے کھڑا تھا، اس نے بلّی کو دیکھتے ہی فوراً دوڑایا، بلی کو دوڑانا تھا کہ حلوائی کی چاشنی گر گئی۔

حلوائی نے غصہ میں اپنا بانٹ اٹھا کر کتّے کو دے مارا، جس سے اس کی ٹانگ ٹوٹ گئی۔

یہ دیکھ کر فوجی کو بھی غصہ آیا، اس نے حلوائی کی زبردست طریقہ سے پٹائی کر دی۔

جب حلوائی کے رشتہ داروں اور آس پاس کے دوکان داروں کو یہ خبر ہوئی تو اس فوجی کو گھیر کر سب لوگ مارنے لگے، اُدھر کسی نے فوراً فوجی چھاؤنی میں خبر کر دی، تو فوج کا ایک دستہ اپنے ساتھی کو بچانے کے لیے پہونچ گیا۔ پھر کیا تھا پورے بازار میں وہ لڑائی اور خون ریزی شروع ہوئی، کہ تھوڑی ہی دیر میں لاشوں کے ڈھیر لگ گئے۔ ہر طرف خون ہی خون بہتا ہوا نظر آنے لگا۔ تو شیطان نے اس بزرگ سے کہا کہ دیکھا آپ نے، میں تو صرف شُہ لگاتا ہوں، باقی انسان سارا کام خود بخود انجام دیتا ہے۔

ہنسی آتی ہے مجھے حضرت انسان پر
کام برا خود کریں لعنت کریں شیطان پر

کتابوں میں لکھا ہے کہ بنی اسرائیل میں تین بھائی اپنی بہادری اور شجاعت میں بہت مشہور تھے، ان کی ایک بہن تھی، جس کی شادی ابھی نہیں ہوئی تھی، اتفاق سے ان تینوں کو کسی لڑائی میں ایک لمبی مدت کے لیے جانے کا ارادہ ہوا۔ ان کی نظر میں کوئی ایسا معتبر آدمی نہیں تھا، جس کے پاس اپنی بہن کو چھوڑ جائیں۔

بہت غور و فکر کے بعد، انکی نظر ایک ایسے شخص پر پڑی، جو اپنے وقت کا سب سے بڑا متقی اور پرہیزگار آدمی تھا، اس زمانہ میں اسکے مقابل کا اتنا بڑا عابد کوئی نہیں تھا۔ چنانچہ ان تینوں نے اس سے درخواست کی، کہ ہماری واپسی تک بہن کو اپنی تربیت اور نگرانی میں اپنے پاس رکھ لیجیے۔

یہ عابد بار بار انکار کرتا رہا، وہ لوگ بار بار اصرار کرتے رہے، بالآخر اس نے ان کی درخواست کو اس شرط پر منظور کر لی، کہ اس کو میں تو اپنے پاس نہیں رکھوں گا، البتہ اس کو میرے عبادت خانہ کے سامنے والے کسی گھر میں چھوڑ جاؤ، ان لوگوں نے ایسا ہی کیا۔

عابد روزانہ اس کے لیے اپنے ہاتھ سے کھانا تیار کر کے، اپنے عبادت خانہ کی چوکھٹ پر رکھ دیتا اور اپنا دروازہ بند کر کے اندر سے آواز دیتا، کہ کھانا اٹھالیجاؤ، یہ سلسلہ ایک مدت تک چلتا رہا۔

پھر شیطان نے عابد کے دل میں یہ بات ڈالی کہ تُو کھانا اس کے دروازہ پر رکھ دیا کر، کہیں ایسا نہ ہو، کہ کوئی اس کو تنہائی میں پاکر اس کی عزت پر ہاتھ ڈال دے، الغرض یہ عابد کھانا لے کر اس کے دروازہ پر رکھ دیتا۔

پھر ایک مدت کے بعد، شیطان نے اس کو اس بات کے لیے ابھارا کہ وہ اتنے بڑے گھر میں اکیلے رہتی ہے، اس کو تنہائی سے وحشت ہوتی ہوگی، اس کا دل نہیں لگتا ہوگا، کم سے کم کسی وقت اس سے تھوڑی سی بات چیت اور اس کو کچھ نصیحت وغیرہ کر دیا کرتا کہ وہ بھی تیری طرح عبادت کرنے لگے، اس کی دلجوئی اور دلداری بھی ہوجائے۔

چنانچہ وہ عابد اپنے عبادت خانہ کے دروازہ پر، اور وہ لڑکی اپنے گھر کے دروازہ پر دونوں باتیں کرنے کے لیے بیٹھ جاتے، اس طرح باتوں کا یہ سلسلہ بھی کچھ دن تک چلتا رہا، اور شیطان ان دونوں کو ایک دوسرے کے قریب کرتا رہا، یہاں تک کہ عابد اس کی محبت میں بے چین رہنے لگا، جب وہ عبادت کے لیے بیٹھتا تو اس لڑکی کا چہرہ اس کے دل ودماغ میں گھومنے لگتا۔

پھر ایک وقت ایسا آیا کہ شیطان نے وسوسہ ڈال کر ان دونوں کو گناہ میں ملوث کر دیا، دونوں سے زنا کا صدور ہوگیا، پھر اس سے حمل ٹھہرا اور اس حمل سے لڑکا پیدا ہوا۔

پھر ایک دن شیطان نے عابد کو بہکایا کہ، ذرا یہ بتا، اگر اس کے بھائی آگئے اور اس بچہ کو دیکھا تو تُو کیا جواب دے گا، تُو تو ذلیل ورسواء ہوجائے گا۔

لہٰذا ایسا کر اس بچہ کو جان سے مار کر زمین میں دفن کر دے۔ یہ لڑکی اس معاملہ کو اپنے بھائیوں سے ضرور چھپالے گی کیوں کہ اس کی بھی تو، عزت کا سوال ہے۔ چنانچہ عابد نے ایسے ہی کیا۔

پھر کچھ دن کے بعد شیطان نے اس عابد کے دل میں یہ بات ڈالی کہ کیا تم یقین کرتے ہو، کہ یہ لڑکی سارا معاملہ چھپا ہی لے گی، اور اپنے بھائیوں سے کچھ بھی نہیں بتلائے گی، یہ تو تمہاری بہت بڑی بھول

ہے۔لہٰذا تم ایسا کرو کہ اس لڑکی کو بھی قتل کر کے اس کے بچہ کے ساتھ دفن کردو۔
جب بھائی پوچھیں گے تو کہہ دینا اس کا انتقال ہو گیا، چنانچہ اس نے اس لڑکی کو بھی قتل کر کے بچہ کے بغل میں دفن کر دیا اور اس زمین کو بالکل برابر کر کے اوپر ایک بڑا بھاری پتھر رکھ دیا اور اپنے عبادت خانہ میں جا کر عبادت کرنے لگا۔

ایک لمبی مدت کے بعد جب اس لڑکی کے بھائی جنگ سے واپس ہوئے، اور بہن کی خیر و عافیت معلوم کرنے کے لیے اس عابد کے پاس آئے، تو عابد مگر مچھ کا آنسو بہاتے ہوئے کہنے لگا، کہ وہ تو مر گئی، ہائے وہ کتنی نیک اور پارسا لڑکی تھی۔دیکھو وہ اس کی قبر ہے، اس کے بھائی اس کی قبر پر آ گئے، اس کے لیے دعائے مغفرت کی اور روتے ہوئے اپنے گھر کو چلے گئے۔

اس رات جب یہ تینوں سوئے، تو شیطان ایک مسافر کی شکل میں ان کے خوابوں میں آیا، اور عابد کی تمام کرتوتوں کی داستان سنائی، اور کہا، عابد نے جو بات تمہیں بتلائی ہے، وہ بالکل غلط ہے، اور میں جو تم سے کہہ رہا ہوں، وہ بالکل سو فیصد سچ ہے، اگر یقین نہ ہو تو صبح اس کی قبر کھود کر دیکھ لو۔

جب صبح ہوئی تینوں اپنے اپنے خواب سے بہت تعجب میں تھے، ہر ایک اپنا خواب دوسرے سے بیان کرنے لگا، سب نے کہا کہ ہم نے بھی یہی خواب دیکھا ہے۔

بڑے بھائی نے کہا چھوڑ و ہٹاؤ، یہ سب وہم ہے، مگر چھوٹا بھائی اَڑ گیا اور کہنے لگا جب تک اس مقام کو جا کر دیکھ نہ لوں گا اور اس وقت تک چین سے نہیں بیٹھوں گا۔

تینوں بھائیوں نے اس گڑھے کو جا کر کھودا، تو اپنی بہن اور اس بچہ کو اسی طرح پایا جس طرح شیطان نے خواب میں بتلایا تھا۔

انہوں نے اس ظالم عابد کو فوراً پکڑا، پوری حالت دریافت کی، تو اس نے اقبالِ جرم کر لیا۔

جرم قبول کرنے کے بعد اس کو بادشاہ کے پاس لایا گیا، حکم ہوا کہ اس کو پھانسی پر لٹکا دو۔

جب اس کو تختۂ دار پر لایا گیا، تو شیطان انسانی شکل میں اس کے پاس آیا اور کہا۔اے عابد اگر تو خدا کا انکار کر کے مجھے سجدہ کرلے، تو میں تجھ کو اس مصیبت سے نجات دلا دوں گا۔

عابد نے سوچا اس میں کیا بات ہے، پھر دوبارہ ایمان لے آؤں گا، جیسے ہی ادھر عابد نے خدا کا انکار کرکے شیطان کو سجدہ کیا، ویسے ہی اُدھر فوراً پھانسی کے پھندے کو کھینچ لیا گیا۔
اور وہ اسی حالت کفر میں تختۂ دار پر لٹک گیا

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے
ہے شیطان دشمن اولادِ آدم
دکھاتا ہے وہی راہ جہنم

میرے دوستو! اس واقعہ سے ہمیں یہ سبق ملا کہ شیطان انسان کے ایمان وعمل کو برباد کرنے کے لیے جب تمام حربوں اور پلاننگ میں ناکام اور فیل ہوجاتا ہے تو وہ اپنا آخری جال پھینکتا ہے۔ یعنی عورت کے فتنے میں مبتلا کرتا ہے۔
حدیث شریف میں آتا ہے عورت شیطان کا وہ تیر ہے جو کبھی خطا نہیں جاتا۔
اس لیے عیسیٰ علیہ السلام نے فرمایا۔ مرد کا امتحان عورت سے اور عورت کا امتحان دولت سے ہوتا ہے۔
عورت کے دل پر دولت، وہ خاموش اثر کرتی ہے، جو تقریر اور وعظ ونصیحت سے بھی نہیں ہوتا ہے۔
اور یہ بھی حقیقت ہے کہ مردوں کے دل پر عورتوں کے اداؤں اور حسن وجمال کا جو اثر پڑتا ہے، وہ اثر بڑے سے بڑے جادوگر بھی نہیں ڈال سکتے۔
اسی لیے کسی عقلمند نے کہا ہے کہ اگر کسی کو برباد ہونا ہو تو، وہ یا تو شراب پینا شروع کردے، یا کسی سے عشق کرنا شروع کردے۔
اسی لیے حضرت لقمان رضی اللہ عنہ نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمایا۔ شیر کا تیرا پیچھا کرنا، اتنا خطرناک نہیں، جتنا تیرا قدم یا کسی عورت کا قدم تیرے پیچھے اٹھنا، کیونکہ شیر تو صرف تیرے جسم کو ختم کرے گا، مگر نامحرم عورت تیرے ایمان کو برباد کردے گی۔
اسی لیے کسی شاعر نے نصیحت کرتے ہوئے کہا تھا:

ہرگز قدم نہ رکھنا محبوبہ کی گلی میں
اکثر پھسل جاتے ہیں یہاں تسبیح ہلانے والے

دوسرا سبق اس واقعہ سے یہ معلوم ہوا کہ شیطان انسان سے بڑا گناہ کرانے کے لیے سب سے پہلے چھوٹے چھوٹے گناہ کرواتا ہے، جیسے اس عابد سے کروایا۔

تیسرا سبق اس واقعہ سے یہ ملا، کہ کسی بھی ڈاڑھی کرتا، پائجامہ، یا کسی کے چہرے مُہرے کو دیکھ کر، اس کے اچھا سچا ہونے کا یقین کر لینا، یہ بہت بڑی بے وقوفی ہے۔

اسی لیے شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا، کسی انسان کے حقیقتِ حال کا پتہ، سالوں سال نہیں چلتا اسی لیے شاعر کہتا ہے:

نہ جا ظاہر پرستی پہ اگر کچھ عقل و دانش ہے
چمکتا جو نظر آتا ہے سب سونا نہیں ہوتا

اس واقعہ سے جو سب سے بڑا سبق ہم کو ملتا ہے، وہ یہ ہے کہ ہم سب کو اپنی عبادت پر غرّا اور فخر نہیں کرنا چاہیے کہ میں بہت حاجی، نمازی ہوں۔

میں تہجد اور جماعت کا پابند ہوں۔

میں عالمِ دین ہوں، میرے ذریعہ ہدایت عام ہو رہی ہے۔

میں حافظِ قرآن ہوں، میرے بہت سے شاگرد ہیں۔

میں قاری ہوں، بہت اچھا قرآن پڑھتا ہوں۔

میں مدرسہ کا مہتمم ہوں میرے ذریعہ بہت سے لوگوں کو فائدہ پہونچ رہا ہے۔

میں مالدار ہوں اللہ کے راستہ میں خوب خرچ کرتا ہوں۔

میرے دوستو! ہم سب کو سب سے پہلے اس بات سے ڈرنا چاہیے کہ پتہ نہیں، یہ ہماری ساری عبادتیں قبول بھی ہو رہی ہیں، یا نہیں، ہمارا خاتمہ ایمان پر بھی ہوگا یا نہیں۔

دیکھیے وہ کتنا بڑا عابد تھا، جس نے اپنی پوری زندگی اللہ کی عبادت میں گزار دی تھیں مگر خاتمہ بالکفر ہوا۔

گجرات میں بہت بڑی مسجد کے ایک امام وخطیب تھے ان کے ذریعہ بہت سے لوگ ہدایت پر آئے، مگر جب انتقال کا وقت آیا، تو ان کے پاس جو قرآن کریم رکھا ہوا تھا اس کی طرف اشارہ کر کے کہا، اس کو میرے پاس سے ہٹا دو، میں اس کو نہیں مانتا۔

میرے دوستو! عبادت بھی کرنے چاہئیں اور عبادت کی قبولیت اور خاتمہ ایمان پر ہونے کی، اس لیے میرے دوستو! اللہ رب العزت سے دعائیں بھی مانگنی چاہیے۔

میرے دوستو! گذشتہ جمعہ کے بیان میں، میں نے یہ عرض کیا تھا، کہ جو گناہ کرتا ہے تو اس کے گناہ کرنے کی وجہ سے نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کو تکلیف پہونچتی ہے اور جو اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیف پہونچاتا ہے، تو اس کو مرتے وقت کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

میرے دوستو! آج وہ کون سا گناہ ہے۔

آج وہ کون سا پاپ ہے، جو ہم نہیں کر رہے ہیں۔

آج وہ کون سا گناہ اور پاپ ہے، جو پچھلی امتوں میں تھا، جس کو آج ہم نہیں کر رہے ہیں۔

آج شراب ہم پی رہے ہیں۔

جوا ہم کھیل رہے ہیں۔

چوری ہم کر رہے ہیں۔

ڈکیتی ہم کر رہے ہیں۔

زنا، عصمت دری ہم کر رہے ہیں۔

قتل وغارت ہم کر رہے ہیں۔

لواطت ہم کر رہے ہیں۔

جہیز کی خاطر بہو بیٹیوں کو ہم زندہ جلا رہے ہیں۔

یہاں تک کہ اپنی بہو اور بیٹیوں کی عزتیں بھی ہم لوٹ رہے ہیں۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ ہم پر آگ کی بارش ہوتی اور جل کر خاک ہو جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ زمین پھٹتی اور ہم اس میں دھنس جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ ہم پر پتھروں کی بارش ہوتی اور ہم دب کر مر جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، ایک زبردست سیلاب اور طوفان آتا اور ہم کو کوڑے کرکٹ کی طرح بہالے جاتا

چاہیے تو یہ تھا، کہ آسمان سے ایک ایسی زوردار چیخ ماری جاتی، جس سے ہمارے کلیجہ پھٹ جاتے ہمارے دل، ہمارے پتہ، پانی ہو جاتے اور ہم اسی در پہ مر جاتے۔

مگر قربان جاؤں اس آقائے مدنی فداہٗ ابی وامی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ آج بھی اس طرح کا اگر کوئی عذاب آتا ہے، تو آپ کی برکت کی وجہ سے آپ کے مزار اقدس گنبدِ خضراء کی وجہ سے وہ عذاب واپس چلا جاتا ہے۔

مگر افسوس صد افسوس، جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے، آج ہم اس دنیا میں زندہ ہیں۔

جس نبی کی وجہ سے، آج ہم دنیا میں چل پھر رہے ہیں، کھا پی کر اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ آج اسی پیارے نبی کو، گناہ کر کر کے ہم تکلیفیں پہونچا رہے ہیں۔

فلمیں دیکھ کر

گانے سن کر

بے پردہ اپنی بہو بیٹیوں کو بازاروں میں گھوما کر

حرام کاری کر کے

جوا کھیل کر

شراب پی کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیفیں پہونچا رہے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر سوموار اور جمعرات کے دن تمام انسانوں کے نامۂ اعمال اللہ کے حضور میں پیش ہونے سے پہلے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ مبارک میں پیش کیے جاتے ہیں، کتنی تکلیف ہوتی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، جب ہمارے سیاہ نامۂ اعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیے جاتے ہوں گے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ زمین پھٹتی اور ہم اس میں دھنس جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ ہم پر پتھروں کی بارش ہوتی اور ہم دب کر مر جاتے۔

چاہیے تو یہ تھا، ایک زبردست سیلاب اور طوفان آتا اور ہم کو کوڑے کرکٹ کی طرح بہالے جاتا۔

چاہیے تو یہ تھا، کہ آسمان سے ایک ایسی زوردار چیخ ماری جاتی، جس سے ہمارے کلیجہ پھٹ جاتے، ہمارے دل، ہمارے پتہ، پانی ہوجاتے اور ہم اسی در پہ مرجاتے۔

مگر قربان جاؤں اس آقائے مدنی فداہ ابی وامی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر کہ آج بھی اس طرح کا اگر کوئی عذاب آتا ہے، تو آپ کی برکت کیوجہ سے آپ کے مزار اقدس گنبدِ خضراء کی وجہ سے وہ عذاب واپس چلا جاتا ہے۔

مگر افسوس صد افسوس، جس نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وجہ سے، آج ہم اس دنیا میں زندہ ہیں۔

جس نبی کی وجہ سے، آج ہم دنیا میں چل پھر رہے ہیں، کھا پی کر اچھی زندگی گزار رہے ہیں۔ آج اسی پیارے نبی کو، گناہ کر کر کے ہم تکلیفیں پہونچا رہے ہیں۔

فلمیں دیکھ کر

گانے سن کر

بے پردہ اپنی بہو بیٹیوں کو بازاروں میں گھوما کر

حرام کاری کر کے

جوا کھیل کر

شراب پی کر اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تکلیفیں پہونچا رہے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے کہ ہر سوموار اور جمعرات کے دن تمام انسانوں کے نامۂ اعمال اللہ کے حضور میں پیش ہونے سے پہلے، حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دربارِ مبارک میں پیش کیے جاتے ہیں، کتنی تکلیف ہوتی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، جب ہمارے سیاہ نامۂ اعمال آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے پیش کیے جاتے ہوں گے۔

جب کہ وہی نبی، رات دن، اس فکر میں ڈوبے رہتے تھے، راتوں میں اللہ کے سامنے نماز میں کھڑے ہو کر، رو رو کر ہمارے لیے مغفرت کی دعائیں کیا کرتے تھے،

یا اللہ، میری امت کو معاف کر دے۔

یا اللہ، میری امت کو معاف کر دے۔

نماز میں کھڑے ہوتے تو پاؤں مبارک میں ورم آجاتے تھے۔

اللہ کے سامنے روتے ہوئے کہتے۔

یا اللہ میری امت کو جہنم سے بچالے۔

یا اللہ میری امت کو جنت میں داخل فرما۔

جب قربانی کا وقت آتا تو دو مینڈھے ذبح کرتے یا اللہ ایک میری طرف سے ایک میری امت کی طرف سے قبول فرما۔

میرے دوستو! ذرا بتاؤ، آپ کو طائف میں مار مار کر لہولہان کیا گیا، تو کس لیے۔

آپ کو تین سال تک شعبِ ابی طالب کے اندر قید رکھا گیا، تو کس لیے۔

آپ کے جسمِ اطہر پر غلاظت ڈالی گئی، تو کس لیے۔

آپ کو بھوک کی شدت کی وجہ سے پیٹ پر پتھر باندھنا پڑا، تو کس لیے۔

میرے دوستو! آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے یہ ساری تکلیفیں، یہ ساری مصیبتیں، صرف اور صرف ہمارے اور آپ کے لیے برداشت کیں، تا کہ میری امت جہنم سے بچ کر جنت میں جانے والی بن جائے، اور اسی پر بس نہیں، بلکہ کل قیامت کے دن جب ہر انسان نفسی نفسی کے عالم میں ہوگا۔

جب ہر انسان سخت پریشانیوں میں مبتلا ہوگا۔

جب ہر انسان کو اپنی اپنی پڑی ہوگی۔

جب ماں بیٹی سے دور بھاگ رہی ہوگی۔

جب باپ بیٹے سے دامن بچا رہا ہوگا۔

جب بیوی شوہر سے بے وفائی کر رہی ہوگی۔

جب بیٹا باپ سے راہِ فرار اختیار کر رہا ہوگا۔

جب دوست، نا آشنا ہو رہے ہوں گے۔

جب نوکر بھی، ٹکا سا جواب دے کر کنارہ کش ہو رہے ہوں گے۔

یہاں تک کہ قیامت کی ہولنا کیوں کو دیکھ کر، اللہ رب العزت کے جاہ وجلال کو دیکھ کر کسی نبی کی ہمت نہیں ہوگی، کہ اللہ کے سامنے کسی کی سفارش کریں۔

جب آدم صفی اللہ علیہ السلام بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔

ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔

موسیٰ کلیم اللہ علیہ السلام بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔

عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام بھی نفسی نفسی کہہ رہے ہوں گے۔

اس وقت ہمارے آقا سرکارِ دو عالم جنابِ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ کے سامنے، سجدہ میں پڑے روتے ہوئے، یارب امتی امتی کہہ رہے ہوں گے۔

اس وقت آپ ہماری محبت میں بے چین ہو کر، میدان حشر میں بھاگ دوڑ کر رہے ہوں گے۔

کبھی میزان عمل پر، ہمارے اعمال تلوا رہے ہوں گے۔

کبھی پل صراط پر، ہمیں پل پار کرا رہے ہوں گے۔

کبھی حوض کوثر پر، اپنے پیاسے امتیوں کو جامِ کوثر پلا رہے ہوں گے۔

لیکن افسوس، کہ آج

اسی پیارے نبی کو،

اسی مشفق ومحسن نبی کو،

اس کی امت کے لوگ گناہ کر کر کے تکلیفیں پہونچا رہے ہیں۔

آج مسلمان گناہوں پر اتنا جری ہوگیا، اپنے نبی کے احسانات کو بھول گیا، اسی پر بس نہیں، بلکہ آج

اس کو اپنے نبی کا طور وطریقہ پسند نہیں۔

آج مسلمان اتنا بدل گیا کہ اس کو اپنے بنی کی شکل وصورت پسند نہیں۔

آج ہمیں ان کافروں کی شکلیں پسند ہیں، جو مسلمان ماؤں اور بہنوں کی عزتیں لوٹ رہے ہیں۔

جو مسلمان عورتوں کا پیٹ چاک کرکے، ان کے پیٹ سے بچہ نکال کر نیزوں اور ترشولوں پر اچھال رہے ہیں۔

جوان کے بچوں کو آگ کے انگاروں میں ڈال رہے ہیں۔

آج ہم ان کافروں کی تہذیب پر مرمٹنے کے لیے تیار ہیں جو قرآن کریم کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔

جو مدارس اور مکاتب خانقاہوں اور مساجد کو ویران کر رہے ہیں۔

آج ہمیں ان یہودیوں کے طور وطریقہ سے محبت ہے، جنہوں نے مسجد اقصیٰ، بیت المقدس کو اپنے قبضہ میں لے کر اس کی بے حرمتی کر رہے ہیں۔

تمام نبیوں کی قبروں کو اپنے پیروں سے روند رہے ہیں۔

میرے دوستو! کتابوں میں لکھا ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اس دنیا میں آخری وقت تھا، تو اس وقت جبرئیل امین علیہ السلام، آپ کے پاس آئے اور فرمایا، اگر آپ کی مرضی ہو، تو آپ کا مزارِ اقدس عرشِ الٰہی کے نیچے یا جنت الفردوس میں بنا دیا جائے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا، اے جبرئیل امین، میں مرکر بھی میں اپنی امت کے پاس ہی رہنا چاہتا ہوں، میں اپنی امت کو یہاں اکیلے چھوڑ کر جانا نہیں چاہتا ہوں۔

جس نبی کو اپنی امت سے اتنی محبت ہو، ان کی وہی امت، اپنے نبی کو گناہ کرکے تکلیفیں پہونچائے، یہ تو ڈوب مرنے کی بات نہیں، تو اور کیا ہے، ہائے میرے نبی، آپ کتنے مظلوم ٹھہرے، کہ جب تک آپ اس دنیا میں تھے، یہودیوں عیسائیوں اور دشمنانِ اسلام نے آپ کو چین سے بیٹھنے نہیں دیا، اور جب آپ قبر مبارک میں چلے گئے تو آپ کی امت کے لوگ، آپ کو قبر میں چین سے سونے نہیں دے رہے ہیں۔

مسلمانو! ہم تو گناہ کر کر کے یہودیوں اور عیسائیوں سے بھی بدتر ہو گئے، یہودی اور عیسائی ہمارے نبی کو زندہ رہنے پر ستاتے تھے، مگر ہم اپنے نبی کو دنیا سے جانے کے بعد بھی تکلیفیں پہونچا رہے ہیں۔

میرے دوستو! ہم چند دن کے لیے اس دنیا میں آئے ہیں، ایک دن ہمیں اس دنیا سے اٹھالیا جائے گا، اور یہ ہماری ساری دولت، یہ ہماری زندگی کے تمام منصوبے، یہیں دھرے کے دھرے رہ جائیں گے

آج ہم جس کے لیے اپنی عبادتیں کو چھوڑ کر تجارتیں کر رہے ہیں۔

آج ہم جن کو خوش کرنے کے لیے، گناہ کرنے سے بھی دریغ نہیں کر رہے ہیں۔

آج ہم جن کے لیے اپنا پیٹ کاٹ کر، ان کا پیٹ بھر رہے ہیں۔

ہماری کل وہی اولاد،

کل وہی ہمارے گھر والے، اپنے کندھوں پر لاد کر

ظلمت وتاریکی، سانپ اور بچھوؤں،

آگ اور کیڑے مکوڑوں کے گھر میں، پھینک آئیں گے،

وہ ہمیں بے رحم قبر کے حوالہ کر آئیں گے،

وہ ہمارے اوپر سے قبر کے عذاب کو قطعاً نہیں ہٹا سکیں گے۔

میرے دوستو! اگر ہمارے اعمال اچھے نہیں ہوں گے، تو کل قیامت کے دن ہم اپنے رب کو کیا منہ دکھائیں گے۔

کل قیامت میں ہم کیا منہ لے کر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس سفارش کے لیے جائیں گے۔

کتنی تکلیف ہوتی ہوگی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو، کہ آج ان کا امتی صبح صبح ان کی ڈاڑھی جیسی پیاری سنت کو صاف کر کے، پیشاب کے ساتھ نالیوں میں بہا دیتا ہے۔

میرے دوستو! آج اگر ہم اپنے نبی کو نیکیاں کر کے خوش نہیں کر سکتے، تو کم سے کم گناہ کر کے تکلیف تو نہ پہونچائیں۔

کم سے کم اس نیت سے،

اور اپنے گھر کو کافروں کی تہذیب سے،

ناچ گانے اور ٹی وی کی لعنت سے، پاک کر لیں۔

اور کم سے کم اپنے چہرے اور شکل وصورت کو مسلمانوں جیسی بنالیں، تا کہ کل قیامت کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اتنا تو کہہ سکیں۔

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم اس گئے گزرے زمانہ میں بھی، ہم نے اپنے چہرے اور اپنے گھر کو، آپ کی پیاری سنتوں سے سجا رکھا تھا۔

ہماری سفارش فرما دیجیے، اور کل قیامت کے دن اللہ رب العزت سے اتنا تو کہہ سکیں کہ اے اللہ ہمارے پاس کچھ اور تو نہیں ہے، صرف آپ کے نبی کی شکل وصورت لے کر آیا ہوں اس پر رحم فرما دیجیے۔

تیرے محبوب کی یارب شباہت لے کر آیا ہوں
حقیقت اس کو تُو کر دے میں صورت لے کر آیا ہوں

حدیث شریف میں آتا ہے کل قیامت کے دن بہت سے لوگ دوڑے ہوئے اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس سفارش کے لیے آئیں گے۔

تو اللہ رب العزت اپنے فرشتوں سے کہے گا، اے فرشتو! ان مردودوں کو کوڑے سے مار مار کر، میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے دور کر دو، جو دنیا میں گناہ کر کر کے میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو تکلیفیں پہونچایا کرتے تھے۔

میرے دوستو! اگر ہم نے گناہ نہیں چھوڑے اور ہم بھی انہیں مردودوں میں شامل ہو گئے، تو کون ہوگا، جو ہم کو جہنم سے بچائے گا

اٹھ نہ سکے گا ہرگز کبھی بھی وہ خدا کی قسم
جس کو نبی نے نظر سے گرا کر چھوڑ دیا

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

۞-----۞-----۞

--- چغل خوری کرنے والا اپنی ذلت و رسوائی کا انتظار کرے۔

--- ظلم کرنے والا اپنی ہلاکت و بربادی کا انتظار کرے۔

--- ماں باپ کی نافرمانی کرنے والا اپنی اولاد کی نافرمانی کا انتظار کرے۔

--- آوارہ گردی کرنے والا اپنی بربادی کا انتظار کرے۔

--- پڑوسی کو ستانے والا اللہ رب العزت کے قہر کا انتظار کرے۔

۞-----۞-----۞

غیبت کسے کہتے ہیں؟؟؟

اِنَّ الحمد للہ۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریك لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔

اَمَّا بَعدُ: فَاَعُوذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیطٰنِ الرَّجِیمِ ٥ بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ ٥

یَاَیُّھَا الَّذِینَ اٰمَنُوا اجتَنِبُوا کَثِیرًا مِنَ الظَّنِّ اِنَّ بَعضَ الظَّنِّ اِثمٌ وَّلَا تَجَسَّسُوا وَلَا یَغتَب بَعضُکُم بَعضًا اَیُحِبُّ اَحَدُکُم اَن یَّاکُلَ لَحمَ اَخِیہِ مَیتًا فَکَرِھتُمُوہُ وَاتَّقُوا اللّٰہَ اِنَّ اللّٰہَ تَوَّابٌ رَّحِیمٌ۔

وقال النبی ﷺ: الغیبۃ اشد من الزنا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم ٥

آدمی کا جسم کیا ہے جس پر شیدا ہے جہاں
ایک مٹی کی عمارت ایک مٹی کا نشاں
خون کا گارا بنایا اینٹ جس میں ہڈیاں
چند سانسوں پر کھڑا ہے یہ خیالی آسماں

موت کی پرزور آندھی آکے جب ٹکرائے گی
یہ عمارت ٹوٹ کر پھر خاک میں مل جائے گی

میرے محترم بزرگو اور دوستو! چند دنوں سے گناہوں کے نقصانات کے سلسلہ میں بات چل رہی تھی، ایک مرتبہ میں نے عرض کیا تھا کہ گناہ کی دو قسمیں ہیں، ایک گناہ صغیرہ اور دوسرے گناہ کبیرہ، پھر گناہِ کبیرہ کی بھی دو قسمیں ہیں، ایک حقوق اللہ اور دوسرے حقوق العباد یعنی ایک وہ گناہ ہیں، جن سے صرف اللہ رب العزت کی نافرمانی ہوتی ہے، دوسرے وہ گناہ ہیں، جن سے اللہ رب العزت کی نافرمانی بھی ہوتی ہے اور بندوں کی حق تلفی بھی ہوتی ہے۔

وہ گناہ، جن سے اللہ رب العزت کی نافرمانی ہوتی ہے اس کی مثال نماز نہ پڑھنا۔

روزہ نہ رکھنا۔

حج فرض ہونے کے باوجود حج ادا نہ کرنا۔

فلم دیکھنا۔

گانے سننا۔

بدنظری کرنا۔

زنا کرنا۔

شراب پینا۔

جوا کھیلنا۔

تکبر کرنا۔

حسد کرنا۔

عورتوں کا بے پردہ گھومنا۔

مردوں کا عورتوں کی طرح اور عورتوں کا مردوں کی طرح شکل و صورت بنانا۔
ان کی طرح زیب و زینت اختیار کرنا۔

دوسرے وہ گناہ، جس میں بندوں کی حق تلفی ہوتی ہے اس کی مثال زکوۃ ادانہ کرنا۔

کسی کا مال ناحق ہڑپ کرنا۔

چوری کرنا۔

ڈکیتی کرنا۔

کسی کے امانت میں خیانت کرنا۔

کسی پر غلط الزام لگانا۔

کسی کو ناحق مارنا۔

کسی کو گالی دینا۔

جھوٹ بولنا۔

غیبت کرنا۔

چغلی کرنا وغیرہ۔

آج میں ان شاء اللہ، ان میں سے صرف غیبت کے سلسلہ میں کچھ باتیں بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

میرے دوستو! سب سے پہلے اس بات کو سمجھنے کی کوشش کیجیے کہ غیبت اور چغلی دو الگ الگ چیزیں ہیں۔

چغلی کہتے ہیں ایک آدمی کی بات، دوسرے آدمی کے پاس اس نیت سے پہونچانا، کہ دونوں میں لڑائی اور جھگڑا پیدا ہو، دونوں میں بدگمانی اور نااتفاقی پیدا ہو، معلوم ہوا ہر چغلی میں غیبت ضرور پائی جاتی ہے، لہٰذا جو چغلی کرتا ہے، اس کو ایک غیبت کرنے کا گناہ ملتا ہے اور دوسرے آپس میں لڑانے کا بھی۔

چغلی کی مثال اس واقعہ سے سمجھیے، ایک مرتبہ ایک آدمی اپنے غلام کو بیچتے ہوئے کہہ رہا تھا، اس میں کوئی عیب نہیں ہے سوائے چغل خوری کے، ایک مالدار آدمی نے سوچا چغل خوری کوئی عیب تو ہے نہیں، صحت منداور طاقتور تو ہے، چنانچہ اس نے اس کو خرید لیا، کچھ عرصہ تک وہ ٹھیک ٹھاک رہا، اس کے بعد

اس نے اپنا رنگ دکھانا شروع کر دیا، ایک دن اس نے جا کر اپنے مالک کی بیوی سے کہا، بیگم صاحبہ، مجھے اس بات سے بہت غم ہے، بیگم نے پوچھا کس بات سے، اس نے کہا صاحب جی دوسری شادی کا موڈ بنا رہے ہیں، شاید اب وہ آپ کو پسند نہیں کر رہے ہیں، یہ سن کر مالکہ بہت گھبرائی، بہت پریشان ہوئی، پھر کچھ دیر کے بعد اس غلام نے خود ہی اس کو ایک ترکیب بتلائی، اور کہنے لگا، بیگم صاحبہ، اگر آپ ایسا کر لیں تو بہت اچھا ہوتا، مالکہ نے پوچھا، کیا اس نے کہا آج رات جب صاحب سو جائیں، تو استرے سے ان کی ڈاڑھی کے کچھ بال کاٹ کر مجھے دے دیں، تاکہ میں اس پر کچھ عمل کرا کر آپ کو دے دوں، امید ہے ان شاء اللہ آپ دونوں میں دوبارہ وہی محبت لوٹ آئے گی، وہ عورت اس کی باتوں میں آ گئی، مالکہ نے جلدی سے ایک استرے کا انتظام کیا، اِدھر اس نے چپکے سے جا کر اپنے مالک سے یوں کہا، صاحب جی، آپ کی بیگم صاحبہ نے کسی اور سے ناجائز تعلقات قائم کر لیے ہیں، اس لیے شاید آج رات آپ کو وہ ہمیشہ کے لیے اپنے راستہ سے ہٹانے کی پوری پلاننگ تیار کر رہی ہیں، اگر یقین نہ ہو، تو آج رات جھوٹ موٹ میں چادر اوڑھ کر سو جایئے، آپ کا گلا نہ کٹ جائے تو کہنا، چنانچہ رات کو مالک گھر آیا، اور بغیر کھائے پیئے جا کر بستر پر لیٹ گیا، اور بناوٹی خراٹیں لینا شروع کر دیا، ادھر اس کی بیوی اس انتظار میں تو تھی ہی، کہ ذرا نیند آئے اور غلام کے مشورہ پر عمل کروں، جب اس کو شوہر کے سو جانے کا یقین ہو گیا، تو استرا لے کر آئی اور آہستہ سے جا کر اس کی ڈاڑھی پکڑی، اس کا ڈاڑھی پکڑنا تھا، کہ وہ فوراً یکدم کھڑا ہو گیا اور اس سے استرہ چھین کر اس سے اس کو قتل کر دیا، جب عورتوں کے وارثوں کو اس کی خبر ہوئی، تو انہوں نے اس کو قتل کر دیا، اس کو کہتے ہیں چغلی کہ ایک آدمی کی بات دوسرے آدمی کے پاس اس نیت سے پہونچانا، تاکہ دونوں میں لڑائی اور جھگڑا ہو، اسی لیے حدیث شریف میں فرمایا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ

"اللہ رب العزت کے نزدیک سب سے بدترین آدمی وہ ہے جو چغل خوری کرتا ہے۔"

اِدھر کی اُدھر اور اُدھر کی اِدھر پہونچاتا ہے، اور آپس میں غلط فہمی پیدا کرتا ہے، آپس میں فتنہ فساد اور لڑائی جھگڑے کی آگ لگا کر خوش ہوتا ہے، اور یہ سمجھتا ہے کہ اس نے بہت بڑا کارنامہ انجام دیا ہے؛

لیکن وہ نہیں جانتا ہے، کہ دوسروں کے درمیان لڑائی کی آگ لگا کر، اپنی قبر میں آگ کے انگارے بھڑکا رہا ہے، اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے عام طور پر قبر کا عذاب دو چیزوں سے ہوتا ہے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہ کرنے کی وجہ سے اور پیشاب کی چھینٹوں سے نہ بچنے کی وجہ سے اور دوسرے چغل خوری کی وجہ سے۔

غیبت کسے کہتے ہیں؟ غیبت کہتے ہیں کسی کی عیب اور کسی کی برائی کو دوسروں کے سامنے بیان کرنا، یا دوسرے الفاظ میں یوں کہہ لیا جائے کسی کی برائی دوسرے کے سامنے اس طور پر بیان کرنا کہ اگر وہ سن لے تو اس کو تکلیف ہو۔

چاہے وہ برائی، زبان سے ہو یا قلم سے۔

چاہے وہ برائی، آنکھوں سے ہو، یا ہاتھ کے اشارے سے ہو۔

مثال کے طور پر کسی کو بے وقوف یا گھمنڈی کہنا۔

کسی کو بد اخلاق، یا حاسد کہنا۔

کسی کو چور، عیاش، شرابی، کبابی وغیرہ کے الفاظ سے یاد کرنا، یہ غیبت ہے۔

یا کوئی لنگڑا ہے، تو کسی کے سامنے اس کے لنگڑے پن کی نقل اتارنا یہ غیبت ہے۔

یا کوئی تتلا ہے کسی کی زبان میں لکنت ہے، تو کسی کے سامنے اس کی طرح بول کر نقل اتارنا یہ غیبت ہے۔

کوئی مغرور اور گھمنڈی سینہ تان کر چلتا ہے، تو اس کی عادت کی نقل اتارنا یہ غیبت ہے۔

یا کسی کے سامنے کسی کُبڑے کی نقل اتارنا، یہ غیبت ہے۔

کسی مسلمان بھائی کی طرف ہاتھ یا آنکھ سے اس طرح سے اشارہ کرنا جس سے اس کو تکلیف پہونچے، یہ غیبت ہے۔

کسی کے بارے میں ایسی غلط بات کہنا، جس سے اشارۃً یہ بات ضرور معلوم ہو جائے کہ فلاں کے بارے میں کہی جا رہی ہے، یہ غیبت ہے۔

بغیر کسی مضبوط دلیل کے کسی کو اپنے دل میں برا سمجھنا، یہ بھی غیبت ہے۔

کسی کے بارے میں خط، مضمون، یا اخبار میں ایسی بات لکھنا، جس سے اس کو تکلیف پہونچے، یہ بھی غیبت ہے۔

کسی مجلس میں کسی کی غیبت ہو رہی ہو، اور اس میں بیٹھ کر سننا، اور سن کر خاموش رہنا، یہ بھی غیبت ہے۔

آج کل لوگ صرف غیبت کرنے ہی کو برا سمجھتے ہیں حالانکہ جس طرح غیبت کرنا گناہ اور جرم ہے، اسی طرح سننا بھی جرم ہے۔

فرمایا جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ کسی مجلس میں کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو سننے والے، کرنے والے باز آجائیں یا اس مجلس سے اٹھ کر چلے جائیں، ورنہ وہ بھی غیبت کرنے والوں میں شمار ہوں گے، یہ بات یاد رکھیے حدیث شریف میں آتا ہے کسی کی ایسی برائی بیان کرنا، جو واقعتاً اس میں ہو، تو یہ غیبت ہے، اور اگر اس میں وہ برائی موجود نہ ہو، تو یہ بہتان ہے، جو اور زیادہ سنگین جرم ہے۔

ایک حدیث میں آتا ہے:

"الغیبۃ اشد من الزنا" غیبت زنا سے بھی زیادہ سخت گناہ ہے۔

اور یہ بات یاد رکھیے اگر آدمی شراب پیتا ہے یا زنا وغیرہ کرتا ہے، جب وہ اللہ رب العزت سے معافی مانگے گا، تو وہ معاف کر دے گا، مگر غیبت ایسا گناہ اور پاپ ہے، کہ جب تک وہ بندہ معاف نہیں کرے گا جس کی غیبت کی گئی تب تک اللہ رب العزت معاف نہیں کرے گا، اور وہ بندہ بھی کل قیامت کے دن کسی کو کیا معاف کرے گا، جو حشر کے میدان میں ایک ایک نیکی کا محتاج ہوگا، بھلائی کے چھوٹے چھوٹے ذرّہ کا محتاج ہوگا۔

اس لیے میرے دوستو۔ آج اس دنیا میں ہمارے لیے موقع ہے کہ اس سے معافی مانگ لیں جس کی غیبت کی ہے۔

ایک حدیث کا مفہوم ہے کسی کی غیبت کرنا اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے سے کہیں زیادہ بدتر ہے،

اسی لیے فقیہ ابو اللیث رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا میرے نزدیک سو مرتبہ زنا زیادہ بہتر ہے کسی کی ایک مرتبہ غیبت کرنے سے۔

آج اگر ہم لوگ اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھیں، اپنے دل کا جائزہ لیں، کہ روزانہ ہم کتنی مرتبہ دوسروں کی غیبت کرکے اپنی ماں کے ساتھ زنا کرنے کا گناہ لیتے ہیں، آج اس مہلک اور خطرناک مرض میں

کیا عالم۔

کیا جاہل۔

کیا چھوٹا۔

کیا بڑا۔

کیا مرد۔

کیا عورت۔

کیا بچے۔

کیا بوڑھے۔

کیا امیر۔

کیا غریب۔

سب کے سب اس عظیم گناہ اور مرض میں مبتلا ہیں۔

آج دفتروں میں غیبت۔

آفسوں میں غیبت۔

چوراہوں اور ہوٹلوں میں غیبت۔

گھروں اور بازاروں میں غیبت۔

مدرسوں اور اسکولوں میں غیبت۔

خوشی اور غم کی مجلسوں میں غیبت۔

یہاں تک کہ مسجدوں میں بھی غیبت۔

جہاں جاؤ،

جس طرف بھی جاؤ،

جس کے پاس بھی جاؤ،

ہر جگہ غیبت دکھائی اور سنائی دیتی ہے، مہمان میزبان کے پاس جاتا ہے، تو سب سے پہلے اپنے دوسرے رشتہ داروں کی غیبت شروع کر دیتا ہے۔

داماد سسرال جاتا ہے، تو اپنے گھر والوں کی غیبت شروع کر دیتا ہے۔

بیٹی ماں کے پاس جاتی ہے تو ساس اور نندوں کی غیبت شروع کر دیتی ہے۔

شاگرد، استاذ کے پاس جاتا ہے، تو وہ دوسرے استاذوں کی غیبت شروع کر دیتا ہے۔

استاذ، استاذ کے پاس بیٹھتا ہے، تو مہتمم اور منتظم کی غیبت شروع کر دیتا ہے۔

پڑوسی پڑوسی کے پاس بیٹھتا ہے، تو دوسرے پڑوسی کی غیبت شروع کر دیتا ہے۔

دوست دوست کے پاس بیٹھتا ہے تو دوسرے دوستوں کی برائی شروع کر دیتا ہے۔

امام مقتدیوں کے پاس بیٹھتا ہے، تو مسجد کے متولی اور اہل محلہ کی برائی شروع کر دیتا ہے۔

غرض اب غیبت لوگوں کی غذا بن چکی ہے، یا یوں کہہ لیا جائے بغیر غیبت کیے اب نہ لوگوں کا کھانا ہضم ہو رہا ہے، اور نہ وقت کٹ رہا ہے، یہ غیبت ایسا مہلک مرض ہے جو ہمارے اعمال کو گھن کی طرح چپکے چپکے کھا رہا ہے جس کا ہمیں احساس تک نہیں ہو رہا ہے۔

میرے دوستو! یہ غیبت، یہ چغل خوری، یہ بدگمانی، آج ہمارے معاشرہ میں اتنی خطرناک شکل اختیار کر چکی ہے، جس کی وجہ سے ہر آدمی کی زندگی اجیرن بن چکی ہے، آج ہر آدمی اپنے معاشرہ میں ایک بے چینی اور بے سکونی کی زندگی گزارنے پر مجبور ہو رہا ہے۔

یاد رکھیے، جس طرح سے شراب اور زنا کا حرام ہونا قرآن و حدیث سے ثابت ہے، اسی طرح

غیبت کا حرام ہونا بھی ثابت ہے۔

لہٰذا جو آدمی غیبت کرنے کو حلال سمجھتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی حرام کی ہوئی چیز کو حلال بناتا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی حرام کردہ چیز کو حلال بنائے گا وہ ایمان سے نکل جائے گا، ایسا آدمی کافر ہو جاتا ہے، اور جو آدمی غیبت کو حرام ہی سمجھتا ہے مگر وہ کرتا ہے تو ایسا آدمی فاسق اور سخت گنہگار ہے، آج کل اگر کوئی آدمی کسی کی غیبت کر رہا ہوتا ہے اور اس کو منع کیا جاتا ہے تو ایسی حالت میں وہ کہتا ہے میں تو اس کا حقیقی عیب ہی تو بیان کر رہا ہوں۔

یاد رکھیے، ایسا آدمی جہاں حرام کو حلال بنانے کی وجہ سے کافر ہو جاتا ہے، وہیں اس کو خانۂ کعبہ کو شہید کرنے اور اس کو ڈھانے کا بھی گناہ ملتا ہے، کیونکہ ہر غیبت میں کسی نہ کسی مسلمان کی عزت و آبرو سے کھیلنا ہوتا ہے، اس کی عزت کو خاک میں ملانا ہوتا ہے اور ایک مسلمان کی عزت و آبرو خانۂ کعبہ کے عزت سے کہیں زیادہ محترم ہے لہٰذا جو شخص کسی مسلمان بھائی کی غیبت کرتا ہے تو اس کو خانۂ کعبہ کو ڈھانے سے کہیں زیادہ گناہ ملتا ہے، اور دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح ایک مسلمان کی جان اور مال کی حفاظت ہر مسلمان کے اوپر ضروری ہے، اسی طرح ایک مسلمان کی عزت و آبرو کی بھی حفاظت ہر مسلمان کے اوپر ضروری ہے، اور جو آدمی دنیا میں کسی مسلمان کی عزت و آبرور کی حفاظت کرے گا، تو کل آخرت میں اس کو ایسا صلہ ملے گا، کہ اللہ رب العزت حشر کے میدان میں اس کے ساتھ ایک ایسا فرشتہ مقرر کر دیں گے، جو اس کو جہنم سے بچائے گا، کل قیامت کے دن اس کا یہ عمل اس کو جہنم میں گرنے سے رکاوٹ کا سبب بنے گا اور جو آدمی کسی کے عیب اور کمزوریوں کو اچھالے گا، لوگوں میں اس کو عام کرنے کی کوشش کرے گا، تو اللہ رب العزت اس کو دنیا میں یہ سزا دیں گے، کہ ایک نہ ایک دن اللہ رب العزت اس کو گھر بیٹھے ہی ذلیل و رسواء کریں گے، اور اس سے کوئی ایسی حرکت، ایسا گناہ ہوگا، یا اس کی بیوی بچوں سے ایسا گناہ سرزد ہوگا، کہ جس کی وجہ سے وہ گھر بیٹھے ہی ذلیل و رسواء ہو جائے گا، اور اس کو اس جگہ بھی ذلیل و رسوا کریں گے، جہاں کے لوگ اس کے نام کو بڑے ہی عزت و احترام سے لیتے ہیں، اس حدیث سے ان لوگوں کو سبق حاصل کرنا چاہیے جو دوسروں کی عزت و آبرو سے کھیلتے ہیں،

بیٹھ کر بڑے شوق سے دوسروں کے عیبوں کو اچھالتے ہیں، دوسروں کی کمیوں کو بیان کرکے دل ہی دل میں خوش ہوتے ہیں۔

میرے دوستو! آج تو ہمارا وقت ان سب چیزوں میں بڑے آسانی سے کٹ جاتا ہے، مگر جب موت واقع ہوگی تو ایسے لوگوں کو جہنم میں یہ سزا ملے گی کہ فرمایا جناب نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب میں معراج میں گیا، تو میرا گزر ایسے لوگوں پر ہوا جن کے ناخن تانبے کے تھے، جن سے وہ اپنے چہروں اور سینوں کو نوچ نوچ کر زخمی کر رہے تھے، میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا یہ کون لوگ ہیں۔

تو انہوں نے بتایا یہ وہ لوگ ہیں، جو دنیا میں لوگوں کی غیبتیں کیا کرتے تھے، ان کے پوشیدہ عیبوں کو اچھالا کرتے تھے، ایک حدیث میں آتا ہے کہ کل جہنم میں جہنمیوں کو حد سے زیادہ خارش ہوگی، جس کو کھجانے کی وجہ سے ان کے گوشت کٹ کٹ کر گر جائیں گے، ہڈیاں دکھائی دینے لگیں گی، تو اس وقت ایک آواز دینے والا آواز دے گا۔

اے جہنم کے لوگو، کیا تم کو اس سے تکلیف ہو رہی ہے، تو وہ جواب دیں گے حد سے زیادہ، پھر ان سے کہا جائے گا یہ تکلیف تمہیں اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ دنیا میں تم لوگوں کی غیبتیں کیا کرتے تھے، لوگوں کو ذلیل ورسواء کرکے ان کو تکلیفیں پہونچایا کرتے تھے، اسی پر بس نہیں بلکہ ان کی شکلیں بندر کی سی ہو جائیں گی، حضرت حاتم اصم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ غیبت کرنے والے اور چغلی کھانے والے دوزخ میں بندر کی شکل میں ہوں گے، اور بہت جھوٹ بولنے والے کتے کی شکل میں، اور حسد کرنے والے سور کی شکل میں ہوں گے، اللہ رب العزت ہم سب کو غیبت جیسی خطرناک بیماری سے حفاظت فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

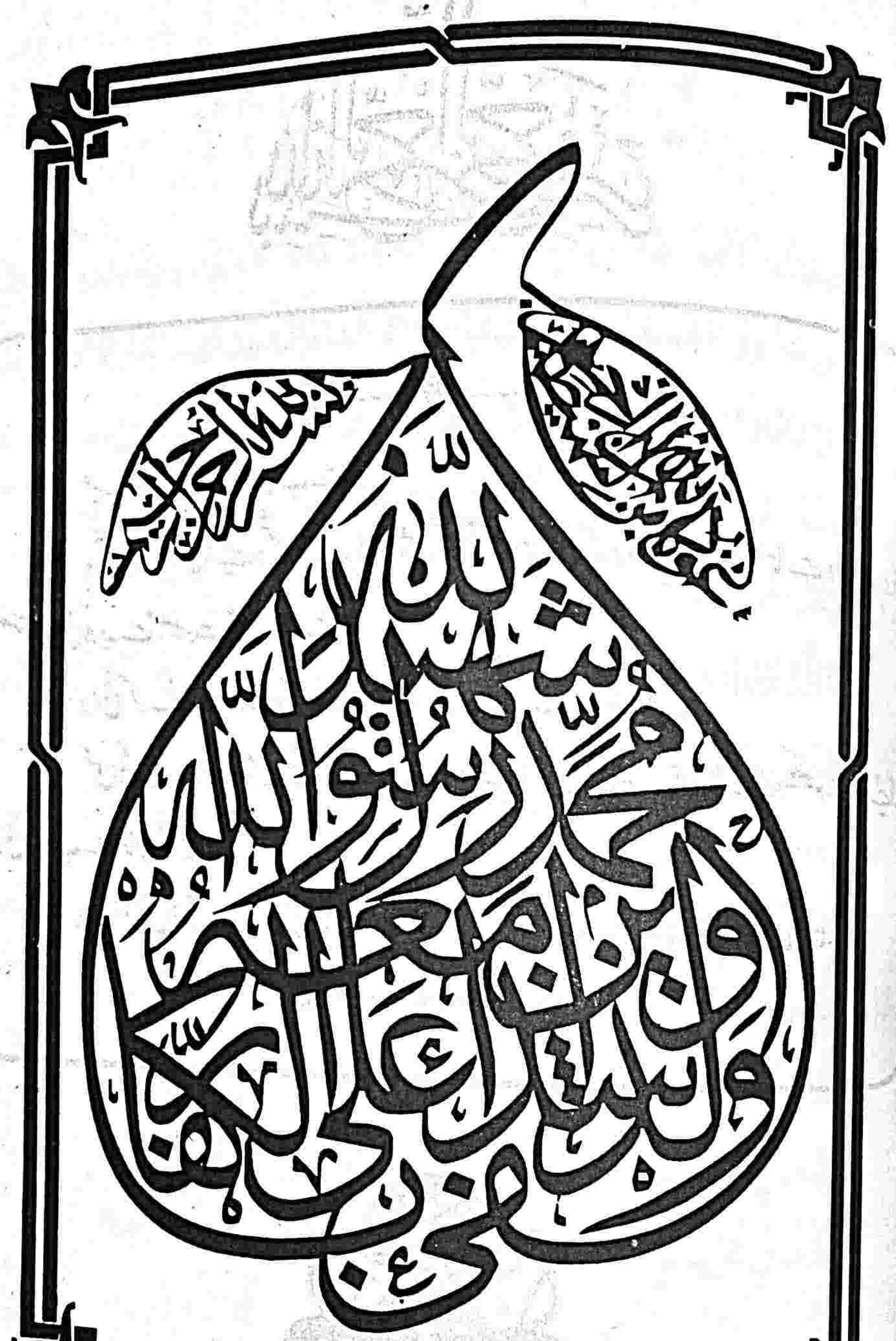

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- عیب تلاش کرنا بھی عیب ہے۔

--- بدخصلت آدمی ایسے دشمن کے ہاتھ میں گرفتار ہوتا ہے کہ وہ جہاں بھی جاتا ہے وہ اپنی بری خصلتوں کی وجہ سے مصیبت میں رہتا ہے۔

--- برائی کرنے والے سے نہیں بلکہ اس برائی سے نفرت کرنا چاہیے۔

--- کسی کی عیب جوئی میں لگنے کے بجائے خود اپنے گریباں میں جھانک کر دیکھو، اس لیے کہ کوئی عیب سے خالی نہیں ہے۔

--- برا آدمی کسی کو بھی نیک گمان نہیں کرتا، اس لیے کہ وہ ہر ایک کو اپنے جیسا خیال کرتا ہے۔

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟؟؟

انّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ الّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۝

یَا اَیُّھَا الَّذِیْنَ آمَنُوا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسیٰ اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِنْھُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسیٰ اَنْ یَّکُنَّ خَیْرًا مِنْھُنَّ۔

وقال النبی ﷺ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِہٖ وَیَدِہٖ۔

وقال انبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام: من مات تائبا من لا الغیبۃ کان آخر من یدخل الجنۃ ومن مات مصرّا علیھما کان اول من یدخل النار۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ۝

یہ دنیا فانی ہے محبوب تجھ کو
ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو
سمجھ لینا اب چاہیے خوب تجھ کو

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟؟؟

إنّ الحمد لله. الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له و لا نظير له و لا وزير له و لا مشير له و لا معين له و صل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا. اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

يَا اَيُّهَا الَّذِيْنَ آمَنُوا لَا يَسْخَرْ قَوْمٌ مِنْ قَوْمٍ عَسٰى اَنْ يَّكُوْنُوْا خَيْرًا مِنْهُمْ وَلَا نِسَاءٌ مِنْ نِسَاءٍ عَسٰى اَنْ يَّكُنَّ خَيْرًا مِنْهُنَّ.

وقال النبی ﷺ: اَلْمُسْلِمُ مَنْ سَلِمَ الْمُسْلِمُوْنَ مِنْ لِّسَانِهٖ وَيَدِهٖ.

وقال انبياء عليهم الصلوٰة والسلام: من مات تائبا من لا الغيبة كان آخر من يدخل الجنة ومن مات مصرّا عليهما كان اول من يدخل النار.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

یہ دنیا فانی ہے محبوب تجھ کو
ہوئی واہ کیا چیز مرغوب تجھ کو
نہیں عقل اتنی بھی مجذوب تجھ کو
سمجھ لینا اب چاہیے خوب تجھ کو

جگہ جی لگانے کی دنیا نہیں ہے
یہ عزت کی جا ہے تماشہ نہیں ہے

میرے محترم بزرگواور دوستو!

ایک مرتبہ ایک نبی کو خواب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ہوا کہ

صبح کو جو چیز تمہیں پہلے نظر آئے اسے کھا جانا،

اور پھر جو چیز نظر آئے اس کو چھپا دینا، اور ظاہر نہ کرنا،

اور پھر جو چیز نظر آئے اس کو پناہ دینا،

اور پھر جو چیز نظر آئے اس کو ناامید نہ کرنا، اور اس کے کہنے کے مطابق کرنا،

پھر جو چیز نظر آئے اس سے بھاگنا،

جب صبح ہوئی تو سب سے پہلے ان کی نظر ایک عظیم الشان پہاڑ پر پڑی، وہ نبی علیہ السلام پریشان اور تعجب میں پڑ گئے، کہ اللہ تعالیٰ نے حکم کیا ہے کہ پہلی چیز کو کھا جانا اب میں اس پہاڑ کو کس طرح کھاؤں، پھر خیال کیا کہ حکم کے مطابق کرنا چاہیے، جب پہاڑ کو کھانے کے ارادہ سے اس کی طرف آگے بڑھے، تو وہ کم ہونے لگا یہاں تک کہ وہ کم ہوتے ہوتے ایک نہایت شیریں لقمہ ہو گیا اور انہوں نے اس کو کھالیا، اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا، اس کے بعد ان کے سامنے ایک سونے کا طشت نظر آیا، چونکہ اللہ جل شانہ نے فرمایا تھا کہ دوسری چیز کو چھپا دینا، انہوں نے زمین کھود کر اس طشت کو دفن کر دیا اور وہاں سے روانہ ہونے لگے، تھوڑی دور چلنے کے بعد جب پیچھے مڑ کر دیکھا، تو وہی طشت زمین کے اوپر پڑا ہے، تو پھر اس کو دفن کیا، پھر جب پیچھے مڑ کر دیکھا، تو اس کو نکلا ہوا پایا، دو تین مرتبہ ایسا ہی ہوا، تو وہ نبی اس کو اسی حالت میں چھوڑ کر آگے بڑھے، تو دیکھا کہ ایک چڑیا نہایت مضطرب حالت میں آئی اور ایک باز اس کے پیچھے شکار کے واسطے دوڑا ہوا آ رہا ہے، چونکہ خدا تعالیٰ کا حکم تھا کہ تیسری چیز کو پناہ دے دینا، اس لیے انہوں نے چڑیا کو پناہ دے دی، اور اس کو باز سے بچا لیا، اس بات کو دیکھ کر باز کہنے لگا، اے اللہ کے نبی، آپ نے میرے شکار کو پناہ تو دے دی، مگر اب میری بھوک کی بھی کچھ تدبیر کیجیے، تو اس نبی

علیہ السلام نے خیال کیا، کہ اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تھا کہ چوتھی چیز کو نا امید نہ کرنا، اس واسطے میں اپنی ران کا ایک ٹکڑا کاٹ کر دے دیتا ہوں، چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا، بعد میں ان کی نظر ایک مردار پر پڑی، تو خدا تعالیٰ کے حکم کے مطابق وہ نبی اس سے بھاگے، جب شام ہوئی، تو نبی علیہ السلام نے کہا: یا اللہ میں نے سارا کام آپ کے حکم کے مطابق کر دیا، اب اس کی حکمت بیان فرمائیے، جب وہ نبی علیہ السلام سوئے، تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء ہوا، اے نبی علیہ السلام پہلی چیز جو تم نے کھائی، وہ مثال غصے کی ہے، جس طرح وہ پہاڑ پہلے بہت بڑا تھا، جب تم نے کھانے کا ارادہ کیا تو نہایت چھوٹا ہو گیا، اور اس میں مٹھاس پیدا ہوگئی، اسی طرح شروع میں جب انسان کو غصہ آتا ہے، تو اس کو پینا انتہائی مشکل ہوتا ہے، جتنا پہاڑ کو کھانا، مگر جب اس کو پینے کا ارادہ کر لیتا ہے، تو آخر میں شہد کی طرح انتہائی میٹھا ہو جاتا ہے، اور جس طرح شہد پینے سے فرحت و طاقت حاصل ہوتی ہے، اسی طرح غصہ پینے سے دنیا میں سکون اور آخرت میں خیر و بھلائی حاصل ہوتی ہے۔

دوسری چیز، جو تم نے چھپا دی اور پھر وہ باہر نکل آئی وہ اخلاص سے کیا ہوا نیک کام ہے، جب انسان صرف اور صرف اللہ کو خوش کرنے کے لیے کوئی نیک کام کرتا ہے، تو چاہے وہ پہاڑ کی غار میں چھپ کر کرے، تو بھی اللہ رب العزت اس کو لوگوں پر ظاہر کر کے رہتے ہیں۔

تیسری چیز کی مثال امانت ہے، یعنی جب کوئی کسی کے پاس امانت رکھ دے تو اس میں خیانت نہ کرنا چاہیے بلکہ اس کی امانت کو پناہ میں رکھنا چاہیے۔

چوتھی چیز، حاجت روائی ہے، کوئی انسان جب آپ کے پاس اپنے کسی کام کے لیے آئے تو تم اس کی حاجت روائی ضرور کرو اس کو نا امید نہ کرو۔

پانچویں چیز غیبت ہے، جس طرح مردار سے انسان بھاگتا ہے اسی طرح تم غیبت سے بھاگو،

ایک مرتبہ جناب نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک آدمی آیا اور عرض کرنے لگا

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں سوائے فرض نمازوں کے اور کوئی نماز نہیں پڑھتا ہوں،

اور سوائے فرض روزوں کے اور کوئی روزہ نہیں رکھتا ہوں،

اور میں فقیر آدمی ہوں، نہ میں کوئی صدقہ وغیرہ کرسکتا ہوں،

اور نہ ہی کوئی حج کرسکتا ہوں،

اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ذرا یہ بتائیں، کہ جب میں مروں گا تو کہاں جاؤں گا، تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تو میرے ساتھ جنت میں جائے گا، اگر تو اپنے دل کو دو چیزوں سے بچائے گا، ایک کسی مسلمان کو ذلیل سمجھنے سے، اور دوسرے کسی حرام چیز کی طرف دیکھنے سے، اور دو چیزوں سے اپنی زبان کو محفوظ رکھے گا، ایک جھوٹ بولنے سے، اور دوسرے کسی کی غیبت کرنے سے، معلوم یہ ہوا جو شخص صرف فرض نماز کی ادائے گی کرتا ہے، مگر کسی کی غیبت نہیں کرتا تو ایسا شخص اللہ رب العزت کے نزدیک زیادہ محبوب اور پسندیدہ ہے، اس شخص کے مقابلہ میں، جو فرض کے ساتھ نفلی عبادتوں کی بھی پابندی کرتا ہے، نفلی نمازیں نفلی روزے رکھتا ہے، صدقہ اور خیرات بھی کرتا ہے، مگر اس کے ساتھ ساتھ جھوٹ بھی بولتا ہے، لوگوں کی غیبتیں بھی کرتا ہے، ایسا شخص اللہ کے نزدیک ایسے ہی ناپسندیدہ اور برا ہے جیسے انسان کے نزدیک، سڑا، مردار، ناپسندیدہ ہوا کرتا ہے، غیبت اللہ رب العزت کے نزدیک کتنی ناپسندیدہ چیز ہے اور غیبت کرنے والے کو اللہ رب العزت کیا کیا سزائیں دیتے ہیں، آج میں ان شاء اللہ اس کو تفصیل سے بیان کرنے کی کوشش کروں گا۔

جو شخص غیبت کرتا ہے تو اللہ رب العزت سب سے پہلے اس کو یہ سزا دیتے ہیں کہ پریشانی کے وقت اس کی دعائیں قبول نہیں کرتے۔

دوسری سزا، اللہ رب العزت اس کو یہ دیتے ہیں کہ اس کی نیکیاں قبول نہیں کرتے۔

تیسری سزا، اللہ رب العزت اس کو یہ دیتے ہیں، کہ عام طور پر قبر کا عذاب اس کو چغل خوری اور غیبت کی وجہ سے دیا جاتا ہے۔

چوتھی سزا، اللہ رب العزت اس کو یہ دیتے ہیں، کہ اس کا حساب کل قیامت کے دن سختی سے لیا جائے گا۔

پانچویں سزا، اللہ رب العزت اس کو یہ دیتے ہیں، اس کی نیکیاں چھین کر اس کو دے دیں گے جس

کی اس نے غیبت کی تھی، اور پھر اس کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دیں گے اور جہنم میں اس کی شکل بندر کی طرح بنا دیں گے۔

پہلی سزا کی مثال حضرت فقیہ ابواللیث رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں بہت سے ایسے لوگ ہیں جن کی اللہ رب العزت پریشانی کے وقت دعائیں قبول نہیں کرتے۔

ایک وہ آدمی ہے جو حرام مال کھاتا ہے۔

دوسرا وہ آدمی ہے جو اللہ کے راستہ میں خرچ کرنے سے کنجوسی کرتا ہے۔

تیسرا وہ آدمی ہے جو لوگوں کی غیبتیں کرتا ہے۔

دوسری سزا کی مثال ایک حدیث میں آتا ہے فرمایا جناب نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم نے، جو فرشتے انسان کی نیکیوں کو لکھتے ہیں، جب وہ صبح سے شام تک کی تمام نیکیاں آسمان پر لے کر جاتے ہیں، تو ان میں سے ایک آدمی وہ بھی ہوتا ہے، جس کے اعمال ایسے چمک رہے ہوتے ہیں، جیسے سورج چمکتا ہے، مگر جب وہ فرشتے پہلے آسمان پر پہونچتے ہیں، تو ان سے ایک فرشتہ کہتا ہے، اس شخص کے نیک اعمال کو لے جا کر اس کے منھ پر مار دو، اور اس کو اس کی عدم مغفرت یا بخشش نہ ہونے کی خبر دے دو، کیوں کہ وہ شخص مسلمانوں کی غیبت کیا کرتا ہے، اور جو مسلمانوں کی غیبت کرتا ہے اس کے نیک اعمال قبول نہیں ہوتے۔

تیسری سزا کی مثال، حضرت ابوامامہ باہلی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں بعض لوگوں کو قیامت کے دن جب ان کا نامۂ اعمال کھلی کتاب کی طرح دیا جائے گا اور وہ اپنا نامۂ اعمال جب دیکھیں گے، تو وہ لوگ کہیں گے، اے اللہ، میں نے دنیا میں فلاں فلاں نیکیاں کی تھیں وہ کیا ہوئیں، تو اللہ رب العزت فرمائیں گے تم نے دنیا میں فلاں فلاں لوگوں کی غیبتیں کی تھیں، اس لیے تمہاری وہ نیکیاں ان لوگوں کو دے دی گئیں جن کی تم نے غیبت کی تھی، تب وہ انتہائی افسوس کرتے ہوئے کہے گا، اے کاش، ہم دنیا میں کسی کی غیبت نہ کرتے، اور قیامت کے دن بعض وہ لوگ ہوں گے جو اپنے نامۂ اعمال میں ایسی ایسی نیکیاں دیکھیں گے، جس کو انہوں نے دنیا میں کبھی نہ کی ہوں گی، تو وہ لوگ خدا تعالیٰ سے پوچھیں گے، اے پروردگار عالم، یہ نیکیاں ہمارے نامۂ اعمال میں کس طرح لکھ دی گئیں، جب کہ ہم نے ان کو دنیا میں

کبھی کیا ہی نہیں تھا، تو اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا، اے میرے بندے، اگر چہ تم نے دنیا میں یہ نیکیاں کبھی نہیں کی تھیں، مگر جنہوں نے تمہاری غیبت کی تھی، ان کی نیکیاں ان کے نامۂ اعمال سے مٹا کر تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دی گئیں۔

اس لیے میرے دوستو! سب سے زیادہ بے وقوف ہے وہ آدمی، جو کسی کی غیبت کر کے اپنے نیک اعمال، دوسروں کو دیتا ہے اور سب سے زیادہ عقلمند، وہ آدمی ہے، جو کسی کی غیبت نہ کر کے اپنے نیک اعمال دوسروں کو نہیں دیتا ہے اور سب سے زیادہ خوش نصیب، وہ آدمی ہے، جس کی لوگ غیبت کر کے اپنی نیکیاں اس کو دیتے ہیں، ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ارشاد فرمایا کیا تم جانتے ہو، مفلس اور غریب کون ہے؟

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے فرمایا، ہم تو سمجھتے ہیں مفلس وہ ہے جس کے پاس روپیہ پیسہ نہ ہو، تو جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کا مفلس اور غریب آدمی وہ ہے، جو قیامت کے دن بہت ساری نیکیاں لے کر آئے گا، مگر اس کے باوجود حشر کے میدان میں اس حال میں آئے گا، کہ اس کی ساری نیکیاں دوسروں میں بانٹ دی جائیں گی، یعنی میدان حشر میں اس حال میں آئے گا کہ اس نے دنیا میں کسی کو گالی دی ہوگی۔

دنیا میں کسی کا ناحق مال کھایا ہوگا۔ کسی کی غیبت کی ہوگی۔

لہٰذا اس شخص کا فیصلہ اس طرح سے کیا جائے گا کہ جس کو اس نے ستایا تھا۔

جس کا اس نے ناحق مال ہڑپ کیا تھا۔

جس کی اس نے غیبت کی تھی، اس کی ساری نیکیاں ان سب میں بانٹ دی جائیں گی، پھر اگر حق پورا ہونے سے پہلے اس کی ساری نیکیاں ختم ہوگئیں، تو اس کے اوپر حقداروں کے گناہ ڈال دیئے جائیں گے، اور پھر اس کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دیا جائے گا، تب وہ روئے گا، چلّائے گا، حسرت بھری آواز میں کہے گا، کاش کہ، ہم دنیا میں کسی کا حق نہ مارتے، کسی کو گالی نہ دیتے، اے کاش ہم دنیا میں کسی کی غیبت نہ کرتے۔

چوتھی سزا کی مثال، حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں، کل قیامت کے دن جب تمام انسانوں جوان کے نامہ اعمال کے حساب اوران کوتلوانے کے لیے آواز لگائی جائے گی، تو اس وقت اللہ رب العزت کے سامنے بارہ منزلیں ہوں گی اور ہر منزل میں ہر انسان سے ایک ایک چیز کے بارے میں سوال کیا جائے گا، ان میں سے چوتھی منزل میں انسان سے غیبت کے بارے میں سوال کیا جائے گا، اگر کسی شخص نے کسی کی غیبت نہ کی ہوگی، تو اس وقت اس کو آگے بڑھا دیا جائے گا، ورنہ اس کو چوتھی منزل پر ایک ہزار سال تک کھڑا کر دیا جائے گا۔

میرے دوستو! کیا حال ہوگا، ہمارا اس وقت جب سورج بالکل ہمارے سر کے قریب ہوگا اور زمین توے کی طرح گرم ہوگی۔

اے دنیا میں سورج کی تپش نہ برداشت کرنے والے انسان ذرا بتا، تو کس طرح قیامت کے دن، سورج کی تپش کو برداشت کرے گا۔

اے دنیا کی گرمی نہ برداشت کرنے والے انسان، ذرا بتا، تو کس طرح سے قیامت کی گرمی کو برداشت کرے گا۔

اے دنیا کی پیاس کو نہ برداشت کرنے والے انسان، ذرا بتا تو، کس طرح سے حشر کے میدان میں پیاس کو برداشت کرے گا۔

چھٹی سزا، جو آدمی غیبت کرتا ہے اگر چہ توبہ کر کے مرے، پھر بھی جنت میں سب سے بعد میں جائے گا، اور جو آدمی غیبت کرتا ہے، اگر وہ بغیر توبہ کے مر جائے تو سب سے پہلے جہنم میں جائے گا، اللہ رب العزت ہم سب کو غیبت سے نفرت اور گناہوں سے بچنے کا عزم و حوصلہ عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❁-----❁-----❁

--- خاموشی غصہ کا بہترین علاج ہے۔

--- خاموشی بے وقوفوں کے لیے ایک شریفانہ جواب ہے۔

--- خاموش رہو یا ایسی بات کہو جو خاموشی سے بہتر ہو۔

--- کم بولنا عقلمند ہونے کی دلیل ہے اور زیادہ بولنا بے وقوف ہونے کی علامت ہے۔

--- خاموشی عالم کے لیے باعث زینت اور جاہل کے لیے پردۂ جہالت ہے۔

❁-----❁-----❁

زبان کو قابو میں رکھنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوتا!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہ ولا نظیر لہ ولا وزیر لہ ولا مشیر لہ ولا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمّا بَعدُ: فَاَعُوذُ بِاللہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ٥ بِسْمِ اللہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ٥

اِذْ یَتَلَقَّی الْمُتَلَقِّیٰنِ عَنِ الْیَمِیْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِیْدٌ ٥ مَا یَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَیْہِ رَقِیْبٌ عَتِیْدٌ ٥

وقال النبی ﷺ: ما بین لحییہ وما بین رجلیہ اضمن لہ الجنۃ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ٥

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ٥

دشمنوں کے دل میں بھی بس جاتا ہے شیریں کلام
بات تم ایسی کرو جو ہر دل کو بہتر لگے
پیار و محبت بغض و عداوت کے بھی طور طریقے ہیں
یہ تو کوئی بات نہیں جو منھ میں آیا کہہ دیا
آپ سے سیکھے گی یہ دنیا وفاداری کا چلن
آپ اپنے سخت لہجے کو بدل کر دیکھیے

حکم کے لہجے بھی بدل جائیں گے سب فریاد میں ان کے
آپ دنیا کو نہیں خود کو بدل کر دیکھیے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! تمام تعریفیں اس پروردگارِ عالم کے لیے ہیں جس نے اپنے ایک ہونے کی تصدیق کے لیے ہمیں دل دیا۔

اور جس نے اپنی وحدانیت کو سمجھنے کے لیے ہمیں دماغی صلاحیت عطا کی،

اور تمام حمد وثنا اس اللہ رب العزت کے لیے ہیں جس نے اپنی قدرت پر غور کرنے کے لیے ہمیں دو آنکھیں عطا کی۔

اور تمام بڑائی اور کبریائی اس خداوند قدوس کے لیے ہیں جس نے کلام الٰہی کے حق ہونے کے اقرار کے لیے زبان عطا کی۔

جس نے پیغام خداوندی سننے کے لیے ہمیں دو، کان عطا کئے۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے ہم انسانوں کو یہ پانچ نعمتیں دل، دماغ، آنکھ، زبان اور کان جو عطا کی ہیں، ان میں سے ہر ایک کے لیے اللہ رب العزت کا ہم جتنا بھی شکر ادا کریں کم ہے۔

میرے دوستو! اگر اللہ رب العزت کسی کے دماغی توازن کو ختم کر دے، اس کے دماغی صلاحیت کو خراب کر دے، تو وہ چلتی پھرتی ہوئی لاش کی طرح ہو جائے، اگر اللہ رب العزت کسی کے دل کی حرکت کو تھوڑی دیر کے لیے روک دے، تو وہ ہمیشہ کے لیے موت کی نیند سو جائے، اور اگر کسی کے آنکھ کی بینائی کو چھین لے تو اس کی زندگی ادھوری ہو جائے۔

آپ نے آنکھ اسپتالوں کی دیواروں پر لکھا ہوا دیکھا ہوگا ''نیتر ہی جیون ہے''، یعنی آنکھ ہی زندگی ہے، اندھا دنیا میں رہ کر، دنیا نہ دیکھ سکے، دنیا میں رہ کر، دنیا کی چیزوں سے لطف اندوز نہ ہو سکے، یہاں تک کہ وہ اپنے گھر اپنی بیوی بچوں اور اپنے ہاتھ، پیر، چہرے کو نہ دیکھ سکے، ایسی زندگی سے کیا فائدہ اور کان کی اہمیت کا اندازہ اس واقعہ سے لگایا جا سکتا ہے۔

ایک آدمی تھا، وہ کان سے بالکل بہرہ تھا، بوڑھا بھی ہو چکا تھا، نظر بھی بہت کم ہو گئی تھی، اس کے

پڑوس میں ایک مالدار آدمی رہتا تھا، ایک مرتبہ وہ بیمار ہوگیا، لوگ ان کی عیادت کے لیے آنے جانے لگے، لوگوں کی آمدورفت سے اس بہرے آدمی نے اندازہ لگالیا، کہ شاید یہ ہمارا پڑوسی بیمار ہوگیا ہے، اس وجہ سے لوگ آتے جاتے ہیں، چلو میں بھی ہو آؤں، پڑوسی کا معاملہ ہے اور ہمارے پرانے دوست بھی ہیں، یہ سوچ کر جانے کا ادارہ کرلیا، مگر دل میں یہ سوچنے لگا کہ میں جا کر اس کو کیا کہوں گا، وہ مجھے جو جواب دیں گے، اس کو میں تو سنوں گا نہیں، بہر حال کچھ ایسی باتیں سوچ کر جانا چاہیے، کہ اس کا جواب بھی وہی ہو، جو میں چاہوں، یہ سوچ کر وہ اپنے دل میں باتیں بنانے لگا، کہ سب سے پہلے جا کر میں تو سلام کروں گا، وہ اس کا جواب یقیناً سلام سے دیں گے، پھر میں کہوں گا، حضرت جی کی طبیعت کیسی ہے اس کے جواب میں وہ کہیں گے کہ، الحمد للہ اچھی ہے، تو میں کہوں گا، الحمد للہ، اس کے بعد پوچھوں گا، کہ حضرت جی کھانے میں کیا کھاتے ہیں، اس کے جواب میں وہ کسی ہلکی پھلکی غذا بیماری کی وجہ سے کھاتے ہوں گے، اس کا نام لیں گے، تو میں کہوں گا، بہت ہی اچھی غذا ہے جو آپ کھاتے ہیں، اس کے بعد پوچھوں گا کہ حضرت جی کس حکیم کا علاج کراتے ہیں، اس کے جواب میں وہ کسی اچھے حکیم کا نام لیں گے، کیوں کہ مالدار آدمی ہیں، اس وجہ سے اچھے سے اچھے حکیم کا علاج کراتے ہوں گے، اس حکیم کا جب نام لیں گے تو میں جواب میں کہوں گا کہ، سبحان اللہ اس سے بڑھ کر حکیم دنیا میں کوئی نہیں، یہ تمام باتیں اپنے دل میں طے کر کے وہ بہرہ چلا، جب اس بیمار کے مکان پر پہنچا تو دروازے پر کھڑے ہو کر زور سے کہا "السلام علیکم" جو آدمی بہرا ہوتا ہے، عموماً وہ زور سے بولتا ہے کہ جس طرح میں نہیں سنتا، دوسرے بھی نہیں سنتے ہوں گے، اس کے سلام کا جواب، مالدار آدمی جو بیمار تھا دے دیا، اب دوسری بات پوچھنے لگا، کہ حضرت کی طبیعت کیسی ہے۔

تو اس بیمار نے کہا، میں تو مر رہا ہوں تو بہرے آدمی نے کہا۔

الحمد للہ۔ اب تیسری بات پوچھنے لگا کہ حضرت جی کھانے میں کیا کھاتے ہیں، اس بیمار آدمی کو اس بہرہ پر غصہ آگیا، کہ میں مر رہا ہوں اور یہ الحمد للہ کہہ رہا ہے، پھر پوچھتا ہے، کہ آپ کیا کھاتے ہیں، تو اس بیمار آدمی نے غصہ میں کہہ دیا، کہ میں زہر کھاتا ہوں، تو بہرے آدمی نے کہا بہت ہی اچھا ہے، یہی

کھاتے رہنا، بہت اچھی غذا ہے، اب چوتھی بات پوچھنے لگا، کہ حضرت جی آپ کس حکیم کا علاج کروا رہے ہیں۔

وہ بہرہ پوچھا پوچھ لگائے ہے، اور اس بیمار آدمی کو اس کے پوچھنے پر غصہ آ رہا ہے، پھر بھی پوچھ رہا ہے، اس بہرے کے پوچھنے پر، کہ آپ علاج کس کا کرتے ہیں، تو اس بیمار نے کہا کہ میرا علاج ملک الموت ہی کریں گے، اس پر بہرے آدمی نے کہا، سبحان اللہ، اس سے بڑھ کر دنیا میں کوئی دوسرا حکیم ہے ہی نہیں، یہ کہہ کر چلا گیا، بہرے کے دل میں یہ تھا کہ میں اس بیمار آدمی کو خوش کر آیا، لیکن معاملہ بالکل الٹا تھا، یہ ہوا کان کی اہمیت کا اندازہ اور زبان کی اہمیت ہم ان لوگوں سے پوچھیں

جو اس نعمت سے محروم ہیں،

جن کے دل میں طرح طرح کے جذبات تو پیدا ہوتے ہیں، مگر اس کا اظہار نہیں کر سکتے، اس کی اہمیت ہم ان لوگوں سے پوچھیں،

جن کے پاس زبان تو ہے مگر بولنے کی طاقت نہیں رکھتے،

جب ایک آدمی ان سے کوئی بات کہتا ہے مگر اس کا جواب نہیں دے سکتے۔

میرے دوستو! یہ زبان انسان کی پیدا کی ہوئی خود ساختہ چیز نہیں ہے کہ جب، جہاں چاہے، جیسے چاہے، اس کو استعمال کرے، اس پروردگار نے ہمیں یہ نعمت بطور امانت کے عطا کی ہے، لہٰذا اس نعمت کو اسی کے مرضی کے مطابق ہی استعمال اور خرچ کرنا چاہیے، اسی لیے فرمایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ اپنی زبان کی خوب دیکھ بھال رکھا کرو کہ اس سے کیا کہنا ہے، کس سے کہنا ہے اور کتنا کہنا ہے، ایک حدیث میں آتا ہے فرمایا جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو شخص اپنی زبان اور شرمگاہ کی حفاظت کرے گا، تو اس کو میں جنت میں داخل کرانے کی گارنٹی لیتا ہوں۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے زبان کے آگے اس کے دائیں، بائیں اس کے اوپر، نیچے جو بتیس دانتوں کی ایک دیوار کھڑی کر رکھی ہے، اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ آدمی اپنے قدم سے اتنا نہیں پھسلتا ہے، جتنا وہ اپنی زبان سے پھسلتا ہے، اسی لیے ایک حدیث میں آتا ہے، فرمایا جناب محمد رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے روزانہ جب صبح ہوتی ہے، تو جسم کے تمام اعضاء بہت ہی انکساری اور عاجزی سے ہاتھ جوڑ کر زبان سے پناہ مانگتے ہوئے، یہ کہتے ہیں، بھائی ٹھیک اور درست چلنا، اے زبان اگر تو سیدھی چلتی رہی تو ہم سب درست اور ٹھیک رہیں گے، اور اگر تو سیدھی نہ رہی، تو ہم سب مصیبت میں پھنس جائیں گے، اگر تو نے کسی کو گالی دی، برا، بھلا، کہا تو تُو بول کر بتیس دانتوں کے قلعہ میں محفوظ ہو جائے گی مگر مار تو ہم کو کھانا پڑے گا

اگر کوئی تھپڑ مارے گا تو چہرے کو تکلیف ہوگی،

اگر کوئی گھونسا مارے گا تو پیٹ اور پیٹھ کو تکلیف ہوگی،

اگر کوئی توڑے گا تو ہاتھ پیر کو تکلیف ہوگی،

اور تجھے کیا، تُو تو بول کر بتیس دانتوں کے قلعہ میں محفوظ ہو جائے گی،

اور اگر کسی وجہ سے دنیا میں ہم مار کھانے سے بچ گئے، تو کل جہنم میں ہمیں تیری ہی وجہ سے جلنا پڑے گا۔

ایک عقلمند نے بڑی اچھی بات کہی کہ اللہ رب العزت نے زبان میں کوئی ہڈی اس لیے نہیں بنائی، تاکہ یہ نرم رہے اور اس سے گفتگو بھی نرم کی جائے، جب اس سے نرم گفتگو کی جائے گی، تو وہ لوگوں کی نظر میں باعزت محبوب رہے گا۔

شاعر کہتا ہے ؎

دشمنوں کے دل میں بھی بس جاتا ہے شیریں کلام
بات تم ایسی کرو ہر دل کو جو بہتر لگے

ایک مرتبہ ایک بادشاہ نے حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بکری پیش کی اور کہا کہ اس کی سب سے بہترین چیز کاٹ کر ہمارے سامنے پیش کرو، تو لقمان حکیم رضی اللہ عنہ نے بکری کی زبان اور دل کاٹ کر بادشاہ کے سامنے رکھ دیا، دوسرے دن پھر بادشاہ نے حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ کو ایک بکری پیش کرتے ہوئے کہا اس کی سب سے بدترین چیز کاٹ کر ہمارے سامنے پیش کرو، حضرت لقمان حکیم رضی اللہ عنہ

نے پھر وہی بکری کی زبان اور دل کاٹ کر بادشاہ کے سامنے پیش کر دیا، تو بادشاہ نے کہا حضرت، بات سمجھ میں نہیں آئی کہ جب ہم نے آپ سے بکری کی سب سے بہترین چیز مانگی، تو بھی آپ نے زبان اور دل پیش کیا، اور سب سے بدترین چیز مانگی تو بھی آپ نے زبان اور دل پیش کیا، تو حضرت لقمان حکیم نے فرمایا، بادشاہ سلامت، اگر زبان اور دل صحیح اور درست ہوجائیں، تو جسم میں سب سے بہترین چیزیں یہی دو چیزیں ہیں، اور اگر زبان اور دل بگڑ جائیں، تو جسم میں سب سے بدترین چیزیں یہی دو چیزیں ہیں، ایک مرتبہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ کے جواب میں یہ کہا تھا، جب کفارِ مکہ نے نجاشی بادشاہ سے شکایت کی تھی کہ آپ ان مسلمانوں کو کیوں پناہ دے رہے ہیں، جب کہ ان میں سے کسی کا رنگ کالا ہے، کسی کا قد چھوٹا ہے، کسی کا چہرہ بدصورت ہے، کسی کا کوئی ذاتی عزت و وقار نہیں ہے، یہ گھٹیا لوگ ہیں، تو حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ نے کفارِ مکہ کے جواب میں بہت ہی خوب کہا تھا:

اے بادشاہ، انسان خوبصورت چہرہ، لمبے تڑنگے قد و قامت والے کا نام نہیں ہے بلکہ انسان دو چھوٹی چیزوں کا نام ہے دل اور زبان، دل اور زبان کا نام ہے انسان۔

اگر انسان کے دل اور زبان درست اور صحیح ہوجائیں تو وہ انسان کہلانے کے لائق ہے، ورنہ وہ انسان کے روپ میں جانور اور درندے سے بھی بدتر ہے، اسی لیے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے زبان کے بارے میں فرمایا "جِسْمُهٗ صَغِيْرٌ وَّ جُرْمُهٗ كَبِيْرٌ" یہ زبان دیکھنے میں ایک معمولی سا گوشت کا ٹکڑا ہے، جسامت کے اعتبار سے بہت چھوٹی ہے، مگر اس کا جرم بہت بڑا ہوتا ہے، اگر کوئی ظالم بادشاہ اس کو حرکت دیتا ہے، تو ہزاروں، لاکھوں انسانوں کی زندگیاں تباہ و برباد ہوجاتیں ہیں، ان کی ساری زندگی کی خوشی خاک میں مل جاتی ہے

اگر کوئی آدمی، اس زبان کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا انکار کر دیتا ہے، تو کافر بن کر ہمیشہ ہمیش جہنم میں جلتا ہے اگر کوئی اس کے ذریعہ خدا تعالیٰ کا اقرار کرتا ہے تو مسلمان بن کر ہمیشہ ہمیش جنت میں عیش کرتا ہے۔

اس زبان کے ذریعہ آدمی طلاق دے کر دو خاندانوں میں ہمیشہ کے لیے دشمنی پیدا کر دیتا ہے۔

اور اس کے ذریعہ نکاح کر کے دو خاندانوں میں ہمیشہ کے لیے محبت پیدا کر دیتا ہے۔

اس زبان کی تلخ کلامی کے ذریعہ نہ جانے کتنے دوست دشمن بن جاتے ہیں۔

اور اس کے خوش کلامی کے ذریعہ نہ جانے کتنے دشمن دوست بن جاتے ہیں۔

اس زبان کے ذریعہ آدمی لوگوں کے نزدیک قابل عزت بھی بنتا ہے، اور قابل نفرت بھی۔

اور یہ بات یاد رکھیے کہ تلوار کی وار کا زخم بھر جاتا ہے، مگر زبان کی وار کا زخم کبھی نہیں بھرتا، اسی لیے شاعر کہتا ہے:

زبان تیغِ رواں بننے نہ پائے
زبان کے زخم کا مرہم نہیں ہوتا ہے

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس شخص کی زبان اس پر حکمراں ہو، تو وہ، اس کی ہلاکت و بربادی اور موت کا فیصلہ کرتی ہے، آدمی پر زیادہ مصیبتیں اس کے زیادہ بولنے ہی کی وجہ سے آتی ہیں۔

اور یہ بات یاد رکھیے، شیطان انسان پر اس کے زبان ہی کے ذریعہ قابو پاتا ہے اور جس کی زبان پر شیطان قابو پا جاتا ہے تو وہ دنیا تو دنیا، اگر دین کا بھی کام کرنے کا ارادہ کرتا ہے، تب بھی اس کے راستہ میں بڑی بڑی رکاوٹیں کھڑی کر دیتا ہے، اور جو اپنی زبان کو قابو میں رکھتا ہے تو دین تو دین، اس کے دنیا کے کاموں میں بھی اللہ رب العزت اس کی مدد کرتے ہیں۔

اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے دنیا اور آخرت کی تمام مصیبتوں سے نجات پا گیا، وہ شخص، جو اپنی زبان کو اپنے قابو میں رکھتا ہے، جو آدمی زیادہ بولتا ہے اس کا رعب، اس کی عزت اور وقار ختم ہو جاتا ہے، زیادہ بولنا کم عقلی کی دلیل ہے، اور کم بولنا عقلمند ہونے کی دلیل ہے۔

کہہ رہا تھا موجِ دریا سے سمندر کا سکوت
جس میں جتنا ظرف ہے اتنا ہی وہ خاموش ہے

خاموشی بذات خود ایک عبادت ہے۔

خاموشی لڑائی جھگڑا ختم کرنے کا سب سے بڑا ہتھیار ہے۔

خاموشی فتح ہے، بغیر جنگ کے، عبادت ہے، بغیر محنت کے۔

خاموشی رعب و دبدبہ ہے، بغیر سلطنت کے۔

خاموشی انسان کا وقار بڑھاتی ہے۔

خاموشی بے وقوفوں کے لیے ایک شریفانہ جواب ہے۔

آدمی خاموش رہے یا ایسی بات بولے جو خاموشی سے بہتر ہو، کم بولنا مگر اچھی بات بولنا، عقلمندی ہونے کی دلیل ہے۔

عقلمند سوچ کر بولتا ہے اور بے وقوف بول کر سوچتا ہے۔

عقلمند کی زبان دل میں ہوتی ہے اور بے وقوف کا دل زبان پر ہوتا ہے اسی لیے شاعر کہتا ہے:

پیار و محبت بغض و عداوت کے بھی طور طریقے ہیں
یہ تو کوئی بات نہیں جو منہ میں آیا کہہ دیا
وفاؤں کو تم نے جفا کہہ دیا
یہ سوچا نہیں تم نے کیا کہہ دیا

آدمی بولنے سے پہلے تولے، پھر بولے، آدمی کو اسی وقت بولنا چاہیے جب یہ سمجھے کہ اب بولے بغیر چارہ ہی نہیں ہے، پھر بولنے سے پہلے سوچ لے کیا بولنا ہے، کتنا بولنا ہے۔

میرے دوستوں! آج تمام لڑائیاں، آج تمام برائیاں اور گناہوں کی تمام باتیں، اسی زبان کے ذریعہ ہی وجود میں آ رہی ہیں۔

کفر، شرک، غیبت، جھوٹ، چغل خوری، الزام تراشی یہ سب زبان کے ذریعہ ہی وجود میں آ رہی ہیں۔

آج کل لوگ ہنسنے ہنسانے کے لیے جھوٹی بناوٹی لطیفے سناتے ہیں، تاکہ لوگ ان کی باتوں پر قہقہے لگائیں، یاد رکھیے یہ غپ شپ انسان کو زبان کی لغزش میں مبتلا کرتی ہے اور لغزش کیا ہے جو آدمی زیادہ بولتا ہے وہ بولتے بولتے جھوٹ بھی بول جاتا ہے۔

یا باتوں باتوں میں کسی کی غیبت کر جاتا ہے۔

یا اسکی باتوں سے کسی کو تکلیف پہونچ جاتی ہے۔

یا لوگوں کی نظروں میں بہت زیادہ بولنے والا شمار کیا جاتا ہے، اور زیادہ بولنے والے کا، لوگوں کی نظر میں کوئی عزت و وقار نہیں ہوتا۔

اور یہ بات یادرکھیے کل قیامت کے دن یہ زبان ہی ہوگی، جو انسان کو جہنم میں منہ کے بل گرائے گی قرآن کریم میں ہے اللہ رب العزت ارشاد فرماتے ہیں:

''اِذْ يَتَلَقَّى الْمُتَلَقِّيَانِ عَنِ الْيَمِيْنِ وَعَنِ الشِّمَالِ قَعِيْدٌ o مَا يَلْفِظُ مِنْ قَوْلٍ اِلَّا لَدَيْهِ رَقِيْبٌ عَتِيْدٌ''

اے غافل انسان ہر وقت تمہارے دائیں بائیں دو فرشتے بیٹھے رہتے ہیں جب تم کوئی بھی لفظ اپنی زبان سے نکالتے ہو، تو فوراً وہ لکھ لیتے ہیں۔

اسی لیے ایک مرتبہ جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے، حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو نصیحت کرتے ہوئے اپنی زبانِ مبارک کو پکڑ کر ارشاد فرمایا تھا، اے معاذ، اس کو اپنے کنٹرول میں رکھنا، ورنہ یہ تمہیں جہنم میں اوندھے منہ گرائے گی۔

اللہ رب العزت ہم سب کو اپنی زبان کو صحیح استعمال کرنے کی توفیق عطا فرمائے

دشمن بھی دوست کہنے پر مجبور ہو ہمیں
ایسا خلوص زبان و دل ہمیں پروردگار دے

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- حالات انسان کو نہیں بناتے بلکہ انسان خود حالات کو بناتا ہے۔

--- ایک بلند حوصلہ انسان مٹی کو بھی سونا بنادیتا ہے۔

--- جو شخص محنتی، ذہین، ایماندار اور بلند حوصلہ ہوتا ہے کامیابی ہمیشہ اسی کا قدم چومتی ہے۔

--- یہ دنیا ان لوگوں کے لیے ہے جو بلند حوصلہ اور باہمت ہوتے ہیں اور جن میں باعزت زندگی گزارنے کا جذبہ موجود ہوتا ہے۔

--- سیڑھی کے زینے اس لیے نہیں ہوتے کہ اس پر آرام کیا جائے بلکہ ہر ایک زینہ کا مقصد پاؤں کو سہارا دینا ہوتا ہے تاکہ اگلا قدم اوپر جاسکے۔

ایک پیغام!!!

مسلم نوجوانوں کے نام!!!

إنّ الحمد لله۔ الحمد لله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله الّا الله وحده لا شريك له و لا نظير له و لا وزير له و لا مشير له و لا معين له و صل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ۝ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ

وقال النبی ﷺ: لَا يَقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ ۝

اس سوچ میں لب خشک ہوئے اس خوف سے چہرے زرد ہوئے
گر حق پہ مٹے تو جنت ہے اور یوں ہی مرے تو کیا ہوگا
طاغوتِ زمانہ اِن پر بھی اک آدھ ستم ہو ہلکا سا
کچھ لوگ ابھی تک ہاتھوں میں امن کا پرچم تھامے ہیں
اے مولا بنا دے ہم کو بھی تو راہِ حق کا شیدائی
عزت دے اس ذلت سے یا جوشِ شہیداں ہم کو دے

وہ تقویٰ دے وہ ایماں دے وہ حمیت دے وہ غیرت دے
وہ نقشِ صحابہ ہم کو دے وہ عزمِ طارق ہم کو دے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت کا یہ قانون ہے اور قدرت کا یہ نظام ہے کہ جب تک انسان اپنے اندر محنت کرنے اور کسی چیز کے لیے اپنے آپ کو بالکل قربان کر دینے کا جذبہ پیدا نہیں کرتا، اس وقت تک اللہ رب العزت اس کو ترقی سر بلندی اور کامیابی سے ہمکنار نہیں کرتے، جیسے کہ جب تک دانہ مٹی میں جا کر اپنے آپ کو نہیں مٹاتا، تب تک وہ کھیت میں سرسبز وشاداب کھیتی کے شکل میں نہیں لہلہاتا، اسی لیے شاعر کہتا ہے

مٹا دے اپنی ہستی کو گر کچھ مرتبہ چاہے
کہ دانہ خاک میں مل کر گل و گلزار ہوتا ہے

ایسے ہی انسان جب کسی چیز کی دیکھ بھال اور اس کی حفاظت کرنا چھوڑ دیتا ہے، تو وہ چیز اپنی افادیت کھو بیٹھتی ہے، وہ چیز اپنی حالت پر باقی نہیں رہتی، مثال کے طور پر اگر کسان اپنے کھیت میں محنت کرنا اور اس کی دیکھ بھال کرنا چھوڑ دے، تو وہ کھیت اناج، غلہ دینا تو دور کی بات ہے، ایک وقت آتا ہے وہ کھیت کھیت نہیں بلکہ وہ جھاڑیوں میں تبدیل ہو جاتا ہے، اور اس میں طرح طرح کے موذی جانور اپنا بسیرا بنا لیتے ہیں، اسی طرح اگر کسی کشتی پر کئی کشتی چلانے والے ہی سوار ہوں اور اس کشتی کو صحیح رخ چلانے اور آگے بڑھانے کے بجائے، اس کو اسی طرح ہواؤں کے رخ پر، پانی کے بہاؤ پر، دھارے کے سہارے، اس کشتی کو چھوڑ دیں، تو ایک وقت آئے گا کہ جہاں اس کشتی کے سوار منزل سے دور ہوتے چلے جائیں گے، وہیں وہ کشتی کسی بھنور میں پھنس کر ڈوب جائے گی، یا کسی چٹان اور جزیرے سے ٹکرا کر پاش پاش ہو جائے گی۔

میرے دوستو! اس سے یہ معلوم ہوا کہ انسان کو کامیابی کی منزل حاصل کرنے کے لیے، اور کسی چیز کو بعینہٖ اپنی حالت پر باقی رکھنے کے لیے، محنت، کوشش اور جد وجہد کی بڑی سخت ضرورت ہے، اسی لیے شاعر کہتا ہے

تدبیر کے دست ذریں سے تقدیر درخشاں ہوتی ہے
قدرت بھی مدد فرماتی ہے جب کوشش انسان ہوتی ہے

میرے دوستو! بالکل اسی طرح سے آج ہم مسلمان ایک شکست خوردہ قوم کی طرح ایک شکستہ کشتی پر سوار ہیں، جب تک ہم میں سے ہر ایک، عالمِ اسلام کی اس کشتی کو ذلت ورسوائی کے سمندر سے، مصیبتوں اور پریشانیوں کے خطرناک بھنور سے، نکالنے کی کوشش نہیں کرے گا، اس وقت تک ہم مسلمان اس دنیا میں کامیابی، بلندی، ترقی اور خوشحالی کی زندگی نہیں گزار سکتے۔

وہ قومیں صفحۂ ہستی سے مٹ جاتی ہیں اے غافل
جنہیں احساسِ فکرِ حال و مستقبل نہیں ہوتا

جب تک ہم مسلمان اپنے اندر دینی اور سیاسی بیداری پیدا نہیں کریں گے اس وقت تک ہم اس دنیا میں اپنا رعب ودبدبہ قائم نہیں کرسکتے۔

جب تک ہم مسلمان اپنی زبوں حالی کو دور کرنے کے لیے اپنے اوپر سے غفلت وسستی کی چادر کو اتار پھینک کر میدان عمل میں نہیں آئیں گے، اس وقت تک ہم اس دنیا میں اپنی شان وشوکت کا پرچم نہیں لہرا سکتے۔

حسنِ تدبیر سے جاگ اٹھتا ہے قوموں کا نصیب
کبھی تقدیر بدلتی نہیں صرف ارمانوں سے

قرآن کریم میں اللہ رب العزت کا صاف طور سے یہ اعلان ہے ''اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ '' جس کا مفہوم بیان کرتے ہوئے علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال خود اپنی حالت کے بدلنے کا

آج پوری مسلم قوم کو ذلت ورسوائی، نکبت وپستی کے گہری کھائی اور تباہی بربادی کے پرخطر وادی سے نکالنے کی سب سے بڑی ذمہ داری، اور سب سے پہلی ذمہ داری ہمارے قوم کے نوجوانوں کے

کندھوں پر عائد ہوتی ہے۔

اس لیے کہ نوجوان ہی قوم کی روح اور جان ہوا کرتے ہیں۔

نوجوان ہی قوم کے دھڑکتے دل ہوا کرتے ہیں۔

نوجوان ہی قوم کی ریڑھ کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نوجوان ہی قوم وملت کے عمارت سنبھالنے والے اہم ستون ہوتے ہیں۔

میرے محترم بزرگو اور دوستو! ہر قوم کی ترقی اور خوشحالی ان ہی نوجوانوں سے وابستہ ہے۔

چنانچہ جب ہم تاریخ کا مطالعہ کرتے ہیں۔

تاریخ کے اوراق کو کھنگالتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے جب جب بھی ان نوجوانوں کے خوابیدہ دل بیدار ہوئے ہیں۔

جب جب بھی ان نوجوانوں نے اپنے اوپر سے غفلت وسستی کی چادر کو اتار پھینکا ہے، تب تب ان نوجوانوں نے اپنی قوم کو ترقی وخوشحالی اور سربلندی کے اونچی چوٹیوں پر پہونچایا ہے، اور اپنی قوم کی شان وشوکت اور عظمت ورفعت کو چار چاند لگایا ہے۔

جب جب ان نوجوانوں نے اپنے مقام کو، اپنی حیثیت کو پہچانا ہے، تب تب ان نوجوانوں نے اپنی قوم کو وہ عروج دیا ہے، وہ مقام دیا ہے، جس کو دیکھ کر دنیا کی دوسری قومیں عش عش کرنے لگی ہیں۔

میرے بھائیو! یاد رکھو، نوجوانوں کے بغیر آج تک کوئی بھی قوم اور کوئی بھی تحریک نہ کامیاب ہوسکی ہے اور نہ ہوسکے گی، انہیں نوجوانوں سے قومیں بنتی بھی ہیں، اور بگڑتی بھی ہیں، انہیں نوجوانوں کی وجہ سے قوم ترقی بھی کرتی ہے، اور تنزلی کی گہری کھائیوں میں بھی گرتی ہے۔

انہیں نوجوانوں سے قوم وملت اور معاشرہ کی تعمیر بھی ہوتی ہے، اور تخریب بھی۔

انہیں نوجوانوں کی وجہ سے ملک آباد بھی ہوتا ہے اور ویران بھی۔

تاریخ کے اوراق گواہ ہیں، اسلام کے وہ شیر دل نوجوان ہی تو تھے جنہوں نے اسلام کا پرچم لہراتے ہوئے دنیا کی دو سپر طاقتیں قیصر وکسریٰ کے محلوں اور قلعوں میں اپنے نعرۂ تکبیر سے زلزلہ برپا کردیا تھا۔

اسلام کے وہ نوجوان سپوت ہی تو تھے، جنھوں نے برسوں سے غلامی میں جکڑی ہوئی مظلوم انسانیت کو رہائی اور آزادی کا سہرا پہنایا تھا۔

اسلام کے وہ جانباز نوجوان ہی تو تھے، جنھوں نے دنیا سے کفروشرک کی گھنگھور گھٹاؤں کو مٹا کر اللہ کی زمین کے ہر حصہ پر امن وسلامتی اور توحید ورسالت کی شمعیں روشن کی تھیں۔

اسلام کے وہ نوجوان مجاہدین ہی تو تھے، جنھوں نے اسلامی تعلیمات اسلامی حکومتیں اور سلطنتوں کو اس قدر وسعت دی تھی، اس قدر وسعت دی تھی، کہ اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک اسلامی کمانڈر، ایک نوجوان مجاہد عقبہ بن نافع رضی اللہ عنہ، اسلام کے پرچم لہراتے ہوئے دنیا کے اس کنارہ پر پہونچ جاتا ہے جس کے بعد اب کوئی زمین نہیں تھی، اپنے گھوڑے کو سمندر میں اتار کر اللہ رب العزت سے مخاطب ہوکر کہتا ہے۔

اے پروردگار عالم، اگر اس سمندر کے بعد بھی کوئی زمین ہوتی، تو میں وہاں بھی جا کر تیرے اسلام کے جھنڈے کو لہراتا۔

اسلامی حکومتوں اور سلطنتوں کی وسعت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ ایک مرتبہ مسلمانوں کے سربراہ خلیفہ ہارون رشید نے ایک بادل کے ٹکڑے کو مخاطب کر کے کہا تھا، اے بادل، تم جہاں بھی چاہو، جا کر برسو، لیکن تمہارا فائدہ ہم تک ہی پہونچے گا۔

میرے دوستو! آخر ایک وہ بھی نوجوان تھا، کہ عراق کو فتح کرنے کے بعد اسلامی لشکر جب واپس لوٹنے لگا، تو اسلامی لشکر کے کمانڈر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ کو خیال آیا کہ ایرانی آتش پرستوں کو بھی، حق پرستی کا سبق سکھاتے چلیں، ایرانی آگ کے پجاریوں کو بھی، خدا کا پجاری بناتے جائیں۔

اس اسلامی کمانڈر نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا، فیصلہ یہ ہوا کہ اس ایرانی ظالم وجابر، متکبر بد عقیدہ، بادشاہ کو بھی، ضرور اچھی طرح سبق سکھائیں گے، جس کے ظلم وستم کی چکی میں صدیوں سے وہاں کے رہنے والے پس رہے ہیں، چنانچہ لشکرِ اسلامی کے اس بہادر قائد وکمانڈر حضرت سعد بن وقاص رضی اللہ عنہ نے ایرانی بادشاہ کو پیغام بھیجا۔

اے خدا کے دشمن تیار ہو جا، ہم حق کا پیغام لے کر آرہے ہیں، پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی تھی، جب یہ پیغام ایرانی بادشاہ کے پاس پہونچا، تو اس کے پیروں کے نیچے سے زمین کھسک گئی، پھر کیا تھا اس نے آناً فاناً اپنے مشیروں اور وزیروں سے ایک ہنگامی میٹنگ کر کے یہ فیصلہ لیا، کہ دریائے دجلہ کے تمام پل توڑ دئے جائیں، اور وہاں سے تمام کشتیاں ہٹالی جائیں، تا کہ وہ ہم تک نہ پہونچ سکیں، مگر اس کو یہ پتہ نہ تھا کہ اللہ سے ڈرنے والوں سے دنیا کی ہر چیز ڈرتی ہے، اور جو اللہ سے نہیں ڈرتے، وہ دنیا کی ہر چیز سے ڈرتے ہیں، اسلامی لشکر جب دریائے دجلہ کے قریب پہونچا، صورت حال کا جائزہ لیا، تو اسلامی لشکر کے کمانڈر نے ایک خاموش، مگر پر جوش نظر، اسلامی سپاہیوں پر ڈالی، یہ خاموش نگاہیں کہہ رہی تھیں کہ

اے اللہ اور رسول سے عشق ومحبت کا دم بھرنے والو، آج تمہارے عشق ومحبت کا امتحان ہے، پھر دریائے دجلہ سے مخاطب ہو کر فرمایا،

اے دریا، جس کے حکم سے تو بہہ رہی ہے ہم بھی اسی کے حکم سے اپنی جان ہتھیلی پہ لیے پھرتے ہیں۔
اے دجلہ تو سن لے، ہم مجاوروں کی نہیں، مجاہدوں کی اولاد ہیں۔ ہم ہر جائی نہیں، یکجائی ہیں۔
یہ سر ہر در پہ نہیں، ایک در پہ جھکتا ہے، ہم محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانثار سپاہی ہیں تیری موجوں سے ڈرنے والے ڈرتے ہوں گے، مگر ہم اللہ سے ڈرنے والے لوگ ہیں، اگر تو ہمیں ڈوبانا چاہے تو نہیں ڈوبا سکتی، اس لئے کہ تیری تلاطم خیز موجیں ہمارے رب کے قبضہ قدرت میں ہیں۔

نورِ حق شمعِ الٰہی کو بجھا سکتا ہے کون
جس کا حامی ہو خدا اسکو مٹا سکتا ہے کون

پھر کیا تھا انہوں نے اللہ کا نام لیا اور اپنا گھوڑا دریا میں ڈال دیا، اپنے امیر کو دریا میں جاتا دیکھ کر، سینکڑوں مجاہدین نے بھی، اپنے اپنے گھوڑے دریا میں اتار دئے، پھر زمین وآسمان نے اپنی آنکھوں سے یہ ایمان افروز منظر بھی دیکھا کہ جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے یہ غلام، دریا کے موجوں پر ایسے بیٹھے نظر آرہے تھے جیسے تخت پر بادشاہ بیٹھا ہو، اسی واقعہ کو علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ اپنی زبان میں بیان کرتے

ہوئے فرماتے ہیں:

دشت تو دشت ہے دریا بھی نہ چھوڑے ہم نے
بحرِ ظلمات میں دوڑا دیئے گھوڑے ہم نے
فضائے بدر پیدا کر فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں گردوں سے قطار اندر قطار اب بھی

اسی دوران، اتفاق سے ایک مجاہد کا ایک پیالہ اس دریا میں گر گیا، تو دریا سے مخاطب ہو کر کہا، اے دریا، ہم اس پیالہ میں کھانا بھی کھاتے ہیں، اور پانی بھی پیتے ہیں، تجھے معلوم ہونا چاہئے کہ مسافر کی ہر چیز بڑی اہم اور قیمتی ہوا کرتی ہے۔

اے دریا، میرا وہ پیالہ واپس کر دے، کتابوں میں لکھا ہے کہ دریا کی ایک موج آئی اور اس پیالہ کو واپس کر گئی۔

کی محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وفا تو نے تو ہم تیرے ہیں
یہ جہان چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں

حدیث شریف میں آتا ہے ''من کان للہ کان اللہ لہ'' جو اللہ کا ہو جاتا ہے اللہ اس کا ہو جاتا ہے اور جس کا اللہ ہو جاتا ہے پوری مخلوق اس کے تابع ہو جاتی ہے۔

ادھر ایرانی بادشاہ اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ دریا کے کنارہ کھڑا انگشت بدنداں یہ منظر دیکھ رہا تھا۔ جب اسلامی لشکر سمندر کے ساحل کے قریب پہونچنے لگا، تو بادشاہ اور اس کی فوج یہ کہتے ہوئے بھاگے دیو آمدن، دیو آمدن، بھاگو، بھاگو، اپنی جان بچاؤ، دیکھو، دیو آگئے، دیو آگئے۔ ایرانی بادشاہ کا تخت وتاج، اس کی حکومت وسلطنت، بغیر کسی مزاحمت اور لڑائی کے ان فرزندان اسلام کے قبضہ میں آگئی۔

سرنگوں پر بت ہوا اور راہ دریا بن گیا
منزلوں نے پاؤں چومے رخ جدھر ہم نے کیا

باعمل تھے نورِ ایماں کا دلوں میں جوش تھا
معرکہ تب قیصر و کسریٰ کا سر ہم نے کیا

آخر ایک وہ بھی نوجوان تھا جس کے تقویٰ پرہیزگاری اور خوفِ خدا کا یہ عالم تھا کہ وہ نوجوان ایک مرتبہ دریا کے کنارہ پر عبادت میں مشغول تھا، کھانا کھائے ہوئے کئی دن گزر گئے تھے، بھوک کی شدت تھی، اچانک دریا میں ایک سیب بہتا ہوا دکھائی دیا، بسم اللہ کہہ کر اسے پکڑا اور کھانے لگا، پھر دل میں یہ خیال آیا کہ میں نے بغیر مالک کے اجازت کے اسے کھایا ہے، کہیں خدا کے یہاں اس پر میری پکڑ نہ ہو جائے، یہ خیال آتے ہی وہ نوجوان دریا کے کنارے کنارے پر مالک کی تلاش میں نکل پڑا، کافی فاصلہ طے کرنے کے بعد اس کو دریا کے کنارے پر ایک وسیع لمبا چوڑا باغیچہ نظر آیا، جس کے ایک درخت کی شاخوں سے پکے ہوئے سیب دریا میں گر رہے تھے، جب اس باغ کے مالک کا پتہ دریافت کیا، تو معلوم ہوا، اس کے مالک جیلان شہر کے ایک بہت بڑے اللہ کے ولی حضرت سید عبد اللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس نوجوان نے فوراً حاضرِ خدمت ہو کر بصد احترام بلا اجازت سیب کھالینے کی معافی چاہی، سید عبد اللہ رحمۃ اللہ علیہ فوراً سمجھ گئے کہ یہ نوجوان بہت ہی قیمتی ہیرا ہے، ان کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوئی، کیوں نہ میں اس نوجوان کو اپنے سایۂ عاطفت میں لے کر تربیت کروں، آپ نے اس نوجوان سے فرمایا، میں ایسے نہیں معاف کروں گا، دس سال تک اس باغ کی رکھوالی کرو، ساتھ ہی میرے بتائے ہوئے طریقہ پر اپنے نفس کا مجاہدہ اور ریاضت بھی کرو، پھر تمہیں معاف کرنے کے لیے سوچوں گا، اس نوجوان کے دل میں خدا کا خوف تھا، اسے اپنے جنت اور جہنم کی فکر تھی، فوراً یہ شرط منظور کر لی، وہ نوجوان دس سال تک اس باغ کی رکھوالی کرتا رہا، دس سال پورے ہونے کے بعد، جو وہ نوجوان سید عبد اللہ کے دربار میں حاضرِ خدمت ہوا، تو حضرت نے فرمایا کہ ابھی دو سال اور باغ کی رکھوالی کرو، بارہ سال کی مدت پوری ہونے کے بعد، سید عبد اللہ نے جب دیکھا کہ اس نوجوان کا مکمل تزکیۂ نفس ہو چکا ہے، اس کا دل گناہوں سے پاک صاف ہو کر بالکل آئینہ کی طرح چمکنے لگا ہے، تو اس نوجوان کو بلا کر فرمایا، اب ایک

اور خدمت باقی ہے، وہ یہ کہ میری ایک لڑکی ہے، جو پاؤں سے لنگڑی، ہاتھوں سے لنجی، کانوں سے بہری، آنکھوں سے اندھی ہے، اگر تم اس سے شادی کرلو، تو میں اس سیب کو معاف کر دوں گا، ورنہ نہیں، اس نوجوان نے یہ بھی شرط منظور کرلی، نکاح کے بعد جب وہ نوجوان، پہلی مرتبہ اپنی بیوی کے پاس جاتا ہے، تو یہ دیکھ کر حیران رہ جاتا ہے کہ اس کے جسم کے تمام کے تمام اعضاء، بالکل درست اور صحیح سالم ہیں، وہ لڑکی تو بالکل حسن و جمال کے اعلیٰ شاہکار کا مالک ہے، فوراً دل میں خیال آیا کہ شاید کہیں میں الگ جگہ تو نہیں چلا آیا۔

وہ نوجوان فوراً باہر نکل کر حضرت شیخ کی خدمت میں حاضر ہوکر واقعہ بیان کرتا ہے، تو حضرت نے فرمایا، وہی میری لخت جگر ہے، اس کے بارے میں، جو مَیں نے بیان کیا تھا، اس کا مطلب یہ تھا، کہ میں نے اس کی ایسی تربیت کی ہے کہ

آج تک اس نے اپنے ہاتھوں سے کوئی شریعت کے خلاف کام نہیں کیا ہے، اس لیے وہ لنجی ہے۔

آج تک میں نے اپنے گھر سے اس کو نہ باہر نکلنے دیا ہے، اور نہ ہی وہ میری عدم موجودگی میں کبھی وہ گھر سے باہر نکلی ہے، اس لیے وہ لنگڑی ہے۔

آج تک اس نے اپنی زبان سے کوئی غلط بات نہیں نکالی، اس لیے وہ گونگی ہے۔

آج تک اس نے کسی نامحرم کو نہیں دیکھا، اس لیے وہ اندھی ہے۔

آج تک اس نے کسی غلط بات کی طرف دھیان نہیں دیا، اس لیے وہ بہری ہے۔

تب اس نوجوان نے سمجھا کہ اس کی بیوی کن کن خصوصیات کی حامل ہے۔

میرے دوستو! ان دونوں کے تقویٰ اور پرہیز گاری کی بدولت اللہ رب العزت نے ان کو دنیا میں یہ صلہ دیا، کہ آگے چل کر، اسی نوجوان اور اسی پاکباز لڑکی کے بطن، سے ایک ایسی اونچی شخصیت اور ایک ایسی بابرکت ہستی پیدا ہوئی، جس کا نام سن کر آج بھی دنیا عش عش کرنے لگتی ہے، وہ زندہ جاوید، شخصیت کون سی تھی، جس کو دنیا آج پیرانِ پیر حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے جانتی ہے۔

میرے دوستو! ان دونوں کی کوکھ سے اتنی اونچی شخصیت کیسے پیدا ہوئی، ان دونوں کے تقویٰ اور پر

ہیز گاری کی بدولت، آج ہم سب کو اپنے تقویٰ اور پرہیز گاری کا جائزہ لے کر اپنی اولاد کو دیکھنا چاہیے۔

آج جیسا ہمارا دل ہے، ویسے ہی ہماری کوکھ سے ہماری اولاد جنم لے رہی ہے۔

یاد رکھیے، نیم کے درخت پر آم نہیں لگا کرتے، جیسا درخت ہوگا ویسے ہی اس کے پھل ہوں گے۔

ایک وہ بھی نوجوان تھے،

جنہوں نے اپنے آپ کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دینا گوارہ کرلیا، مگر اپنے دین کو چھوڑنا گوارہ نہیں کیا،

جنہوں نے اپنے خواہشاتِ نفس کو خوفِ خدا کی بھٹی میں جلانا گوارہ کرلیا، مگر اپنے مولیٰ کو چھوڑ کر کسی لیلیٰ سے دل لگانا گوارہ نہیں کیا۔

کتابوں میں لکھا ہے، ملک شام کے تین بھائی، اپنی بہادری اور شجاعت میں بہت مشہور تھے، رات میں عبادت کرتے اور دن میں ہمیشہ کفار سے جہاد کیا کرتے تھے، اتفاق سے روم کے بادشاہ نے انہیں گرفتار کروالیا، اور ان سے کہا اگر تم لوگ عیسائی مذہب قبول کرلو، تو میں تمہیں اپنی بادشاہت دے دوں گا، اور اپنی لڑکیوں کے ساتھ تمہاری شادی بھی کردوں گا، یہ سن ان تینوں بھائیوں نے بیک زبان ہوکر کہا،

یہ ہو ہی نہیں سکتا، کہ ہم اپنے دین ومذہب کو چھوڑ دیں،

یہ ہو ہی نہیں سکتا، کہ ہم دنیا کی بادشاہت کے بدلہ میں آخرت کی ہمیشہ کی بادشاہت بیچ دیں۔

اے بادشاہ کان کھول کر سن لے، نہ ہم ایمان فروش لوگ ہیں، اور نہ ہی ضمیر فروش، ان کے اس بے باکانہ جواب کو سن کر، بادشاہ کو بڑا غصہ آیا۔

اس نے حکم دیا، کہ بڑی بڑی دیگوں میں تیل بھر کر، آگ پر رکھ دیا جائے، تین دن، تین رات، برابر اس کے نیچے آگ جلتی رہی، روزانہ بادشاہ ان کو ڈیگ کے پاس لے جاتا، اور کہتا کہ تم لوگ عیسائی مذہب قبول کرلو، ورنہ تمہیں اس میں ڈال دیا جائے گا مگر وہ نوجوان انکار کرتے رہے، بالآخر چوتھے

دن، بڑے بھائی کو کھولتے ہوئے تیل میں ڈال دیا گیا۔

پانچویں دن، دوسرے بھائیوں کو ڈیگ کے قریب لے جا کر ہر طرح سے سمجھایا گیا، مگر اس نے بھی انکار کر دیا، پھر اسے بھی کھولتے تیل میں ڈال دیا گیا۔

چھٹے دن، چھوٹے بھائی کو جب ڈیگ کے قریب لے جایا گیا، تو ایک مجوسی نے آکر بادشاہ سے عرض کیا، کہ اس کو میرے حوالہ کر دیجیے، میں اس کو دین اسلام سے پھیر دوں گا، بادشاہ نے پوچھا کہ وہ کس طرح، تو اس نے کہا کہ عرب کے لوگ بہت جلد عورتوں پر فریفتہ ہو جاتے ہیں، میری ایک بہت ہی خوبصورت لڑکی ہے، اتنی خوبصورت کہ شاید اس ملک میں اس سے زیادہ کوئی اور خوبصورت نہ ہو۔

وہ بادشاہ سے کچھ دن کی مہلت لیکر اس نوجوان کو اپنے ساتھ گھر لے گیا، اور اس نوجوان کو اپنے گھر کے ایک بڑے اور خوبصورت ہال میں بند کر دیا اور اپنی لڑکی سے اس کا دین برباد کرنے کی تاکید کی۔

مجبوراً وہ نوجوان اس لڑکی کے ساتھ رہنے لگا، وہ نوجوان دن میں تو روزہ رکھتا، اور رات میں تہجد پڑھنے کے لیے کھڑا ہو جاتا، اس طرح وہ اپنی پوری رات تہجد میں گزار دیتا، یہاں تک کہ پورا ایک مہینہ گزر گیا، لیکن وہ نوجوان اس لڑکی کی طرف، ایک مرتبہ بھی متوجہ نہیں ہوا، جب کہ اس لڑکی نے اس کو ورغلانے اور بہلانے پھسلانے میں، اپنی پوری طاقت جھونک دی تھی۔

ایک دن اس کے باپ نے لڑکی سے پوچھا کہ بیٹی اس لڑکے کے ساتھ کیا کیا، لڑکی نے جواب دیا کہ اس کے دو بھائی اس شہر میں ہلاک ہوئے ہیں، شاید ان کے غم کی وجہ سے میری طرف توجہ نہیں کرتا، آپ بادشاہ سے کچھ دن کی اور مہلت لے کر، مجھ کو اس کے ساتھ کسی اور شہر میں بھیج دیجیے۔

باپ نے بادشاہ سے کچھ دن کی اور مہلت لے کر ان دونوں کو دوسرے شہر میں بھیج دیا، یہاں بھی وہ نوجوان اس لڑکی کی طرف متوجہ ہونے کے بجائے اپنا سارا وقت نماز، روزہ، عبادت میں، بسر کرتا رہا۔

آخری مدت کی رات میں، اس لڑکی نے کہا اے نوجوان،

تو بھی سچا،

تیری عبادت بھی سچی،

تیرا معبود بھی سچا،

تیرا دین بھی سچا،

اب میں اپنے باپ دادا کا دین چھوڑ کر تیرے دین کو، تیرے مذہب کو قبول کرتی ہوں۔

اس نوجوان نے اس لڑکی سے پوچھا کہ بتاؤ، ہمارا یہاں سے نکل بھاگنا کس طرح سے ہوگا، تو اس لڑکی نے ایک مضبوط گھوڑے کا انتظام کیا، اور دونوں وہاں سے چھپتے چھپاتے، بچتے بچاتے، ملکِ شام کی طرف نکل بھاگے، ایک رات یہ دونوں تیزی سے سفر طے کرر ہے تھے، کہ اچانک چند گھوڑ سواروں کی آواز سنائی دی، مڑکر دیکھا، تو اس نوجوان کے دونوں بھائی ہیں، اور ان کے ساتھ فرشتے بھی ہیں، نو جوان نے سلام کیا اور پوچھا کہ تم انتقال کر چکے تھے پھر یہاں کیسے۔

جواب دیا ہماری موت صرف اس قدر ہوئی تھی کہ ڈیگ میں ایک غوطہ لگایا، اور جنت الفردوس میں پہونچ گئے، اب اللہ رب العزت نے ہم کو اس لڑکی کے ساتھ تمہارا نکاح کرنے کے لیے بھیجا ہے، پھر ان دونوں کا نکاح ہوا اور وہ لوگ جہاں سے آئے تھے وہاں واپس چلے گئے، اور یہ دونوں میاں بیوی، اپنے وطن شام پہونچ گئے۔

کسی شاعر نے اس واقعہ کے بارے میں کہا ہے

سیعطی الصادقین بفضل صدقٍ
نجاتاً فی الحیات وفی الممات

کہ اللہ رب العزت سچے اور اچھے لوگوں کو ان کی سچائی اور نیکی کی برکت سے، دنیا کی زندگی میں بھی نجات دیتے ہیں اور کل آخرت میں مرنے کے بعد بھی نجات دیں گے۔

اس طرح کے واقعات اور حالات کو، میت کی گفتگو، روحوں کی ملاقات کو، امام ترمذی، امام بیہقی، امام شافعی، امام جلال الدین سیوطی اور دوسرے بڑے بڑے محدثین اور مفسرین رحمۃ اللہ علیہم نے بطور نصیحت و عبرت کے اپنی اپنی کتابوں میں صحیح روایات سے نقل کر کے لکھا ہے۔

میرے دوستو! ایک وہ بھی نوجوان تھا، جس کے بدن سے مشک و عنبر کی خوشبو پھوٹ پھوٹ کر نکلتی

تھی، جس کے بغل میں ہر بیٹھنے والا معطر ہو جاتا تھا۔

ایک دن وہ اپنی دوکان میں، اپنے والد کے ساتھ بیٹھا ہوا تھا، ایک بوڑھی عورت نے آکر کچھ سامان خریدا اور اس کے والد سے کہا اس نوجوان کو میرے ساتھ بھیج دو تاکہ میں اس کے ہاتھ سامان کی قیمت بھیج دوں۔

وہ نوجوان بیان کرتا ہے، کہ میں اس بوڑھی عورت کے ساتھ ایک نہایت خوبصورت مکان پر پہونچا، اس مکان کے ایک کمرے میں ایک خوبصورت سی مسہری پر ایک بہت ہی حسین وجمیل، انتہائی خوبصورت، لڑکی بیٹھی ہوئی تھی، فوراً اس نے مجھے پکڑ کر کہا کہ آ، اور میری خواہش پوری کر، اس کے کھینچتے ہی اللہ پاک نے میرے دل میں یہ بات ڈالی، کہ مجھے بیت الخلاء جانے کی ضرورت ہے، اس لڑکی نے جلدی سے میرے لیے بیت الخلاء صاف کروایا، میں نے بیت الخلاء میں داخل ہو کر اپنی نجاست کو اپنے بدن اور کپڑے میں مل لیا، اور پھر میں، اسی حالت میں باہر آ گیا۔

لڑکی نے جب مجھے اس حالت میں دیکھا، تو اپنی نوکرانی سے کہا، کہ اسے فوراً باہر نکالو یہ تو پاگل ہے، میں نے ایک نہر پر جا کر، پاکی حاصل کی، اس رات جب میں سویا، تو خواب میں ایک فرشتے نے آکر مجھ سے کہا، کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم کو جنت کی خوش خبری سناتا ہوں، اور اس گناہ سے بچنے کی جو تدبیر تم نے اختیار کی ہے، اس کے بدلہ میں تم کو یہ خوشبو پیش کی جارہی ہے۔

چنانچہ وہ خوشبو میرے بدن پر لگائی گئی، جب سے آج تک میرے بدن سے ہر وقت خوشبو آتی رہتی ہے، جب تک وہ نوجوان زندہ رہا، اس کے بدن سے خوشبو آتی ہی رہی۔

میرے دوستو! اس گناہ سے بچنے کی وجہ سے جہاں اللہ پاک نے اس نوجوان کو، اسی دنیا میں جیتے جی، جنت کی خوشخبری سنائی، وہیں خوشبو کو بطور انعام کے اللہ پاک نے اسے اس دنیا میں عطا فرمایا۔

ایک وہ بھی نوجوان تھا، جو کھجوروں کے پتوں سے جھولا، تھیلا اور ٹوکریاں بنا کر بیچا کرتا تھا، ایک دن وہ بادشاہ کے دروازہ پر سے گزرا، تو بادشاہ کی ایک خادمہ نے اسے دیکھ لیا، جا کر ملکہ سے کہا کہ ایک نہایت ہی حسین وجمیل نوجوان، ایسا خوبصورت نوجوان، کہ میں نے آج تک اس جیسا کبھی کسی کو دیکھا

ہی نہیں۔

آپ کے دروازے پر کھڑا ٹوکریاں بیچ رہا ہے، ملکہ کا حکم ہوا کہ اس کو میرے پاس لے کر آؤ، اسے لایا گیا، ملکہ اس نوجوان کو دیکھتے ہی، بالکل لٹو ہوگئی، اس سے کہا، آ میرے پاس، اور میری چادر سنبھال، میری خواہش پوری کر، وہ نوجوان بار بار انکار کرتا رہا، کہنے لگی، اگر تو میری تمنا پوری نہیں کرے گا، تو تو یہاں سے نکل کر بھاگ بھی نہیں سکے گا، ملکہ نے اپنے تمام دروازوں کو بند کر دینے کا حکم دے دیا، اس نوجوان نے جب یہ حال دیکھا تو بے حال ہوگیا، اس نے ملکہ سے کہا کہ آپ کے محل کے اوپر کوئی بیت الخلاء وغیرہ ہے، کہنے لگی، کیوں نہیں، یہ نوجوان محل کے اوپر چھت کے ایک کونے میں گیا، دیکھا کہ محل بہت اونچا ہے، کوئی ایسی چیز بھی نہیں ہے، جس سے لٹک کر نیچے اتر جائے، بہت پریشان آخر اپنے دل کو، اپنے نفس کو، مخاطب کر کے کہنے لگا، اے نفس تو برسوں سے اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے عبادتیں کرتا چلا آرہا ہے۔

تو برسوں سے اپنے رب کو خوش کرنے کے لیے اپنے نفس کی ریاضتیں کرتا چلا آرہا ہے، آج تجھ پر ایک ایسی مکروہ شام آئی ہوئی ہے، جو تیری تمام عمر کی محنت کو ضائع کرنے پر تلی ہے۔

اے نفس ذرا بتا، اگر تیرے سارے عمل برباد ہو گئے، تو تو کل قیامت کے دن اپنے رب کو کیا منہ دکھائے گا۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں اِدھر وہ نوجوان محل کی چھت سے اپنی جان کی بازی لگانے کے لیے تہیہ کرنے لگا، اُدھر اللہ رب العزت نے حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فرمایا

اے جبرئیل جلدی سے جاؤ، آج میرا ایک بندہ میری ناراضگی سے بچنے کے لیے اپنی جان کی بازی لگا رہا ہے،

اے جبرئیل جاؤ، میرے اس بندے کو اپنے پروں سے تھام لو، اسے ذرہ برابر بھی کوئی تکلیف نہ ہونے پائے،

چنانچہ اِدھر اس نوجوان نے محل کے اوپر سے چھلانگ لگائی، اُدھر جبرئیل علیہ السلام نے اس کو اپنے

بازوؤں سے پکڑ کر ایسے زمین پر رکھ دیا، جیسے ایک مہربان باپ اپنے چھوٹے بیٹے کو اوپر سے نیچے اتارتا ہے۔

ایمانِ کامل پیدا کر کہ فرشتے تیری نصرت کو
اتر سکتے ہیں آسماں سے قطار اندر قطار اب بھی

ایک وہ بھی امت کا غیرت مند نوجوان تھا، قربان جایئے، اس فاتح ہند محمد بن قاسم رحمۃ اللہ علیہ پر، جس نے صرف اپنی اٹھارہ (۱۸) سال کی عمر میں ہندوستان پر دس ہزار لشکر کے ساتھ حملہ کیا۔

جس کا مقصد صرف اس قافلہ کی رہائی تھی۔

جسے راجہ داہر کی فوجوں نے قید کر لیا تھا۔

جس میں ایک نوجوان عمر کی، عرب مسلمان لڑکی بھی تھی۔

جس نے وہیں سے مسلم حکمرانوں اور مسلم نوجوانوں کی غیرت کو للکارتے ہوئے یہ کہا تھا کہ۔

اے امتِ مسلمہ کے غیور فرزندو! تم کہاں سو رہے ہو۔

کہ آج ہماری عزت خطرے میں پڑی ہوئی ہے۔

اگر آج ہماری عزت لٹ گئی، تو کل قیامت کے دن خدا تعالیٰ کے سامنے، اس کا جواب تیار کر کے رکھنا۔

اے مسلم حکمرانو!

اے امت مسلمہ کے نوجوانو!

کیا جواب ہوگا، اس وقت تمہارا جب خدا تعالیٰ تم سے یہ کہے گا کہ

تو اِدھر اُدھر کی بات نہ کر یہ بتا قافلہ کیوں لٹا
مجھے رہزنوں سے گلہ نہیں تیری رہبری کا سوال ہے

جب محمد بن قاسم کو اس کی خبر ملی، تو وہ بے چین و قرار ہو گیا، راجہ داہر کو اس کا سبق سکھانے کے لیے اپنے دس ہزار لشکر کے ساتھ سندھ کے ساحل پر اترا، زبردست گھمسان کی جنگ شروع ہوئی، پھر دیکھتے

ہی دیکھتے، یکے بعد دیگرے، اس عظیم بہادر نے اپنی حکمت عمل سے، نہ صرف راجہ داہر کو شکستِ فاش دیا، بلکہ ہندوستان کے ستر چھوٹے بڑے راجاؤں اور گورنروں کو زیر و زبر کر کے، اس سرزمین ہندوستان پر اسلام کا جھنڈا لہرا دیا۔

میرے نوجوان ساتھیو! محمد بن قاسم چالیس پچاس سال کا کوئی تجربہ کار انسان نہیں تھا، بلکہ ہماری اور آپ کی طرح، نوعمر کا جذباتی اور جوشیلا نوجوان تھا، یہیں پر ذرا ٹھہر کر، غور کریں، کہ ملت کے وہ نوجوان کیا تھے اور ہم کیا ہیں۔

وہ کتنے بلندیوں پر تھے اور ہم کتنی پستیوں میں ہیں۔

وہ عزت وعظمت کے کن چوٹیوں پر تھے، اور ہم ذلت ورسوائی کی کن کھائیوں میں گرتے چلے جارہے ہیں۔

وہ اخلاق وکردار کے کن رفعتوں پر تھے، اور ہم بدکاری اور بدکرداری کے کن دلدلوں میں پھنستے چلے جارہے ہیں۔

وہ پاکبازی و پارسائی کی کن فضاؤں میں تھے، اور ہم بے راہ روی اور آوارگی کے، کن گندے دلدلوں میں پھنستے جارہے ہیں۔

گنوادی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمین پر آسمان نے ہم کو دے مارا

میرے دوستو! ذرا سوچو تو سہی پہلے ملت کے وہ نوجوان کیسے تھے اب کیا ہو گیا، وقت کے تھپیڑوں نے ہمیں کہاں اٹھا کر پھینک دیا، رفتارِ زمانہ نے ہمیں کن کھائیوں میں ڈھکیل دیا

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

افسوس صد افسوس! کل تک یہی نوجوان جن کے ہاتھوں میں تلواریں نظر آتی تھیں آج ان کے ہاتھوں میں کرکٹ کے بلّے نظر آتے ہیں۔

کل تک وہ نوجوان، جن کے ہاتھوں میں قرآن جیسی مقدس کتابیں نظر آتی تھیں آج ان کے ہاتھوں میں سی ڈی، ٹی وی کی کیسٹس، بے حیائی اور گندی فلمیں بھری ہوئی موبائلیں نظر آتی ہیں۔

کل تک وہ نوجوان جن کے ہاتھ، مسلمان ماؤں اور بہنوں کی عزت وآبرو کی حفاظت کے لیے بے قرار رہا کرتے تھے، آج ان ہی نوجوانوں کے ہاتھوں میں مسلمان ماؤں اور بہنوں کی عزت وآبرو لٹتی ہوئی نظر آتی ہیں۔

کل تک وہ نوجوان جن کے ہاتھوں میں اخلاق سنوارنے والی کتابیں نظر آتی تھیں، آج ان کے ہاتھوں میں اخلاق بگاڑنے والی فحش، گندی کتابیں اور ڈائجسٹ نظر آتی ہیں۔

کل تک وہ نوجوان، جو اسلام کا مجاہد اور لشکرِ اسلامی کا کمانڈر، سپہ سالار بننے کے لیے بے چین رہا کرتا تھا، آج وہ فلمی اداکار اور کرکٹر بننے کی حسرت میں تڑپ رہا ہے۔

کل تک وہ نوجوان، جو تیروں، تلواروں اور نیزوں سے کھیلتا نظر آتا تھا، آج وہ پارکوں میں اپنی محبوباؤں کی زلفوں سے کھیلنے کا عادی بن چکا ہے۔

کل تک وہ نوجوان، جس کا دل دو تلواروں کی تصادم سے مسرور ہوا کرتا تھا آج دو نرم ہونٹوں کی تبسم سے اس کے جان میں جان آتی ہے۔

کل تک وہ نوجوان جس کی نگاہیں تلاوتِ قرآن سے مسرور ہوا کرتی تھیں
جن کا دل سماعتِ قرآن سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا
آج ان کی نگاہیں فلمی ڈراموں سے مسرور ہو رہی ہیں
آج ان کا دل فلمی گانوں اور نغموں سے لطف اندوز ہو رہا ہے۔

دے موجِ حوادث ان کو بھی دو چار تھپیڑے ہلکے سے
کچھ لوگ ابھی تک ساحل پر طوفاں کا نظارہ کرتے ہیں

یاد رکھیے! جب کسی قوم کے نوجوان، نااہل، بزدل، اور ذہنی طور پر اپاہج ہو جاتے ہیں تو اس قوم کی شان وشوکت اور رعب ودبدبہ ختم ہو جاتا ہے۔

پہلے کسی قوم کی شان وشوکت ختم ہوتی ہے

تب اس قوم کا زوال آتا ہے

جب کسی قوم کا رعب ودبدبہ ختم ہوجاتا ہے، تب اس قوم کا زوال آتا ہے۔

جب کسی قوم کا زوال آتا ہے تو اس قوم کے نوجوان کتے بلی اور سور کی موت مارے جاتے ہیں، اور ان کی عورتوں کی عزت وعصمت کو ایسے لوٹا جاتا ہے، جیسے چیل، کوے اور کتے مردار کو نوچتے ہیں۔

اے میرے نوجوان بھائیو!

اپنی حقیقت کو سمجھو،

اپنی طاقت کو پہچانو،

اپنے مقصد زندگی پر غور کرو،

اور حالات کی نزاکت پر نظر رکھو۔

سحر کی خوشیاں منانے والو سحر کے تیور تیار رہے ہیں

ابھی اتنی گھٹن ہوگی کہ جینا حرام ہوگا

اس لیے میرے دوستو!

کسی خاکی پہ مت کر خاک اپنی زندگانی کو

جوانی کر فدا اس پر کہ جس نے دی جوانی کو

میرے دوستو! اس ملک کو اسپین بنانے کی کوششیں چل رہی ہے۔ اس ملک میں رہنے والے مسلمان کو پاکستان یا قبرستان بھیجنے کی تیاریاں ہورہی ہیں۔

تین ہزار مسجدوں کو مندروں میں تبدیل کرنے کی پلاننگ تیار کی جارہی ہے اگر ہمارا یہی حال رہا تو ہم کس طرح دشمنانِ اسلام کا مقابلہ کرسکیں گے۔

اگر ہمارا یہی حال رہا، تو ہم کس طرح اسلام کے دشمنوں کا منہ توڑ جواب دے سکیں گے۔

کیا بوڑھے جو خود کو نہیں سنبھال سکتے، وہ میدان کارزار میں اتریں گے

کیا وہ بچے جن کو صحیح ڈھنگ سے چلنا نہیں آتا، وہ شہ سواری کر سکیں گے

کیا وہ عورتیں جن کی کلائیاں چوڑیوں کے بوجھ نہیں اٹھا سکتیں، وہ ہتھیار اٹھائیں گی۔

نوجوانو! تم کب تک ذلت و پستی کی کھائی میں پڑے رہو گے، آسمان کی بلندیاں تمہارا انتظار کر رہی ہیں۔

نہیں تیرا نشیمن قصر سلطانی کی گنبد پر
تو شاہیں ہے بسیرا کر پہاڑوں کی چٹانوں میں
کیا ہوا آج جو بدلا ہے زمانہ نے تجھے
مرد وہ ہیں جو زمانہ کو بدل دیتے ہیں

نوجوانو! تم کب تک عشق بازی اور حسن پرستی کے مرض میں مبتلا رہو گے، قوم کی مائیں اور بہنیں اپنی عزت اور آبرو کی حفاظت کے لیے تمہیں آواز دے رہی ہیں۔

نوجوانو! تم کب تک پارکوں تفریح گاہوں اور سنیما ہالوں اور نائٹ کلبوں کا طواف کرتے رہو گے، امت کا بہتا ہوا لہو تمہیں پکار رہا ہے۔

نوجوانو! تم کب تک غفلت و سستی کی نیند میں مخمور رہو گے، اسلام کا جھکتا ہوا پرچم تمہیں آواز دے رہا ہے۔

نوجوانو! تم کب تک عیش وعشرت میں مدہوش رہو گے۔

قوم کی مٹتی ہوئی شان وشوکت تمہیں دعوتِ عمل دے رہی ہے۔

اس لیے اے امت کے ڈھڑکتے دلو۔

اے قوم کی رگوں کے لہو۔

اے اسلام کے جاں نثار سپاہیو! اٹھو اور زمانہ کو اپنا جوہر دکھاؤ۔

اٹھو کہ اب بزم جہاں کا اور ہی انداز ہے
مشرق ومغرب میں تیرے دور کا آغاز ہے

اے امت کے غیور فرزندو! انصاف اور اپنا حق ظالموں کے سامنے رونے گڑگڑانے اور کٹورا لے کر بھیک مانگنے سے نہیں ملتا۔ کبھی کبھی اسے چھین کر لینا پڑتا ہے۔

قوتِ بازو آزما شکوہ نہ کر صیاد سے
آج تک کوئی قفس ٹوٹا نہیں صرف فریاد سے

اے نوجوانو! اب وقت آگیا ہے کہ ''الاسلام یعلو ولا یعلی '' کا پرچم لہراتے ہوئے دنیا پر یہ ثابت کردو۔

مٹا سکے ہم کو یہ زمانہ میں دم نہیں
زمانہ ہم سے زمانہ سے ہم نہیں

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁-----❁❁❁-----❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- موت ایک ایسا دروازہ ہے جس سے ہر ایک کو گزرنا ہے۔

--- موت کو کثرت سے یاد کرنا انسان کو نیک بنا دیتی ہے۔

--- موت ایک ایسا اچھا استاذ ہے جس سے ہم بہت کچھ سیکھ سکتے ہیں۔

--- لوگ موت سے ڈرتے ہیں مگر گناہوں سے نہیں بچتے۔

--- نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جب تم کسی جنازے کے ساتھ جاؤ تو مردے پر غم کرنے کے بجائے اپنا غم کرو، کیوں کہ وہ موت کا کڑوا گھونٹ پی چکا اور ہمیں ابھی پینا باقی ہے، وہ ملک الموت کا منہ دیکھ چکا اور ہمیں ابھی دیکھنا ہے، وہ خاتمہ کے ڈر سے نکل چکا اور میرے لیے ابھی باقی ہے۔

گانے اور میوزک

کے مہلک اثرات!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعۡدُ: فَاَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ ۝ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۝

اِسۡتَحۡوَذَ عَلَیۡهِمُ الشَّیۡطَانُ فَاَنۡسٰهُمۡ ذِکۡرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِکَ حِزۡبُ الشَّیۡطَانِ اَلَا اِنَّ حِزۡبَ الشَّیۡطَانِ هُمُ الۡخَاسِرُوۡنَ ۝

وقال النبی ﷺ: اَلۡغِنَاءُ یُنۡبِتُ النِّفَاقَ فِی الۡقَلۡبِ کَمَا یُنۡبِتُ الۡمَاءُ الزَّرۡعَ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ ۝

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکۡ وَسَلِّمۡ ۝

پوچھو گے جو فلک سے تم سے یہی کہے گا
نہ رہ گیا وہ جو تھا اور جو ہے وہ کیوں رہے گا
ہوں گے احباب ابھر کر یوں ہی فنا ہمیشہ
موجیں بڑھیں گی گھٹیں گی دریا یوں ہی بہے گا
تو شجر نہیں کہ جو کھڑا رہے حجر نہیں جو پڑا رہے
فطرتِ انسان ہے کہ بس عبادت میں لگا رہے

بلند رکھنا نگاہ اپنی خیال اپنا وقار اپنا
نہ ڈگمگائیں قدم تمہارے کچھ ایسا رکھنا وقار اپنا
کوئی جگنو کوئی چراغ کوئی ستارا سنبھال رکھنا
میرے اندھیروں کی فکر چھوڑ تم اپنی قبر کا خیال رکھنا

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ رب العزت کی کاریگری میں

پروردگار عالم کی قدرت نمائی میں

اور خدا کی خدائی میں انسان کی عقل اور اس کا دماغ، ایک ایسا قیمتی جوہر ہے، جو پوری کائنات میں اس سے زیادہ قیمتی کوئی اور چیز ہو ہی نہیں سکتی۔

میرے دوستو! اگر انسان کے اندر عقل نہ ہوتی

تو وہ بھی

چرندوں،

پرندوں،

درندوں

اور جانوروں بلکہ

کتے،

بلّی،

سور کی طرح ایک ذلیل اور بے حیثیت مخلوق ہوتا۔

آج انسان کو تمام مخلوق پر،

جو فوقیت،

برتری،

بزرگی،

اور بڑائی حاصل ہے، وہ عقل ہی کی بدولت ہے۔

انسان کی عقل کے قیمتی ہونے اور اس کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے، کہ اگر انسان کے

ہاتھ،

پیر،

ناک،

کان،

آنکھ

اور زبان،

سب صحیح وسالم اور درست ہوں، مگر اس کا دماغ ٹھیک ٹھاک نہ ہو، اور اس کی عقل کام نہ کرتی ہو، تو وہ انسان چلتی پھرتی لاش کی طرح ہے، ایسا انسان جس کی عقل کام نہیں کرتی، دنیا والوں کی نظر میں اس کی کوئی حیثیت نہیں ہوتی۔

میرے دوستو! انسانی دماغ اللہ رب العزت کی قدرت کا وہ اعلیٰ شاہکار ہے کہ آج یورپ اور امریکہ کے لاکھوں ڈاکٹر اس چھوٹی سی چیز کو سمجھنے اور اس کے فنکشن کو جاننے کی کوششیں کر رہے ہیں مگر وہ ناکام ہیں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ انسان کی عقل اتنی بڑی چیز ہے کہ

دنیا کا سب سے بڑا عقلمند آدمی،

دنیا میں سب سے زیادہ اپنی عقل کا استعمال کرنے والا آدمی،

اپنی زندگی میں اپنے عقل و دماغ کا صرف اور صرف، پندرہ فیصد ہی استعمال کر پاتا ہے، باقی پچاسی فیصد یونہی رہ جاتا ہے اور وہ دنیا سے رخصت ہوجاتا ہے۔

میرے دوستو! ہم اپنے دماغ کو جتنا فعال اور اپنے ذہن کو جتنا تیز سمجھتے ہیں، ہمارا دماغ اس سے کہیں زیادہ فعال اور تیز ہوتا ہے۔

مثال کے طور پر جب کبھی ہم اپنی گاڑی سے کہیں جاتے ہیں، تو روڈ کے کنارے پر لگے بورڈ پر کلو میٹر لکھا ہوا دیکھتے ہیں کہ فلاں شہر یہاں سے اتنا کلو میٹر ہے، تو ہم نے صرف کلو میٹر پڑھنے کا ارادہ کیا تھا، مگر ہمارا دماغ اس کے علاوہ کی بھی چیزیں اپنے اندر کیچ کر لیتا ہے، مثلاً

وہ بورڈ کتنی اونچائی پر لگا تھا

وہ بورڈ کس رنگ کا تھا

اس بورڈ کا سائز کیا تھا

اس بورڈ پر کلو میٹر کس رنگ کا لکھا ہوا تھا

جب کہ ہماری نیت صرف کلو میٹر دیکھنے کی تھی، مگر ہمارے دماغ نے اس سے زیادہ معلومات حاصل کر لیں، جیسے فوٹو کھینچنے والا، جب کسی آدمی کا فوٹو کھینچتا ہے، تو اس کا کیمرہ اس آدمی کے دائیں، بائیں آگے پیچھے کی تمام چیزوں کو اپنے اندر کیچ کر لیتا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ انسان کا دماغ اتنا حساس ہوتا ہے کہ جو چیزیں وہ سمجھتا ہے، تو وہ اپنے اندر کیچ تو کر ہی لیتا ہے، مگر جو چیزیں اس کے سمجھ میں نہیں آتیں، اس کو بھی اپنے اندر کیچ اور محفوظ کر لیتا ہے، بلکہ سائنسدانوں نے تو یہاں تک دعویٰ کیا ہے کہ جب بچہ اپنی ماں کے پیٹ میں ہوتا ہے، تبھی سے وہ

اپنی ماں کی پسند اور نا پسند کو،

اپنی ماں کے اخلاق وعادات کو،

اپنے دماغ میں سمونا شروع کر دیتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک عورت کے بچہ پیدا ہوا، تو وہ ہر وقت روتا ہی رہتا تھا، مگر جب اس کے پاس ایک قسم کا گانا چلا دیا جاتا، تو وہ خاموش ہو جاتا، تو اس کی ماں سے اس کی وجہ پوچھی گئی، تو اس نے کہا، جب یہ

بچہ، میرے پیٹ میں تھا، تو میں اس گانے کو بہت سنا کرتی تھی، تو معلوم ہوا انسان کا اس دنیا میں آنے سے پہلے ہی اس کا دماغ اپنا اثر دکھانا شروع کر دیتا ہے، اسی لیے کہا جاتا ہے، ماں باپ کو اپنے چھوٹے سے چھوٹے، بچوں کے سامنے وہ کام اور وہ حرکت نہیں کرنی چاہیے، جو بڑوں کے سامنے نہیں کر سکتا، جو بچے بچپن میں کسی چیز کو دیکھ لیتے ہیں وہ بچپن (۵۵) میں بھی نہیں بھولتے، چاہے وہ نہ سمجھیں، مگر وہ سارے منظر اس کے دماغ میں محفوظ ہو جاتے ہیں، پھر بعد میں جب وہ اس لائق ہوتے ہیں، تو وہی اثرات ان کی زندگی میں مرتب ہونے شروع ہوتے ہیں۔

میرے دوستو! جب چھوٹے بچوں کے دماغ کا یہ حال ہے، تو جو لوگ بڑے ہیں، ان کے دماغ کی تیزی کا کیا عالم ہوگا، اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے، کہ اگر کسی لفظ کو الٹا کر کے بولا جائے، تو بھی ہمارا دماغ اس کو سیدھا کر کے سمجھ لیتا ہے، جیسے کسی چیز کو الٹا لکھ کر شیشہ کے سامنے، آئینہ کے آگے کر دیا جائے، تو اس میں الٹے لکھے ہوئے الفاظ بھی سیدھے دکھائی دیتے ہیں، جیسے ایمبولنس گاڑیوں کے آگے آپ نے دیکھا ہوگا، ایمبولنس الٹا لکھا ہوا ہوتا ہے تا کہ آگے کی گاڑی والا، اس کو جلدی سے پڑھکر سائڈ دے دے، تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ جب سائنسدانوں نے یہ دیکھا کہ انسان کا دماغ بہت ہی حساس ہوتا ہے اور جس نے انسان کے دماغ پر کنٹرول کر لیا، اس نے پورے انسان پر کنٹرول کر لیا اور جس نے انسانوں پر کنٹرول کر لیا، تو اس کے لیے پوری دنیا پر حکومت کرنا آسان، اسی لیے آج دشمنانِ اسلام انسانوں کے دماغ کو اپنے کنٹرول میں کرنے کی انتھک محنتیں کر رہی ہیں۔

آج پوری دنیا میں میوزک، ناچ، گانے اور موبائل کو جو عام کیا جا رہا ہے اس کے پیچھے ایک بہت بڑی سازش ہے، آج اسلام کے دشمن

غیر محسوس طریقے سے،

ہواؤں کے لہروں کی مدد سے،

میوزک کے ذریعہ،

ہمارے دماغ کو اپنے کنٹرول میں کرنے کی کوششیں کر رہے ہیں۔

آج دشمنانِ اسلام نے میوزک، ٹون اور ناچ گانوں کے ذریعہ ہمارے دل ودماغ کو اس حد تک کنٹرول کرلیا ہے، کہ آج ان کی ہر ایجاد کو، ہم اپنے لیے آسمانی تحفہ سمجھ کر اس کو سینہ سے لگالیتے ہیں،

آج یوروپ سے اٹھنے والی ہر برائی کو ہم اپنے لیے ابرِ رحمت سمجھ رہے ہیں،

آج ان کی ہر گندی چیز، ہم کو اچھی معلوم ہو رہی ہے،

آج ان کی ہر الٹی چیز، ہم کو سیدھی معلوم ہو رہی ہے،

یہاں تک کہ ہم ان کو اپنا دشمن جاننے کے باوجود،

ان کی تمام مخالفتوں کے باوجود،

اور یہ جاننے کے باوجود، کہ آج انھوں نے ہماری، دنیا وآخرت، دونوں کو تباہ کرنے کا پختہ عزم کرلیا ہے،

آج یہ جاننے کے باوجود، کہ وہ ہم کو نیکی کے بجائے دن بدن گناہوں کے اور قریب کر رہے ہیں۔

اور یہ جاننے کے باوجود، کہ آج وہ دن بدن ہم کو جہنم کے اور قریب کر رہے ہیں،

مگر پھر بھی ان کے کلچر، ان کی تہذیب، ان کا طور وطریقہ، ان کی شکل وصورت، ان کے رنگ میں، اپنے آپ کو رنگنا، اپنے لیے ہم فخر محسوس کرتے ہیں۔

میرے دوستو! یہ ان کا ہمارے دل ودماغ کو اپنے کنٹرول میں کرلینے کی واضح مثال نہیں تو اور کیا ہے؟

میرے دوستو! جس طرح ٹھہرے ہوئے پانی میں کنکر، پتھر، پھینکنے پر لہر پیدا ہوجاتی ہے، پانی میں ہل چل مچ جاتی ہے، اسی طرح جب میوزک بجتی ہے، تو انسان کے رگ رگ میں، نس نس میں، حرکت پیدا ہوجاتی ہے۔

میرے دوستو! میوزک اور گانے، انسان کے ایک ایک عضو کو اس طرح متاثر کرتے ہیں کہ اس کو سننے والا، خود بخود تھرکنے لگتا ہے، جوان تو جوان، بوڑھا بھی مستی میں آکر ناچنے لگتا ہے، بعض دفعہ آدمی مستی میں آکر سامنے کی پڑی چیز پر اپنے ہاتھوں سے دھن بجانے لگتا ہے، اس کے سر ہلنے اور اس کے

پر حرکت کرنے لگتے ہیں۔

میرے دوستو! یہ عجیب وغریب حرکت انسان کیوں کرنے لگتا ہے، یہ اس میوزک کی دین ہے، جو ہواؤں کی لہروں کے ذریعہ، اس کے کان میں پہونچ کر اس کی عقل کو مدہوش اور متغیر کر دیتی ہے، سننے والا اپنی سمجھ میں صرف گانا سن رہا ہوتا ہے، مگر دشمنانِ اسلام اپنا وہ پیغام، اپنا وہ میسیج، بھی غیر محسوس طریقہ سے ہمارے دماغ میں ڈال رہے ہوتے ہیں، جس کو انگریزی میں ''Hidden Massas'' کہتے ہیں، یہی وہ میسیج اور پیغام ہے، جس سے انسان وہ سب کچھ شیطانی حرکت کرنے کے لیے تیار ہو جاتا ہے، جس کا اسے خود پتہ نہیں ہوتا، کہ وہ یہ کام کیوں کر رہا ہے، اسے خود معلوم نہیں ہوتا، کہ وہ بے خود ہو کر، دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو کر، یہ حرکت کیوں کر رہا ہے،

اور یہ بات یاد رکھیے، ہمارے کان میں جو چیز پہونچتی ہے، وہ اپنا اثر ضرور دکھائے گی۔

ابھی حال ہی میں ایک انگریزی سپرہٹ گانا بنایا گیا، جس کے میوزک میں انہوں نے اپنا ایک پیغام ڈالا ''Kill your MomKill your Dad'' پھر ان نوجوانوں کا سروے کیا گیا، جو اس گانے کو بہت پسند کرتے تھے، تو پتہ چلا ان میں سے ایک بڑی تعداد کے اندر ماں باپ کے خلاف نفرت پائی جاتی ہے، ان کا ہر وقت یہ دل چاہتا تھا کب موقع ملے ان کو قتل کروں۔

پھر جب دشمنانِ اسلام اپنے اس پیغام کو پہونچانے میں کامیاب ہو گئے تو ایک اور گانا بنایا، جس میں میسیج تھا ''Worship The Devil'' شیطان کی عبادت کرو، شیطان کی عبادت کرو۔

جو لوگ اس گانے کو سنتے تھے، ان کے دل میں اسلام کے خلاف نفرت پائی جاتی تھی، وہ یہ کہتے تھے،

اسلام کیا چیز ہے،

دین کیا ہے،

خدا کون ہے،

سب بکواس ہے،

اپنی مرضی کی زندگی گزارو "Its My Private Life"

میرے دوستو! اگر آپ دشمنانِ اسلام کی طرف سے گانوں اور میوزک میں ڈالے گئے پیغام اور میسیج کی حقیقت جاننا چاہیں، تو کمپیوٹر کو خاص طور سے الٹا چلائیں، یا اگر کوئی اس سلسلہ میں مزید جانکاری چاہتا ہے تو www.reversespeech.com پر معلوم کرسکتا ہے۔

تو میں یہ عرض کرر ہا تھا آج کافر میوزک کے ذریعہ ہمارے نوجوانوں، بچوں اور بچیوں میں بے راہ روی، آوارگی، دین ومعاشرت سے آزاد ہو کر زندگی گزارنے کا جو میسیج بٹھا رہے ہیں، اس کی واضح مثال، کہ آج ہمارے نوجوان کی ایک بڑی تعداد، ماں باپ کی فرمابرداری، ان کی طرف سے لگائی ہوئی پابندی برداشت کرنے کو تیار نہیں، شریعت کی باتوں کو سننے کے لیے تیار نہیں۔

آج وہ، مسلم معاشرہ، شریعتِ اسلامی سے آزاد ہو کر زندگی گزارنا چاہتے ہیں، گھر کے لوگ چاہے جتنی نصیحتیں کریں، ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا، دین کی خدمت کرنے والے علماء اور صلحاء، چاہے جتنی منتیں کریں، مگر وہ عمل کرنے کے لیے تیار نہیں، گانے سن سن کر ان کا دل اتنا بدل چکا ہے کہ آج وہ گناہ کو گناہ ہی نہیں سمجھتے۔

میرے دوستو! یہ سب میوزک اور گانے کے سیاہ کارنامے اور کالے، کرتوت ہیں جس نے آج ہمارے نوجوانوں کو بدکردار، بداخلاق، بدکار، بے غیرت، اور دیوث بنادیا ہے، جوان کو دین، دھرم اور مذہب سے مکمل بغاوت پر آمادہ کررہا ہے، اور ایسے ماں باپ کو بھی کان کھول کر یہ بات سن لینی چاہیے کہ آج آپ جو خوشی سے اپنے بچوں کے لیے ٹی وی، میوزک اور ناچ گانے کے آلات مہیا کررہے ہیں، ان کے لیے خوشی سے جو یہ سامان خرید کر لا رہے ہیں، کل یہی چیزیں آپ کے بچوں کے دلوں میں آپ کے خلاف نفرت کی آگ بھڑکائیں گے، پھر آپ خون کے آنسو روئیں گے، مگر کوئی آپ کے آنسوؤں کو پوچھنے والا نہ ہوگا، آپ چلائیں گے، مگر آپ کی آواز کو کوئی سننے والا نہ ہوگا۔

میرے دوستو! یہ بات اپنے دل کی تختی پر لکھ لیجیے،

کل تک میوزک سے، اعمال ضائع ہوا کرتے تھے،

لیکن آج کی میوزک سے، ایمان ضائع ہو رہے ہیں

کل تک کی میوزک، آدمی کو نیکی سے دور کرتی تھی

آج کی میوزک، دین سے دور کر رہی ہے

کل تک کی میوزک اور گانے، ماں باپ کی نافرمان بناتے تھے

اور آج کی میوزک، ماں باپ کا قتل کروا رہی ہے

کل تک کی میوزک، عبادت میں سستی پیدا کرتی تھی

اور آج کی میوزک، خدا کی ذات میں شک وشبہ پیدا کر رہی ہے

اس لیے آج کی میوزک، اور گانا سننا، حرام در حرام در حرام ہے

میرے دوستو! آج دشمنانِ اسلام ناچ گانے اور میوزک کے ذریعہ ہمارا ایمان اسی طرح نکال رہے ہیں جس طرح سپیرا بین بجا کر سانپ کا زہر نکال لیتا ہے اور سانپ کو اس کا احساس تک نہیں ہوتا، جب اس کا زہر نکال لیا جاتا ہے

تو چھوٹے چھوٹے بچے اس سے کھیلتے ہیں،

چھوٹے چھوٹے بچے اس کو مارتے ہیں،

اس سے کوئی نہیں ڈرتا بالکل اسی طرح آج دشمنانِ اسلام ناچ گانوں کے ذریعہ ہمارا ایمان نکال رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ آج کافروں کے دلوں میں ہمارا رعب دبدبہ ختم ہو گیا آج پوری دنیا میں ہم سے کوئی نہیں ڈرتا

یہی وجہ ہے کہ پوری دنیا میں آج ہم ذلت کی موت مارے جا رہے ہیں

جب جو چاہتا ہے ہمیں موت کے گھاٹ اتار دیتا ہے

جب جو چاہتا ہے ہماری ماؤں اور بہنوں کی عزت وعصمت کو لوٹ لیتا ہے

جب جو چاہتا ہے ہماری مساجد ومدارس پر حملہ کر دیتا ہے

یاد رکھیے! گانا اور میوزک انسان کے دل میں زنا کا جذبہ اسی طرح پیدا کرتا ہے جس طرح بارش

گھاس کو پیدا کرتی ہے۔

گانا اور میوزک، انسان کے ’’Sex‘‘ یعنی جنسی جذبات کو اسی طرح بھڑکاتی ہے جس طرح تیل آگ کو بھڑکاتی ہے، گانا اور میوزک، انسان کے Sex یعنی جنسی جذبات کو اس طرح بیدار کرتی ہے، جس طرح سپیرے کا بین سانپ کو بیدار کر دیتا ہے۔

گانا زنا کی کنجی ہے، اور زنا، تمام گناہوں کی ماں ہے، اور زنا، انسان کو ان تمام گناہوں میں ملوث کر دیتا ہے، جس کو اس نے سوچا بھی نہیں ہوگا،

چنانچہ زنا، انسان کو شراب بھی پلواتی ہے،

زنا، انسان سے قتل بھی کرواتی ہے،

زنا، انسان کی عزت وآبرو بھی خاک میں ملاتا ہے۔

غرض زنا، انسان کے ایمان کی جڑ کو اس طرح سے اکھاڑ دیتی ہے جس طرح تیز آندھی بڑے بڑے درختوں کو اکھاڑ دیتی ہے۔

یاد رکھیے! جتنا ہی زیادہ گانا عام ہوگا، اتنا ہی زیادہ زنا عام ہوگا، اور جتنا ہی زیادہ زنا عام ہوگا اتنا ہی زیادہ

خدا تعالیٰ کا عذاب عام ہوگا

خدا تعالیٰ کا عذاب آئے گا زلزلے کی شکل میں

خدا تعالیٰ کا عذاب آئے گا سیلاب کی شکل میں

خدا تعالیٰ کا عذاب آئے گا فساد اور ظالم حکمرانوں کی شکل میں

خدا تعالیٰ کا عذاب آئے گا موت عام ہونے کی شکل میں

خدا تعالیٰ کا عذاب آئے گا آپسی خانہ جنگی کی شکل میں

اور یہ بات یاد رکھیے! جو شخص گانا سنتا ہے تو اس کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوتا اس لیے کہ جو شخص جس چیز کو جتنا ہی زیادہ سنے گا، اس کی حقیقت اس کے دل میں اتنے ہی زیادہ بیٹھے گی، اور جس کے دل میں جو

چیز بیٹھ جاتی ہے، تو مرتے وقت اس کی زبان سے وہی نکلتا ہے جو اس کے دل میں ہوتا ہے۔

ایک مرتبہ ایک شخص کے مرنے کا وقت قریب آ گیا، تو لوگوں نے اس سے کلمہ پڑھنے کے لیے کہا تو اس کے منہ سے کلمہ کے بجائے گانا نکلنے لگا اور اسی حالت میں اس کی موت ہوگئی۔

اور یہ بات یاد رکھیے! جو جس حالت میں مرے گا کل قیامت کے دن اسی حالت میں اٹھایا جائے گا۔

لہٰذا جو شخص چوری کرتے ہوئے مرا تو کل قیامت کے دن چوری کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا،

اور جو شخص زنا کرتے ہوئے مرا، تو وہ زنا کرتے ہوئے اٹھایا جائے گا

اور جو شخص گانا سنتے یا گاتے ہوئے مرا تو کل قیامت کے دن گانا گاتے ہوئے اٹھایا جائے گا،

آج کتنے لوگ ایسے ہیں جو گانا سنتے سنتے سوتے ہیں، اگر اس حالت میں ہماری موت ہوگئی تو کیا ہوگا،

آج کتنے لوگ ہیں جو گانے سنتے ہوئے سفر کرتے ہیں اور سفر میں آدمی ہر وقت موت کے منہ میں ہوتا ہے، اگر اسی حالت میں موت ہوگئی تو کیا ہوگا،

آج کتنے نوجوان ہیں جو ہر وقت ہیڈ فون کان میں لگائے گانے سنتے رہتے ہیں اگر اسی حالت میں مر گئے تو کیا ہوگا،

ایک حدیث میں اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

اللہ رب العزت میری امت کے کچھ لوگوں کے چہروں کو دنیا ہی میں مسخ کر دیں گے یعنی

ان کے چہروں کو،

ان کی صورتوں کو،

بندر اور سور کی طرح بنا دیں گے، یہ وہ لوگ ہوں گے جو گانے، باجے، ٹی وی، فلموں، کو دیکھنے کے عادی ہوں گے، ایک رات وہ ٹی وی دیکھ کر، گانے سن کر سوئیں گے جب صبح کو وہ اٹھیں گے تو ان کی صورتیں بندروں اور سور میں بدل چکی ہونگیں۔

پھر ایسے لوگ جو اجتماعی گناہ کرتے تھے، گانے سنتے اور فلمیں دیکھتے تھے، ان کو قیامت کے دن

جہنم میں گھٹنوں کے بل گرایا جائے گا، پھر وہ لوگ جو ایک دوسرے کے ساتھ مل کر فلمیں دیکھتے تھے گانے سنتے تھے، جہنم میں ایک دوسرے کو ایسے بھونکیں گے، اور کاٹ کھائیں گے، جس طرح کتے ایک دوسرے کو بھونکتے اور کاٹتے ہیں۔

دوسری سزا، اللہ رب العزت ان کو یہ دیں گے، کہ بعد میں ان کی شکلیں سور کی طرح بنادیں گے اس لیے کہ گانا انسان کے اندر بے حیائی اور بے غیرتی پیدا کرتا ہے اور جانوروں میں سب سے بے غیرت اور بے حیا جانور سور ہوتا ہے، لہٰذا جس کے اندر بے غیرتی اور بے حیائی پائی جائے گی، اس کی شکل سور کی طرح بنادی جائے گی۔

تیسری سزا، اللہ رب العزت ان کو یہ دیں گے، ایسے لوگ جو گانا اور میوزک سنتے ہیں، ان کے کانوں میں، کل جہنم میں سیسہ اور تانبا پگھلا کر ڈالا جائے گا۔

اللہ رب العزت ہم سب کو گانے اور میوزک سے بچنے کا جذبہ اور آخرت کی فکر عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

❁-----❁❁❁-----❁

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- آنکھ دل کا دروازہ ہے دل میں آنے والی تمام برائیاں اسی دروازہ سے آتی ہیں۔

--- دل آنکھ کے تابع ہے آنکھ بگڑ جانے کے بعد دل کی حفاظت مشکل ہے اور دل کے بگڑ جانے کے بعد شرمگاہ کی حفاظت اس سے بھی زیادہ مشکل ہے۔

--- آنکھوں کا ذکر خوفِ خدا میں رونا ہے۔

--- دنیا کا پانی آگ کو بجھا دیتا ہے مگر آنکھوں کا پانی جہنم کو بجھا دیتا ہے۔

--- آنکھوں کی ایک اپنی زبان ہوتی ہے جو دل کی حالت کا پتہ دیتی ہے۔

بدنظری کے نقصانات!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔

اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ ؁ بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؁

قُلْ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ یَغُضُّوْا مِنْ اَبْصَارِھِمْ وَیَحْفَظُوْا فُرُوْجَھُمْ ذَالِکَ اَزْکیٰ لَھُمْ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌ بِمَا یَصْنَعُوْنَ ؁

وقال النبی ﷺ: اَلْعَیْنَانِ زِنَاھُمَا النَّظْرُ۔

وقال النبی ﷺ: غَضُّوْا اَبْصَارَکُمْ وَاحْفَظُوْا فُرُوْجَکُمْ ؁

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ؁

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ؁

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلیٰ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلیٰ اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِکْ وَسَلِّمْ ؁

مل گئے خاک میں قبر کتنے
ناز تھا جن کو اپنی زندگانی کا
جن کا نقشہ تھا کل جوانی کا
ہے لقب آج نانا نانی کا

کیسے ہوگئے تھا دیکھا کیسا
کا زندگانی ہے بھروسہ کیا
ظالم اے سے خدا بس لگا دل
کا گھانی نا موتِ کر خوف

میرے محترم بزرگو اور دوستو! اللہ رب العزت نے اس خاک کے پتلے انسان پر اتنے احسان فرمائے ہیں، کہ اگر انسان ان احسانات کا شکر ادا کرنا چاہے، تو نہیں کر سکتا، شکر ادا کرنا تو دور کی بات ہے، اگر ان احسانات کو گننا چاہے، ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہے، تو نہیں کر سکتا۔

”وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ لَا تُحْصُوْھَا“

اے میرے بندو! اگر تم میری ان نعمتوں کو شمار کرنا چاہو، تو نہیں کر سکتے۔

میرے دوستو! اگر ہم صرف اپنے جسمانی اعضاء

ہاتھ،

پاؤں،

ناک،

کان،

آنکھ

اور منھ وغیرہ

پر غور کریں، کہ یہ کس طرح ہماری ضرورت کے وقت ہمارا ساتھ دیتے ہیں، اگر ان میں سے ایک بھی اپنا کام کرنا چھوڑ دے، تو ہم کتنا پریشان ہو جاتے ہیں۔

مثال کے طور پر، آنکھ ہی کو لے لیجیے، یہ خدا تعالیٰ کی کتنی بڑی نعمت ہے ہندی میں کہاوت ہے۔

نیتر ہی جیون ہے، آنکھ ہی زندگی ہے۔

اردو میں مقولہ ہے۔

جس کی آنکھ چلی گئی اس کی زندگی چلی گئی۔

دیکھنے میں یہ آنکھ ایک چھوٹی اور نرم نازک چیز ہے مگر

اس کی قدر ہم ان لوگوں سے پوچھیں، جو نابینا ہیں

اس کی قدر ہم ان لوگوں سے پوچھیں، جو دنیا میں تو ہیں، مگر دنیا نہیں دیکھ سکتے۔

اس کی قدر ہم ان لوگوں سے پوچھیں، جن کے ماں باپ تو ہیں، مگر وہ ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

اس کی قدر ہم ان لوگوں سے پوچھیں، جن کے بیوی بچے تو ہیں، مگر ان کو دیکھ نہیں سکتے کہ وہ کس طرح سے ہیں، یہاں تک کہ وہ اپنے آپ کو نہیں دیکھ سکتے کہ میں کس طرح سے ہوں۔

اس کی قدر ہم ان لوگوں سے پوچھیں جن کے پاس آنکھ نہ ہونے کی وجہ سے وہ دن کے اجالے میں بھی، سخت اندھیرے میں زندگی گزار رہے ہیں۔

ایک مرتبہ ایک اندھا کہنے لگا، اے اللہ، میں نے سنا ہے آپ نے اتنی بڑی چھت یعنی آسمان بنایا ہے جس کے نیچے پوری دنیا بسی ہوئی ہے، جس کو روکنے کیلئے نہ کوئی دیوار ہے اور نہ کوئی ستون اور کھمبے ہیں، دنیا کی چھت کے لیے کبھی نہ کبھی ایسا وقت آتا ہے، کہ اس کی صفائی رنگائی اور پُتائی کرنے پڑتی ہے۔

مگر اے میرے اللہ، میں نے یہ سنا ہے کہ آسمان بنائے ہوئے آپ کو ہزاروں سال ہو گئے، مگر آج تک نہ اس کی صفائی کی ضرورت پڑی ہے اور نہ رنگائی کی۔

اے اللہ ایک منٹ کے لیے صرف میری ایک آنکھ کی روشنی دے دیجیے تا کہ میں یہ دیکھ لوں کہ آسمان کس طرح سے ہے۔

میرے دوستو! آنکھ کی قدر ہم ان لوگوں سے پوچھیں جو اس نعمت سے محروم ہیں، تو میں عرض کر رہا تھا کہ آنکھ اللہ رب العزت کی طرف سے ایک بہت بڑی نعمت ہے۔

آنکھ اللہ رب العزت کی دی ہوئی ایک امانت ہے اور امانت کو امانت دینے والے کے حکم کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہیے۔

اگر ہم امانت میں خیانت کریں گے

اگر ہم اس امانت کو غلط استعمال کریں گے

تو یاد رکھیے! جو امانت دینا جانتا ہے، وہ لینا بھی جانتا ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صاحب کا ایک ایکسیڈنٹ میں آنکھ کا اوپر والا پردہ کٹ گیا۔

میرے دوستو! اللہ رب العزت نے ہماری آنکھ کے اوپر جو پردہ لگایا ہے، ایک طرف جہاں وہ آنکھوں میں کوئی چیز گرنے سے روکتا ہے، وہیں اس کے اندر سے تھوڑا تھوڑا پانی نکلتا رہتا ہے، جب ہوا میں اُڑنے والے باریک باریک مٹی کے ذرات، آنکھوں پر جمنے لگتے ہیں، تو یہ پلک، یہ پردہ، اس پانی کی مدد سے آنکھوں کو ایسے صاف کر دیتا ہے جیسے وائپر گاڑی کے اسکرین کو، گاڑی کے اگلے شیشے کو صاف کر دیتا ہے۔

تو وہ صاحب کہنے لگے جب سے ہماری آنکھ کی پلک کٹی ہے، تب سے ہم مصیبت میں پھنس گئے ہیں، ایک طرف جہان ہماری آنکھ بدنما لگنے لگی ہے، وہیں ہواؤں میں اُڑنے والے باریک باریک ذرات آنکھ پر بیٹھ جاتے ہیں۔

جس کی وجہ سے ہر تھوڑی دیر پر آنکھ دھونا پڑتا ہے۔

یہ کام تقریباً دن میں پچاسوں دفعہ کرنا پڑتا ہے، اور جو بھی گرد وغبار ہوا میں اڑتا ہے، وہ سیدھے ہماری آنکھ میں آکر پڑتا ہے، جس کی وجہ سے ہر وقت ہماری آنکھوں سے آنسو بہتے رہتے ہیں کہنے لگے، آنکھ کا یہ چھوٹا سا پردہ ہم نے کبھی سوچا نہ تھا کہ یہ اللہ رب العزت کی کتنی بڑی نعمت ہے۔

تو میں یہ عرض کر رہا تھا کہ آنکھ اللہ رب العزت کی بہت بڑی نعمت ہے اس نعمت کو، اس کے بنانے والے کے حکم کے مطابق ہی استعمال کرنا چاہیے۔

اس نعمت کو غلط استعمال کرنا،

اس کے ذریعہ بدنظری کرنا،

اس کے ذریعہ نامحرم عورتوں کو دیکھنا، یہ خدا تعالیٰ کی غضب کو دعوت دینا ہے۔

جس طرح ایک عورت اپنے شوہر کو، دوسری عورت پر نگاہ ڈالنا، دوسرے سے نگاہ لڑانا برداشت نہیں کرتی، اسی طرح اللہ رب العزت بھی دوسرے مرد کا اپنی بندی پر نگاہ ڈالنا برداشت نہیں کرتے۔

اسی لیے حدیث شریف میں آتا ہے۔

جو شخص بدنظری کرتا ہے، تو کل جہنم میں، آگ کے انگارے اس کی آنکھوں میں بھرے جائیں گے۔

ایک حدیث میں آتا ہے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

میری امت میں سے کسی نہ کسی شخص کو دنیا ہی میں، صرف اس لیے اندھا کر دیا جائے گا کہ وہ بدنظری کرتا تھا، دوسری عورتوں کو غلط نگاہوں سے دیکھتا تھا۔

میرے دوستو! دنیا میں اللہ رب العزت اس شخص کو ایسی سزا کیوں دیتے ہیں؟ اس لیے کہ وہ بد نظری کرتا ہے، اور بدنظری کرنا اللہ رب العزت کی غیرت کو للکارنا ہے، اور جو اللہ رب العزت کی غیرت کو للکارتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کو دنیا میں بھی سزا دیتے ہیں اور آخرت میں بھی۔

دنیا میں ایک سزا تو یہ دیتے ہیں کہ اس کی عمر، اس کے مال، اور وقت میں سے برکت اٹھالی جاتی ہے۔

آج کتنے لوگ ہیں جو یہ شکایتیں کرتے پھر رہے ہیں، پتہ نہیں کیا بات ہے، جس کام کو شروع کرتا ہوں، اس میں کوئی نہ کوئی رکاوٹ کھڑی ہو جاتی ہے۔

جس کام کی کرنے کی کوشش کرتا ہوں، وہ ادھورا ہی رہ جاتا ہے، یہاں تک کہ اگر سونا کو چھوتا ہوں تو وہ مٹی بن جاتا ہے، شاید کسی نے کچھ کرادیا ہے مولانا صاحب کوئی دعا بتادیجئے کوئی تعویذ بنادیجیے۔

میرے دوستو! یہ سب پریشانیاں اور مصیبتیں، انسان کے نامۂ اعمال ہیں، کسی نے اس کے ساتھ کرایا ورایا نہیں ہے، بلکہ وہ انسان خود اپنی خباثت سے، مصیبت، پریشانی اور پشیمانی میں مبتلا ہے۔

دوسری سزا اللہ رب العزت اس کو یہ دیتے ہیں کہ اس کی ازدواجی زندگی سے پیار و محبت ختم کر دیتے ہیں اس کی بنیادی وجہ یہ ہے کہ جب آدمی بازاروں میں، ٹی وی پر، اپنی بیوی سے زیادہ خوبصورت عورتوں کو دیکھتا ہے، تو پھر اس کو اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی، پھر اس کی نگاہیں ایسی حسین عورتوں کی تلاش میں ہوتی

ہیں جو بازاروں میں یا ٹی وی پر دیکھتا ہے۔

اور یہ حقیقت ہے، آدمی کو جب اپنی بیوی اچھی نہیں لگتی، تو وہ دوسروں کی بہن بیٹیوں کو ہوس بھری نگاہوں سے اسی طرح دیکھتا ہے، جیسے شکاری کتّا، شکار کو دیکھتا ہے۔

میرے دوستو! جس انسان کی نگاہیں گندی ہوجاتیں ہیں، وہ انسان اتنا گندا ہوجاتا ہے کہ اس کی گندی نگاہیں، اپنی بہن بیٹیوں پر پڑنے لگتی ہیں، اور جس کی گندی نگاہیں خود اپنی بہن بیٹیوں پر پڑنے لگتی ہیں، پھر تو اس انسان کے عقل پر پردہ پڑ جاتا ہے، وہ انسان کھلی آنکھوں کے باوجود اندھا ہوجاتا ہے، اس کے دل ودماغ میں شہوت کا بھوت سوار ہوجاتا ہے، یہاں تک کہ وہ اپنی بہن بیٹی کی طرف اپنا گندا ہاتھ بڑھانے، ان کے ساتھ منھ کالا کرنے سے بھی دریغ نہیں کرتا، پھر ایسے انسان کو اللہ رب العزت ذلت ورسوائی کی گہری کھائی میں گرا دیتے ہیں، اس کو گھر بیٹھے ذلیل ورسوا کردیتے ہیں۔

اسی طرح جن عورتوں کی نگاہیں میلی ہوتی ہیں، جب وہ بازاروں، یا ٹی وی پر اپنے شوہر سے زیادہ اسمارٹ لڑکوں کو دیکھتی ہے، تو پھر ان کو اپنا شوہر اچھا نہیں لگتا۔

یہی وجہ آئے دن ایسے واقعات اخباروں کی زینت بن رہے ہیں کہ

فلاں کی بیوی،

فلاں کی بیٹی،

فلاں کی بہن،

فلاں دو بچوں کی ماں،

فلاں تین بچوں کی ماں،

اپنے عاشق کے ساتھ فرار۔

یاد رکھیے! بدنظری کرنا، غیر محرم کی طرف دیکھنا، یہ ایک مستقل فتنہ ہے، بلکہ فتنوں کی جڑ اور بنیاد ہے۔

اسی لیے اسلام نے ان دو سوراخوں کو بند کرنے کا حکم دیا ہے

جن سے فتنوں کے چشمے ابلتے ہیں،

جن سے زنا عصمت دری کے بازار گرم ہوتے ہیں

جن سے، عریانیت، فحاشیت اور بے حیائی عام ہوتی ہے

اسی لیے اسلام نے مسلمان عورتوں کو شرعی پردہ کرنے کا حکم دیا ہے تاکہ

اُن پر غیر محرم کی نظر نہ پڑے،

نہ شہوت کی آگ بھڑکے،

نہ نگاہ گندی ہو،

نہ ماحول خراب ہو۔

یاد رکھیے!، زنا کی ابتداء اور شروعات، آنکھوں سے ہی ہوتی ہے، بدنظری زنا کی سیڑھی ہے۔

جس طرح آگ کے شعلوں کی شروعات، ایک چھوٹی سی چنگاری سے ہوتی ہے،

اسی طرح ہوس کے شعلوں کی شروعات، بدنظری سے ہوتی ہے

جس طرح ایک چھوٹی سی چنگاری، بعد میں شعلہ کی شکل اختیار کر کے پوری کی پوری آبادی جلا کر راکھ کر دیتی ہے۔

اسی طرح دل میں سلگنے والی بدنظری کی چنگاری، بڑے سے بڑے ایمان والوں کے ایمان کو جلا کر راکھ کر دیتی ہیں۔

مثل مشہور ہے، دنیا کا سب سے لمبا سفر، سب سے پہلا قدم، اٹھانے سے شروع ہوتا ہے۔

اسی طرح زنا کا سفر، بدنظری سے شروع ہوتا ہے۔

اسی لیے کہا جاتا ہے جس کی نگاہ قابو میں نہیں رہتی، اس کا دل بھی قابو میں نہیں رہتا اور جس کا دل قابو میں نہیں رہتا، تو اس کی شرمگاہ بھی قابو میں نہیں رہے گی۔

ایک مرتبہ ایک بزرگ نے شیطان سے پوچھا، وہ کون سی چیز ہے جس سے انسان آسانی سے تمہارے جال میں پھنس جاتا ہے، تو اس نے کہا بدنظری، اس لیے کہ جو شخص دوسری عورتوں کی طرف شہوت کی نگاہ سے دیکھتا ہے، تو مجھے اس سے بڑی امید ہو جاتی ہے، کہ کبھی نہ کبھی، یہ میرے جال میں

پھنس کر گناہ میں ضرور ملوث ہوگا۔

جو شخص بدنظری کا مریض ہوتا ہے، تو شیطان اس کے دل و دماغ پر سوار ہوکر دوسری عورتوں کے چہروں کو خوبصورت اور مزین کر کے ایسا نقش چھوڑ جاتا ہے۔

جس طرح تیز آندھی ویران جگہ پر اپنے اثرات چھوڑ جاتی ہے۔

پھر ایسا شخص اگر ملازم ہے تو کام میں اس کا دل نہیں لگتا۔

اگر تاجر ہے تو تجارت میں، کاروبار میں، اس کا دل نہیں لگتا، ہر وقت اسی کے خیال میں گم رہتا ہے۔

میرے دستو! بدنظری یہ ایک ایسا روگ ہے، جو مرتے دم تک ساتھ نہیں چھوڑتا۔

آج کتنے بوڑھے ایسے ہیں، جن کے بال تو سفید ہیں مگر دل بالکل سیاہ اور کالے ہیں،

آج کتنے بوڑھے ایسے ہیں، جو قبر تک پہونچ چکے ہیں، جن کے پیر قبر میں لٹک رہے ہیں، مگر اس بیماری سے توبہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔

اس لیے کہ بدنظری کی پیاس، ایسی پیاس ہے، جو کبھی نہیں بجھتی، جیسے استسقاء کا مریض، چاہے اس کو سارا سمندر پلادو، مگر اس کی پیاس نہیں بجھتی۔

ایک کو دیکھا دوسرے کو دیکھنے کی ہوس میں لگ جاتا ہے، یہاں تک کہ پوری دنیا کی عورتوں کو دکھادیا جائے، تب بھی کہے گا کاش اس کے علاوہ اور بھی عورتیں ہوتیں۔

اسی لیے کہا جاتا ہے، جسم سے زنا کرنے والا تھک جاتا ہے، مگر نظروں سے زنا کرنے والا کبھی نہیں تھکتا۔

اس لیے کہ بدنظری آدمی کے دل میں برائی اور زنا کے خواہشات ایسے بڑھاتی ہے جیسے پانی پودے کو۔

میرے دوستو! گناہ کے اس دریا میں بہنے والے کو کبھی ساحل اور کنارہ نہیں ملتا، یہاں تک کہ قبر کے گڑھے میں جا گرتا ہے۔

میرے دوستو! جو شخص بدنظری کرتا ہے، تو اللہ رب العزت سب سے پہلے اس کو یہ سزا دیتے ہیں،

کہ اس سے عبادت کی توفیق چھین لیتے ہیں، اس سے عبادت کی توفیق اس طرح چھینتے ہیں، کہ جب بدنظری کرنے والا نماز پڑھتا ہے، تو اللہ رب العزت اس کے دل سے عبادت کی لذت اور حلاوت ختم کردیتے ہیں، اور جس کے دل سے عبادت کی لذت اور حلاوت ختم ہوجاتی ہے، تو ایک وقت ایسا آتا ہے کہ اس سے عبادت کی توفیق چھین لی جاتی ہے، یہاں تک کہ ایسا شخص، اگر کوئی نیک کام کرنے کا ارادہ بھی کرتا ہے، تو اس کو اس کی بھی توفیق نہیں ہوتی۔

دوسری سزا، ایسے شخص کے چہرے سے رونق چھین لی جاتی ہے، اور اس کے جسم سے بدبو زیادہ آتی ہے۔

کتابوں میں لکھا ہے جو عورتیں بن سنور کر بازاروں میں نکلتی ہیں اور جو لوگ ان کی طرف للچائی ہوئی نگاہوں سے دیکھتے ہیں، ان پر اللہ کی لعنت برستی ہے ''لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ'' کے تحت آج کتنے نوجوان ہیں، جن کے چہرے سے ہوائیاں اڑ رہی ہوتی ہیں، دور سے بڑے خوبصورت، مگر جب قریب سے دیکھو، تو لعنت برس رہی ہوتی ہے، دل پریشان اور چہرا مغموم نظر آتا ہے۔

اس لیے کہ بدنظری شیطان کا ایک ایسا تیر ہے، جو شکار کو بعد میں اور شکار کرنے والے کو پہلے زخمی اور گھائل کردیتا ہے، اسی لیے ایسے لوگوں کے دل پریشان، بے اطمینان اور چہرہ مغموم، نظر آتا ہے۔

تیسری سزا، اللہ رب العزت اس کو یہ دیتے ہیں کہ اس کا خاتمہ ایمان پر نہیں ہوتا یعنی مرتے وقت اس کو کلمہ نصیب نہیں ہوتا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں: میں ایک مرتبہ خانۂ کعبہ کا طواف کررہا تھا، اتنے میں دیکھا کہ ایک شخص، خانۂ کعبہ کا غلاف پکڑ کر روتے ہوئے یہ دعا کررہا تھا،

یا اللہ! میرا خاتمہ ایمان پر فرمانا،

یا اللہ! میرا خاتمہ ایمان پر فرمانا،

میں نے اس سے کہا ایسا تو کیوں کہتا ہے، اس کے علاوہ اور کوئی دعا کیوں نہیں مانگتا، تو کہنے لگا اس میں ایک راز کی بات ہے، اس بزرگ نے پوچھا کیا راز ہے، تو کہنے لگا، میرے دو بھائی تھے، بڑا بھائی

چالیس سال تک اذان دیتا رہا، مگر جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا، تو اس نے قرآن کریم منگایا، ہم لوگ سمجھے کہ شاید کچھ نصیحت کرنے یا برکت کے طور پر مانگ رہا ہے، مگر جب اس کے پاس قرآن کریم لایا گیا، تو اس نے سب کو مخاطب کر کے کہا لوگو، گواہ رہو، میں اس قرآن کو نہیں مانگتا اور پھر اسی حالت میں مر گیا۔

پھر دوسرا بھائی جو تیس سال تک اذان دیتا رہا، جب اس کے مرنے کا وقت قریب آیا، تو اس نے بھی یہی کیا، اس لیے میں ڈر رہا ہوں، کہیں میرے ساتھ بھی ایسا نہ ہو، تو بزرگ نے پوچھا ان کے اندر کون سی خراب تھی، جس سے ان کی یہ بری موت ہوئی، تو اس نے بتایا وہ بدنظری کرتے تھے، عورتوں اور بے ریش لڑکوں کو غلط نگاہوں سے دیکھا کرتے تھے۔

دوسرا واقعہ، ایک نوجوان تھا، جو مسجد میں اذان دیا کرتا تھا، ایک مرتبہ اس کی نظر پڑوس میں رہنے والی ایک عیسائی لڑکی پر پڑی، پھر کیا تھا، اس پر دل دے بیٹھا، وہ اس سے شادی کا اصرار کرنے لگا، وہ انکار کرتی رہی، بالآخر وہ اس شرط پر تیار ہوئی، کہ پہلے تم اپنا مذہب چھوڑ کر عیسائی مذہب اختیار کرو، پھر میں شادی کے لیے تیار ہوں گی، چنانچہ وہ اس کے لیے تیار ہو گیا، جس دن اس کی شادی تھی، وہ گھر کی چھت پر چڑھا، پیر پھسلا، اور وہیں گر کر مر گیا، لڑکی بھی گئی، دین بھی گیا۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

میرے دوستو! اس سے معلوم ہوا، بدنظری، اللہ رب العزت کے یہاں ایسا گناہ اور پاپ ہے، جس سے دنیا بھی برباد ہوتی ہے، اور آخرت میں بھی، اور کل آخرت میں اس کو یہ سزا ملے گی کہ سیسہ یعنی تانبا پگھلا کر اس کی آنکھوں میں ڈالا جائے گا۔

ایک حدیث میں ہے لوہے کی سلاخیں گرم کر کے اس کی آنکھوں میں گھونپا جائے گا۔

آخری بات عرض کر کے، میں اپنی بات ختم کرتا ہوں۔

کتابوں میں لکھا ہے کہ ایک نوجوان لڑکا ایک بزرگ کی تربیت میں گیا، تو اس خانقاہ میں ایک

خوبصورت لڑکی بھی تربیت کی غرض سے رہتی تھی، وہ نوجوان ہر وقت اس لڑکی کی طرف تاک جھانک لگائے رہتا تھا، تو ایک دن اس لڑکی نے اس بزرگ سے شکایت کردی کہ، فلاں لڑکا، ہر وقت مجھے للچائی نگاہوں سے دیکھتا رہتا ہے، تو اس بزرگ نے بازار سے جُلاب کی گولی، دست آور دوا، منگائی، اور اس لڑکی کو کھلا دیا، اور ساتھ ہی یہ حکم دیا کہ تمہارے پیٹ سے جو غلاظت نکلے اس کو ایک طشت میں جمع کرتی رہو، اس گولی کو کھاتے ہی اس لڑکی کو دست آنے شروع ہوگئے، بار بار دست آنے کی وجہ سے اس کے چہرہ کا رنگ اتر گیا، دانت باہر آگئے، بالکل پتلی دبلی بدصورت ہوگئی، تو ایک دن اس بزرگ نے اس لڑکی سے پوچھا، کیا اب بھی وہ نوجوان تمہاری طرف دیکھتا ہے، تو اس لڑکی نے کہا نہیں، تو اس بزرگ نے اس طشت کو منگایا اور اس لڑکے کو بھی بلوایا اور فرمایا، اس کی طرف دیکھو، یہی وہ پائخانہ ہے، جب تک اس کے اندر بھرا تھا، خوبصورت لگ رہی تھی، اب جب کہ وہ چیز باہر نکل آئی، تو بدصورت لگنے لگی، اسی وقت اس لڑکے نے بدنظری سے توبہ کرلی،

میرے دوستو! آج جو عورتیں ہمیں خوبصورت نظر آرہی ہیں، وہ سب اسی پائخانہ کی وجہ سے، لہٰذا جب بھی ہماری نظر کسی نامحرم عورت کی طرف اٹھنے لگے، تو فوراً دل میں یہ خیال لے آؤ، کہ اس عورت کی خوبصورتی، اسی پائخانہ کی وجہ سے ہے، جو اس کی کھال کے پیچھے چھپا ہے، اگر وہ نکل آئے، تو بدصورت ہوجائے گی، تو ہم اس گندے پانی اور پائخانہ کی طرف کیوں دیکھیں۔

دوسری بات، جب بھی کوئی عورت ہمارے سامنے سے گزرے، اور دل میں شیطان تقاضا پیدا کرے کہ دیکھ، کیسی ہے، تو فوراً دل میں یہ سوچو کہ اگر بدصورت ہوگی تو گناہ بے لذت، اور اگر خوب صورت ہوگی، تو دل میں یہ تمنا پیدا ہوگی، کاش کہ یہ عورت مجھے مل جاتی، اور ہر عورت، ہر آدمی کو تو حاصل ہو نہیں سکتی، لہٰذا اس کی طرف دل مائل کرنے سے کیا فائدہ۔

تیسری بات، آج ہم جس عورت، جس لڑکی کی طرف للچائی نگاہوں سے دیکھتے ہیں تو وہ بھی،

کسی کی ماں،

کسی کی بیٹی،

کسی کی بہن ہوگی،

اگر اس کی جگہ

ہماری ماں،

ہماری بہن،

ہماری بیٹی ہوتی

اور ہماری جگہ پر کوئی اور ان کو گندی نگاہوں سے دیکھتا، تو ہمارے دل پر کیا گزرتا، ذرا سوچیے، اگر آپ کی ضمیر زندہ ہے کچھ سوچنے کے لیے۔

اس پر نواز دیوبندی نے کیا خوب کہا ہے ؎

بد نظر اٹھنے ہی والی تھی کسی کی جانب
جب اپنی بیٹی کا خیال آیا تو دل کانپ گیا

اللہ رب العزت ہم سب کو بدنظری سے بچنے کا پختہ عزم اور حوصلہ عطا فرمائے، اور آخرت کی فکر، خوفِ خدا کی نعمت سے نوازے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ

وَلَٰكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ وَكَانَ اللَّهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمًا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

❁ ----- ❁ ----- ❁

--- پہاڑ کی چوٹی پر چڑھنے سے انسان بلند نہیں ہوتا بلکہ اپنے کردار سے بلند ہوا کرتا ہے۔

--- جہاں حرص ہے وہاں مصیبت ہے، جہاں علم ہے وہاں روشنی ہے اور جہاں شرم وحیا ہے وہاں ایمان ہے۔

--- زیادہ خوش حالی اور زیادہ بدحالی دونوں انسان کو برائی کی طرف لے جاتی ہیں۔

--- جو شخص اپنی قدر نہیں کرتا تو دنیا بھی اس کی قدر نہیں کرتی۔

--- ایک اچھا دوست آسانی سے کھویا جا سکتا ہے مگر پایا نہیں جا سکتا۔

❁ ----- ❁ ----- ❁

نئی نسل

پر موبائل کے مضر اثرات !!!

إنَّ الحمدلله. الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له ولا نظير له ولا وزير له ولا مشير له ولا معين له وصل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا. اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَمِنَ النَّاسِ مَن يَّشْتَرِىْ لَهْوَ الْحَدِيْثِ لِيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِ اللهِ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَيَتَّخِذَهَا هُزُوًا اُولٰئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ.

وقال النبی ﷺ: اِنَّمَا بُعِثْتُ بِكَسْرِ الْمَزَامِيْرِ.

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اگر حق بات کہتا ہوں تو مزہ الفت کا جاتا ہے
اگر خاموش رہتا ہوں تو کلیجہ منھ کو آتا ہے

پھر بھی

ہم حق بات کا ہر وقت اظہار کریں گے
منبر نہیں ہوگا تو سر دار کریں گے

اس لیے کہ

جس کام کے لیے آئے وہ کام نہ بگڑے
سر جائے تو جائے مگر اسلام نہ بگڑے

میرے محترم بزرگو اور دوستو! جس طرح ہر انسان کی زندگی بچپن سے جوانی اور جوانی سے بڑھاپے کی طرف رواں دواں نظر آرہی ہے، اسی طرح زمانہ بھی سمندر، ندی، نالے کے پانی کی طرح باہم رواں دواں نظر آرہا ہے۔

لیکن ہر زمانہ اپنے ساتھ نئے نئے حالات، نئی نئی ایجادات لے کر سامنے آتا ہے، آج مختلف سائنسی ایجادات نے پوری دنیا کے انسانوں کو ایک دوسرے سے بالکل قریب کردیا ہے۔

آج دنیا اپنی تمام تر وسعت وکشادگی کے باوجود ایک دوسرے سے بالکل سمٹتی ہوئی نظر آرہی ہے۔
آج کے اس مشینی اور سائنسی دور میں انسان پتھر کے زمانہ سے ایٹم بم کے دور تک پہونچ گیا
آج کے انسان نے اونٹوں اور بیل گاڑیوں سے طیاروں اور خلائی جہازوں تک رسائی حاصل کرلی۔
آج کے انسان نے چراغوں اور موم بتیوں سے بجلی کے قمقموں اور سرچ لائٹوں تک ترقی حاصل کرلی۔
آج کے انسان نے زمین سے آگے بڑھ کر چاند، ستاروں پر کمندیں ڈالنی شروع کردیں۔ سمندر کی تہہ میں ڈول ڈال کر اس کو چھاننے کی کوششیں تیز کردی ہیں۔

غرض اس زمانہ میں سائنس نے ایسے ایسے حیرت انگیز کارمانے انجام دئے ہیں، اور ایسی ایسی متحیر العقول چیزیں تیار کی ہیں، جن کو دیکھ کر عقلِ انسانی دنگ رہ جاتی ہے۔

میرے دوستو! حقیقت تو یہ ہے، جہاں ان نئی نئی ایجادات نے انسان کو بامِ عروج تک پہونچایا ہے، اور راحت وآسائش کے جو بہتر طریقہ مہیا کئے ہیں، وہیں اس نے انسان کو نہ صرف ست وکاہل جسمانی اور نفسانی امراض میں مبتلا کیا ہے، بلکہ انسان کو اس نے بہت سے تباہ کن نقصانات بھی پہونچائے ہیں۔

اس لیے ہر نئی ایجاد کو، اپنے لیے آسمانی تحفہ سمجھ کر، اس کو سینے سے لگانے کے بجائے شریعت کی

کسوٹی پر اس کو پرکھنا ضروری ہے۔

یاد رکھیے! اسلام ایک فطری مذہب ہے۔

اسلام کسی چیز پر نئی اور جدید ہونے کے اعتبار سے پابندی عائد نہیں کرتا ہے، بلکہ انسان اللہ تعالیٰ کی پیدا کی ہوئی ہر چیز کو استعمال کر سکتا ہے۔

اللہ پاک نے کائنات میں کسی چیز کو غلط اور برا پیدا نہیں کیا ہے بلکہ اس کو غلط استعمال کرنا یہ غلط ہے۔

مثال کے طور پر زبان بہت اچھی چیز ہے مگر اس سے جھوٹ بولنا۔

کسی کی غیبت کرنا۔

کسی پر تہمت لگانا۔

کسی کا دل دکھانا یہ غلط ہے۔

ہاتھ اچھی چیز ہے، مگر اس کے ذریعہ کسی پر ظلم کرنا۔

کسی کو ناحق مارنا۔

کسی کا زبردستی مال چھیننا۔

کسی کے راستے میں کانٹے بچھانا، یہ غلط ہے۔

مال و دولت اچھی چیز ہے، مگر اس کو غلط جگہ پر خرچ کرنا، یہ غلط ہے۔

ٹھیک اسی طرح موبائل بھی اچھی چیز ہے مگر آج اس سے

لوگوں کے دل و دماغ پر

لوگوں کے جذبات و خیالات پر

لوگوں کے مزاج و کردار پر

اور لوگوں کے کیریکٹر پر کیا اثرات پڑ رہے ہیں

اس کے ذریعہ ہمارے مسلمان نوجوان بچے اور بچیوں کے دل سے ایمانی طاقت کو کس طرح سے چھینا جا رہا ہے۔

ہمارے ایک ایک بچے اور بچیوں کے دل کے اندر سے اللہ اور اس کے رسول کی محبت کو کس طرح سے نکالا جا رہا ہے، آج ہم لوگ اس سے بالکل واقف نہیں، ہم سمجھتے ہیں کہ، یہ خالی ہیلو ہیلو ہے۔

یاد رکھیے! آج کوئی بھی چیز یورپ سے ایجاد ہو کر ہمارے پاس آ رہی ہے۔

چاہے وہ ٹی وی کی شکل میں ہو

چاہے وہ موبائل اور کمپیوٹر کی شکل میں ہو

اس کے پیچھے دشمنان اسلام کی، ہمارے خلاف کوئی نہ کوئی منظم سازش ضرور ہوتی ہے۔

آج پوری دنیا کے سائنسدانوں کا ایک بڑا ٹولہ امریکہ میں بیٹھا ہوا ہے اس بات پر محنت کر رہا ہے، کہ مسلمانوں کے دلوں سے ان کے ایمانی طاقت کو کس طرح سے چھینا جائے۔ اس کے لیے آج کروڑوں ڈالر خرچ کئے جا رہے ہیں۔

ہماری موبائل پر جو رنگ ٹون بجتی ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ یہ صرف ایک فلمی گانے کی میوزک ہے۔

مگر نہیں،

یاد رکھیے! ہر ٹون کے اندر غیر محسوس طریقہ سے وہ اپنا ایک پیغام بھیج کر ہمارے دل و دماغ کو اپنے کنٹرول میں کرنے کی بھرپور کوششیں کر رہے ہیں۔

وہ ہم کو ہمارے دین سے بیزار کرنے، دین کی باتوں میں شک پیدا کرنے، ہمارے شہوت کو اور جذبات کو ابھار کر حیوانیت پر اتارنے کی انتھک محنتیں کر رہے ہیں۔

اس کی واضح مثال آج کے نوجوان بچے اور بچیوں کو دیکھ کر ہم اندازہ لگا سکتے ہیں کہ اس سے ان پر کیا اثرات پڑ رہے ہیں۔

جب سے اس موبائل کا چلن عام ہوا ہے، تب سے ہمارے نوجوان، بچے اور بچیاں دن بدن بے راہ روی، آزاد خیالی، آوارگی، کا شکار ہوتے جا رہے ہیں۔

جب سے یہ موبائل عام ہوئی ہے، تب سے ہمارے نوجوان بچے اور بچیاں نہ صرف دین سے کوسوں دور ہوئے ہیں بلکہ نوے پنچانوے فیصد بچے اور بچیاں عشق و محبت کے مرض میں مبتلا ہوئے ہیں۔

اس موبائل کے ذریعہ، یا تو ہمارے نوجوان ہر وقت گانے اور میوزک سننے میں مست ہوتے ہیں، یا پھر کسی نہ کسی سے عشق ومحبت کی پینگیں لڑانے میں مصروف ہوتے ہیں۔

اسی موبائل کے ذریعہ آج ہزاروں بلکہ لاکھوں نوجوان بچے اور بچیوں کی زندگیاں، تابناک ہونے کے بجائے، دن بدن تاریک سے تاریک تر ہوتی نظر آرہی ہیں۔

اس موبائل کے ذریعہ، دشمنانِ اسلام اچھے اچھے گھرانے کی شریف زادیوں، کو ان کے گھروں سے شکار کر کے بے حیائی اور بے راہ روی کے سیلاب میں ایسے پھینک رہے ہیں۔

جیسے مچھلی کا شکاری، کٹیا اور ڈگن کے ذریعہ تالاب سے مچھلی کو شکار کر کے باہر نکال کر پھینک دیتا ہے۔

اس موبائل کے ذریعہ ہمارے بچے نہ صرف عشق ومحبت کے مرض میں مبتلا ہوئے ہیں، بلکہ اس کے ذریعہ آج کل ایسے ایسے دل دہلانے والے واقعات سامنے آرہے ہیں جن کو سن کر آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔

ابھی حال ہی کا واقعہ ہے، ضلع امروہہ میں ایک جگہ ہے، حسن پور لوہاری وہاں اس موبائل کے ذریعہ ایک لڑکی کا ایک لڑکے سے عشق کا چکّر چل رہا تھا، یہ حقیقت ہے کہ عشق کا مشک چھپائے نہیں چھپتا۔

بار بار فون پر بات کرنے کی وجہ سے، لڑکی کے گھر والوں کو اس کی بھنک لگ گئی لڑکی کے گھر والے بیچ میں روڑا بننے لگے۔

مگر وہ دونوں ہر وقت ایک دوسرے کے لیے بے چین وقرار رہنے لگے۔

وہ دونوں ایک دوسرے سے ملنے کے لیے ہر وقت بے تاب رہتے تھے۔

آخر کار اس لڑکی نے پورے گھر والوں کو اپنے راستہ سے ہٹانے کی پوری پلاننگ تیار کر لی۔

ایک دن اس لڑکی نے شام کا کھانا پکاتے وقت پورے گھر والوں کے کھانے پینے کی چیزوں میں، بہت ڈھیر ساری نیند کی گولیاں ملا دیں۔

جب سب لوگ کھا پی کر سو گئے، تو اس نے اپنے عاشق کو بلا کر، سب کو ایک طرف سے ماں، باپ، بھائی، بہن، بھانجی سب کو ایک ایک کر کے کلہاڑی سے دونوں نے مل کر کاٹ ڈالا، اسی دوران اتفاق

سے اس کا ایک چھوٹا سا بھانجا تھا، اس کی آنکھ کھل گئی وہ رونے لگا، تو اس لڑکی نے اپنے ہی ہاتھوں سے اس کا گلا دبا دیا اور وہ اسی وقت مر گیا۔

اس واقعہ کو انجام دینے کے بعد وہ لڑکی جا کر چھت پر سو گئی۔

جب صبح ہوئی تو اس نے خود ہی شور مچانا شروع کر دیا آس پاس پڑوس کے لوگ جمع ہو گئے۔

پولس آئی اس نے جب یہ دل دہلانے والا منظر دیکھا، تو پولس والوں نے سب سے پہلے اس لڑکی کو اس شک کی بنیاد پر پکڑا کہ یہ تنِ تنہا اکیلی کیسے بچ گئی۔

اس کے موبائل کو اپنے قبضہ میں لے کر چیک کیا تو پتہ چلا روزانہ ایک نمبر پر بیس تیس کالیں کیا کرتی تھی، سختی سے پوچھ تاچھ کیا گیا، تو اس نے سارا واقعہ بتلا دیا۔

اس کے عاشق کو بھی گرفتار کر لیا گیا، آج وہ دونوں الگ الگ جیلوں میں پڑے سڑ رہے ہیں۔

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ ادھر کے رہے

آئے دن ایسے ایسے دل سوز، اور ہوش ربا، واقعات اخباروں کی زینت بن رہے ہیں۔

اس لیے میرے دوستو! ہم لوگوں کی یہی کوشش ہونی چاہیے کہ گھر میں نوجوان بچے اور بچیوں کے ہاتھوں میں یہ مصیبت نہ آنے پائے۔

بلکہ میں یہاں تک کہتا ہوں کہ گھر کی عورتوں کے ہاتھوں میں یہ لعنت نہ پہونچنے پائے۔

اس دور میں کون کب کیا کر ڈالے کسی سے کوئی امید اور توقع نہیں کی جا سکتی ہے۔

جب آدمی عشق و محبت کی بھنور میں پھنستا ہے، اس کے اندر عشق کی چنگاری بھڑکتی ہے، تو اس کی عقل ہی کام نہیں کرتی، وہ آدھا پاگل ہو جاتا ہے، وہ یہ نہیں سمجھ پاتا، کہ مجھے کیا کرنا چاہیے، اور کیا نہیں کرنا چاہیے، اسی لیے غالب نے کیا خوب ہی کہا ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

دوسری چیز، آج کل جو ہمارے نوجوانوں کے لیے زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے وہ ہے انٹر نیٹ۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ انٹرنیٹ معلومات حاصل کرنے کے لیے اچھی چیز ہے مگر آج کل شیطان کے چیلے چپاٹوں نے اس کا غلط استعمال کرنا شروع کر دیا ہے۔

اس کے ذریعہ فحاشیت عریانیت کو عام کرنے کی بھرپور کوششیں کر رہے ہیں۔

اگر کوئی پڑھنے والا طالب علم انٹرنیٹ پر بیٹھا ہوا اپنی پڑھائی کر رہا ہوتا ہے، تو اچانک دشمنانِ اسلام، اس کے کمپیوٹر کے اسکرین پر پیشہ ور نوجوان لڑکیوں کی ننگی تصویر بھیج کر، یہ پیغام دیتے ہیں، کہ اگر آپ ہمارے ساتھ تعلق قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس نمبر پر رابطہ قائم کریں۔

ابھی تک وہ نوجوان بالکل یکسو ہو کر خالی دماغ ہو کر پڑھائی کر رہا تھا، اب اس کے دل و دماغ میں ایک شہوانی طوفان برپا ہو جاتا ہے۔

یہی وجہ ہے آج ہمارے نوجوان بچوں کی ایک بڑی تعداد اس کے ذریعہ پڑھائی کرنے کے بجائے، اس کے ذریعہ عشق کی پینگیں لڑانے میں مصروف ہوتے ہیں۔

آج کل ہمارے نوجوان لڑکے اور لڑکیاں ایک دوسرے سے دوستی کرنے کے لیے، انٹرنیٹ پر اپنی تصویروں کے ساتھ موبائل نمبر بھیج کر چیٹنگ بازی کرتے ہیں، جس کا آج یہ نتیجہ نکل رہا ہے، کہ مسلمان لڑکیاں کافر لڑکوں کے ساتھ بھاگ رہی ہیں، اس لیے اب یہ کہنا غلط نہ ہوگا کہ انٹرنیٹ در حقیقت انٹرنیٹ یعنی ''جال میں پھنسو'' بن چکا ہے۔

لہٰذا آج کے ہمارے نوجوان ساتھیوں کو چاہیے، جہاں تک ہو سکے اس لعنت سے دور رہنے کی کوششیں کریں۔

تیسری چیز، آج کل جو ہمارے نوجوان کے لیے سب زیادہ نقصان دہ ثابت ہو رہی ہے وہ ہے میوزک۔

وہ میوزک چاہے ٹون کی ہو یا گانے کی۔

آج دشمنان اسلام نے اس میوزک کے ذریعہ ہمارے دلوں سے ایمانی طاقت کو ایمان کے نور کو ایسے نکال رہے ہیں، جیسے سپیرا بین بجا کر سانپ کے زہر کو نکال لیتا ہے، جب سانپ کے اندر سے زہر کو نکال لیا جاتا ہے، تو چھوٹے چھوٹے بچے اس سے کھیلتے ہیں، اس کو چھوٹے چھوٹے بچے مارتے ہیں، اس سے کوئی نہیں ڈرتا ہے، ورنہ جب تک سانپ کے اندر زہر موجود ہوتا ہے، کسی کے اندر اتنی ہمت نہیں ہوتی کہ کوئی اس کے قریب جائے

اسی طرح جب تک ہم، مسلمانوں میں ایمان کی طاقت تھی کسی کے اندر اتنی ہمت نہیں تھی، کہ ہم سے آنکھ ملا کر بات کر سکے۔

جب تک ہمارے اندر ایمانی طاقت تھی، ہم ایک مسلمان، سو کافروں کے لیے کافی ہوا کرتے تھے۔
ہم تین سو تیرہ، تین ہزار کے مقابل میں بھاری ہوا کرتے تھے۔
ہم تین ہزار، دو لاکھ رومی فوجوں کو شکست فاش دینے کے لیے کافی ہوا کرتے تھے۔
ہمارے ایمان اور رعب و دبدبہ کا یہ عالم تھا، کہ انسان تو انسان حیوان اور درندے بھی ہم سے کانپ اٹھتے تھے۔

ہماری ایک آواز پر افریقہ جیسے خطرناک جنگل خالی ہو جایا کرتے تھے۔
ہمارے عزم و حوصلہ اور ہمارے ایمانی للکار کا یہ عالم تھا کہ جنگل تو جنگل سمندر اور دریا بھی، اپنے اندر راستہ دینے پر مجبور ہو جایا کرتے تھے، اور ہم سمندر کے پانی کے اوپر سے گھوڑے پر سوار ہو کر، ایسے گزر جاتے تھے جیسے خشکی کے اوپر سے گزر رہے ہوں۔
ہمارے ایک نعرۂ تکبیر سے دنیا کی دو سپر طاقتیں، قیصر و کسریٰ کے اندر کپکپی طاری ہو جایا کرتی تھی۔
مگر افسوس کہ

آج مسلمانوں کے اندر سے ایمانی طاقت کو نکال لیا گیا۔
آج کافروں نے ہمارے ایمان کو، ناچ گانوں کے ذریعہ ایسے چھین لیا ایسے نکال لیا۔
جیسے سپیرا اپنے بین کو بجا کر سانپ کے زہر کو نکال لیتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ آج ہم سمندر کے جھاگ کے برابر ہونے کے باوجود، پوری دنیا میں تقریباً پونے دو ارب ہونے کے باوجود، آج ہم سے کوئی نہیں ڈرتا۔

آج کافروں کے دلوں سے ہمارا رعب ودبدبہ ختم ہوگیا۔

آج ہم جدھر بھی جارہے ہیں مارے جارہے ہیں۔

آج کافر ہماری ماؤں اور بہنوں سے کھلونوں کی طرح کھیل رہے ہیں۔

آج ہمارے وہ نوجوان، جو قوم کی روح اور جان ہوا کرتے تھے، جو دل اور دماغ ہوا کرتے تھے۔

آج وہ کتے بلی اور سور کی موت مارے جارہے ہیں۔

میرے دوستو! چاہیے تو یہ تھا کہ آج ہم خود دشمنان اسلام کو منہ توڑ جواب دینے کے لیے میدان میں آتے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ ہم خود دشمنان اسلام کی سازشوں کو ناکام بنانے کی بھرپور کوششیں کرتے، ان کے جعل سازیوں اور چال بازیوں سے امت کے ہر ہر فرد کو بچانے کی کوششیں کرتے۔

مگر افسوس آج ہم خود دن بدن ان کے جالوں میں پھنستے جارہے ہیں۔

آج ہم خود اپنے مزاج کو ان کے مزاج کے موافق بنانے میں فخر محسوس کرتے ہیں۔

جب مسیحا دشمن جاں ہو تو کب ہے زندگی
کون رہبر ہو سکے جب خضر ہی پھسلانے لگے

میرے دوستو! حقیقت تو یہ ہے کہ آج ہماری قوم کے نوجوانوں کا مزاج بدل گیا، جب کہ کل تک وہ نوجوان جن کا دل سماعتِ قرآن سے لطف اندوز ہوا کرتا تھا،

آج ان کا دل فلمی گانوں اور نغموں سے لطف اندوز ہوتا نظر آرہا ہے،

کل تک وہ نوجوان جن کے روح کی غذا اللہ کا ذکر، قرآن کریم کی تلاوت ہوا کرتی تھی، آج ان کے روح کی غذا، میوزک اور موسیقی بنتی نظر آرہی ہے،

کل تک وہ نوجوان جن کی زبانیں اللہ کے ذکر سے تر رہا کرتی تھیں، آج ان کی زبانوں سے بے

حیائی کے گانے، بے غیرتی کے نعرہ سنائی دیتے ہیں،

کل تک وہ نوجوان جس کی بہن بیٹی کا، لوگوں کے سامنے بے پردہ جانا ناقابل برداشت تھا، آج وہ لوگوں کے سامنے ناچتی تھرکتی بہن بیٹی پر فخر کرتا ہے،

کل تک وہ مسلمان جن کے غیرت کا یہ عالم تھا، کہ اگر کوئی جلوس مسجد کے سامنے سے گانا گاتے ہوئے، ڈھول تاشے بجاتے ہوئے گزر جاتا تھا، تو اس پر مسلمان اپنی جان دینے کے لیے تیار ہو جاتے تھے،

مگر افسوس، آج وہی مسلمان شادی بیاہ میں مسجد کے سامنے ناچتے اور ڈانس کرتے ہوئے نظر آتے ہیں، آج وہی مسلمان مسجد کے سائے تلے ڈیک ٹی وی چلاتے ہوئے، گندی فلمیں دیکھتے ہوئے نظر آتے ہیں، بلکہ بعض دفعہ اتنی تیز آواز میں گانے سنے جاتے ہیں، یا فلمیں دیکھی جاتی ہیں کہ مسجد میں نماز پڑھنا دشوار ہو جاتا ہے،

وائے ناکامی متاع کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا

افسوس کہ آج مسلمان، یورپ کی اندھی تقلید میں، دن بدن اندھا ہوتا جا رہا ہے۔

وہ آج یورپ سے اٹھنے والی ہر برائی کو، اپنے لیے آسمانی تحفہ سمجھ کر اپنانے کی کوشش میں لگا ہوا ہے۔

اس پر کسی شاعر نے کیا خوب نقشہ کھینچا ہے

چال انگریزی ڈھال انگریزی
جسم کا بال بال انگریزی
طاقِ دل میں چراغ انگریزی
سر کے اندر دماغ انگریزی
جسم ہندی میں جان انگریزی
منھ کے اندر زبان انگریزی

چھل رہا ہے جسم تو چھل جائے
مگر لہجہ انگریزوں سے اپنا مل جائے

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

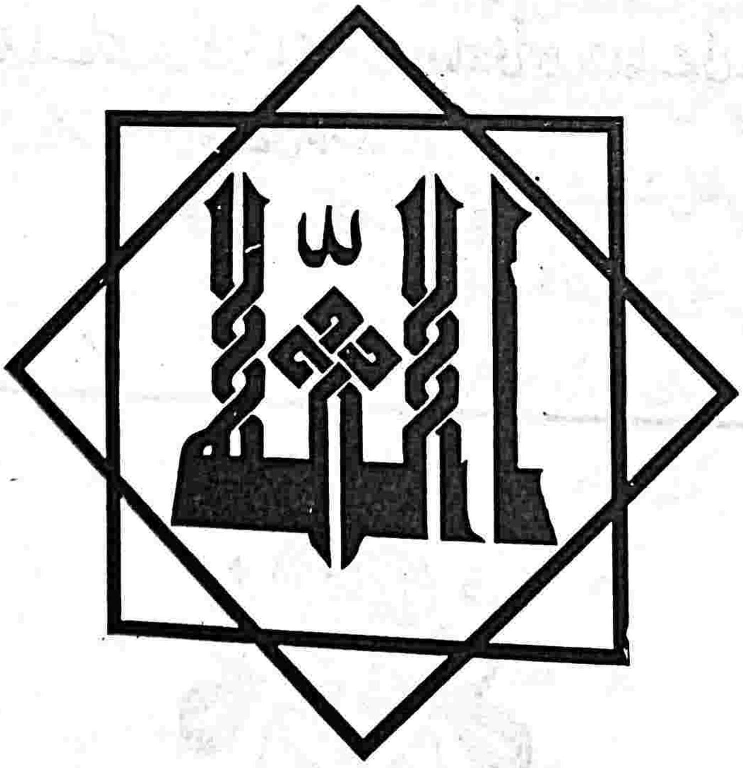

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- قرض محبت کو ایسے کاٹ دیتی ہے جیسے قینچی کپڑے کو۔

--- جو شخص حصولِ علم کے مشکلات نہیں جھیلتا تو اسے ہمیشہ جہالت کی ذلت جھیلنی پڑتی ہے۔

--- بروں کی صحبت نیکوں سے بدگمان کر دیتی ہے۔

--- تکبر سے تم بڑے نہیں بن سکتے، تمہاری انکساری و عاجزی تمہیں بڑا بنائے گی۔

--- کمزوروں پر ظلم کرنا بزدل ہونے کی علامت ہے۔

قربانی

عقل کی روشنی میں!!!

إِنَّ الحمدلله. الحمدلله نحمده ونستعينه ونستغفره ونؤمن به ونتوكل عليه و نعوذ بالله من شرور انفسنا و من سيئات اعمالنا و نشهد ان لا اله إلّا الله وحده لا شريك له ولا نظير له ولا وزير له ولا مشير له ولا معين له وصل على سيد الرسل و خاتم الانبياء المبعوث الى كافة للناس بشيرا ونذيرا وداعيا الى الله باذنه وسراجا منيرا. اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ o بِسْمِ اللهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ o

وقال الله تبارك وتعالىٰ: اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰى اٰلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

ایمان داری سیدھی سڑک ہے جس میں کوئی کھٹکا نہیں
کوئی راہ رو آج تک اس میں بھٹکا نہیں

مگر ایسے ناداں کا کیا ٹھکانا
جو درد کو ہی دوا جانتا ہے
وہ برائی کو اپنی بھلا جانتا ہے
انجام کو روئے گا وہ سر پکڑ کر
نہیں اس میں دھوکا خدا جانتا ہے

پچھتائے گا منزل ہے کڑی دیکھ کہا مان
کچھ زادِ سفر باندھ لے دامانِ کفن میں

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

اللہ رب العزت نے اس دنیا میں چار قسم کی، دکھائی دینے والی مخلوق کو پیدا فرمایا ہے۔

(۱) جمادات

(۲) نباتات

(۳) انسانات

(۴) حیوانات

جمادات لفظ جماد سے بنا ہے، جس کے معنیٰ آتے ہیں بے جان چیز جیسے پتھر، مٹی، لوہا وغیرہ۔

دوسری چیز ہے نباتات، نباتات لفظِ نبات سے بنا ہے، جس کے معنیٰ آتے ہیں، اُگنے والی چیز یعنی جس کے اندر خود سے پلنے بڑھنے کی صلاحیت ہو، جیسے گھاس پھوس، پیڑ، پودا وغیرہ۔

تیسری چیز ہے، انسانات، انسان لفظ اُنس سے جس کے معنیٰ آتے ہیں پیار و محبت کرنے والا، اس سے معلوم ہوا جس انسان کے اندر خالق اور مخلوق کی محبت نہ ہو، وہ انسان اپنے کو انسان کہلانے کا حقدار نہیں۔

چوتھی چیز ہے، حیوانات، حیوانات لفظِ حیوان سے بنا ہے، جس کے معنیٰ آتے ہیں، جاندار چیز، یعنی جس کے اندر خود سے

پلنے،

بڑھنے،

چلنے،

پھرنے،

اور کھانے پینے

کی صلاحیت ہو جیسے

گائے،

بیل،

بھینس،

شیر،

چیتا،

کتّا،

بلّی وغیرہ۔

پھر ان جانوروں کی دو قسمیں ہیں:

ایک وہ جانور ہیں جن کے دانت اللہ رب العزت نے نوکیلے بنائے ہیں، ایسے جانور، گوشت کا استعمال کرتے ہیں، یہ جانور پنجوں سے شکار کرتے ہیں، اور پنجوں ہی سے پکڑ کر کھاتے ہیں، جیسے شیر، چیتا، کتّا، بلّی وغیرہ ایسے جانور کو گوشت خور، جن کو ہندی میں ماساہاری جانور کہتے ہیں۔

دوسرے وہ جانور ہیں، جن کے دانت اللہ رب العزت نے چپٹے بنائے ہیں، یہ جانور پتے دار چیز، گھاس، پھوس کا استعمال کرتے ہیں، ایسے جانور کھاتے وقت صرف اپنے ہونٹ اور دانتوں کا استعمال کرتے ہیں، جیسے گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ لہٰذا ایسے جانور کو سبزی خور، جن کو ہندی میں شاکاہاری جانور کہتے ہیں۔

لیکن اللہ رب العزت نے انسانوں کو دو طرح کے دانت دیئے ہیں، ایک نکیلے، دوسرے چپٹے، تاکہ انسان دونوں طرح کی چیزیں استعمال کرے، گوشت بھی کھائے اور سبزی بھی استعمال کرے، دوسری بات، اللہ رب العزت نے سبزی خور، جانوروں کے معدوں میں صرف گھاس، پھوس اور پتوں والی خوراک، ہضم کرنے کی طاقت رکھی ہے، اگر ان کو گوشت وغیرہ کھلایا جائے تو ہضم نہیں کر پائیں گے۔

اسی طرح گوشت خور جانوروں کے معدوں میں اللہ رب العزت نے صرف گوشت ہضم کرنے کی

طاقت رکھی ہے۔

جب کہ اللہ رب العزت انسان کے معدوں میں دونوں طرح کی چیزیں یعنی سبزی اور گوشت دونوں کو ہضم کرنے کی طاقت رکھی ہے، تاکہ انسان دونوں طرح کی چیزیں استعمال کرے گوشت میں مکمل طور پر وٹامن پائی جاتی ہے، گوشت میں وٹامن بی یعنی لوہا، فولاد، اور نیاسن بھی بڑی تعداد میں موجود ہے، جو دل ودماغ اور جسم کو چست، درست اور تندرست رکھتا ہے،

اور یہ بات یاد رکھیے جو طاقت جسم میں گوشت سے پیدا ہوتی ہے وہ سبزی کھا کر پیدا نہیں ہوسکتی۔

گوشت کے فائدے کو سامنے رکھتے ہوئے نہ کوئی سائنسداں اور ڈاکٹر اسے روکتا ہے،

اور نہ ہی اس کے کھانے پر کوئی اعتراض کرتا ہے،

اور نہ ہی کسی ملک اس پر پابندی عائد کرتا ہے،

اور نہ ہی کسی دھرم میں اس کو کھانے سے منع کیا گیا ہے،

یہاں تک کہ ہندو دھرم کی مذہبی کتابوں میں، گوشت کھانے اور قربانی کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔

یہ واقعہ تو بہت مشہور ہے کہ جب رام جی شکار کھیلنے گئے تھے، تو راون سیتا کو اٹھالے گیا تھا، رام جی شکار کھیلنے یعنی جیو ہتیا کرنے گئے تھے اور جانور کا شکار وہی کرتا ہے جو جانور کا گوشت کھاتا ہے، دوسرے جب رام کو چودہ سال تک بن باس دیا گیا تھا، تو وہاں ان کا گزر بسر جنگل کے پھل پھول اور شکاری جانوروں پر ہی ہوتا تھا، اس کا بھی ثبوت ان کی کتابوں سے ملتا ہے۔

اسی طرح ایودھیا کھنڈم بھاگ نمبر ۴۶ اور ۲۶/۲۰ سے بھی رام کے گوشت کھانے کا ثبوت ملتا ہے۔

رامائن میں بھی رام اور سیتا کے ہرن کا شکار کرنے کا اور جیو ہتیا کا ثبوت ملتا ہے۔

اسی طرح مہابھارت انوشاسن پروا، بھاگ نمبر ۸۸ میں یدھشٹر اور بھیشم کے درمیان بات چیت سے پتہ چلتا ہے، کہ وہ مُردوں کے نام پر جانوروں کو ذبح کر کے، ان کی آتما کو شانتی پہونچاتے تھے۔

اسی طرح منوسمرتی کے باب نمبر ۵ لائن نمبر ۳۹/۴۰ میں لکھا ہے، کہ خدا نے قربانی والے جانوروں کو خود قربانی کے لیے پیدا کیا ہے، لہٰذا انہیں ہلاک کرنا، ہلاک کرنا نہیں ہے، میرے دوستو! تو

معلوم یہ ہوا ہندو دھرم میں بھی، جیو ہتھیا، قربانی کرنے اور گوشت کھانے کا ثبوت ملتا ہے۔

دوسری بات، جانوروں کو ذبح کر کے کھالینا، جہاں انسانی آبادی کے لیے مفید ہے، وہیں جانوروں کے حق میں بھی بہتر ہے، جانوروں کے حق میں اس لیے بہتر ہے کہ جانور کچھ عرصہ کے بعد بوڑھے اور چلنے پھرنے میں بھی معذور ہو جاتے ہیں، اگر ان کو ذبح کر کے نہ کھایا جائے تو لوگ ایسے معذور، کمزور جانوروں کو اپنے پاس رکھنے کے بجائے انہیں گاؤں، بستی سے باہر لے جا کر چھوڑ آئیں گے، جہاں سخت ٹھنڈی، شدت کی گرمی، لو والے موسم میں وہ بھوک پیاس کی وجہ سے تڑپ تڑپ کر مریں گے، یہاں تک کہ ان کے جسم میں کیڑے تک پڑ جائیں گے۔

اس لیے ان کو ذبح کر کے کھالینا، ان کے حق میں بہتر ہے، کیونکہ خود سے مرنے میں ان کو ذبح کی موت سے زیادہ تکلیف ہوگی، تڑپ تڑپ کر زندہ رہنا فوراً موت کی زیادہ تکلیف اٹھالینا بہتر ہوا کرتا ہے، اسی لیے آدمی خودکشی اور آتم ہتیا کرتا ہے، تاکہ روز روز کی تکلیف اور پریشانی سے نجات مل جائے، جانوروں کو ذبح کر کے کھالینا، انسانی آبادی کے لیے بھی اس لیے مفید ہے کہ، برتھ کنٹرول فیملی پلاننگ ان میں ہوتی نہیں۔

ہم دو ہمارے دو۔

شیر کا بچہ ایک ہی اچھا۔

بھیا بھابھی بھول نہ جانا، دو ہی بچوں کا ہے زمانہ۔

اس جیسے نعرۂ تو انسانی آبادی کو کم کرنے کے لیے لگائے جا رہے ہیں۔

مگر جانوروں میں فیملی پلاننگ تو ہوتی ہی نہیں، وہ کم وقت میں، پانچ چھ سات مہینوں میں، بچہ پیدا کرتے ہیں، اگر ان کو ذبح کرنا چھوڑ دیا جائے، تو ان کی آبادی انسانوں کے مقابل اتنی زیادہ ہو جائے گی، کہ ہر طرف جانور ہی جانور نظر آئیں گے، پھر کھیت، کھلیان کو بچانا، باغ باغیچوں کو محفوظ رکھنا، راستوں اور سڑکوں سے گزرنا، ہمارے لیے مشکل ہو جائے گا، اور نہ جانے کتنے شدید مسائل ہمارے لیے کھڑے ہو جائیں گے۔

معلوم ہوا جانوروں میں توازن اور ڈسپلن باقی رکھنے کے لیے، ان کو ذبح کر کے کھالینا انسانی آبادی کے لیے بہتر ہے

جس طرح جنگلی جانوروں میں ڈسپلن باقی رکھنے کے لیے اللہ رب العزت نے شیر اور چیتوں کو پیدا فرمایا ہے

اور جس طرح سے پانی کے کیڑے مکوڑے میں ڈسپلن باقی رکھنے کے لیے اللہ رب العزت مچھلی کو پیدا فرمایا ہے

اور مچھلیوں میں ڈسپلن باقی رکھنے کے لیے انسانوں کو پیدا فرمایا ہے

اور جس طرح سے خشکی کے کیڑے مکوڑوں میں ڈسپلن باقی رکھنے کے لیے چڑیا، شکاری پرندوں کو پیدا فرمایا ہے

اسی طرح سے خشکی اور تری کے جانوروں میں ڈسپلن باقی رکھنے کے لیے اللہ رب العزت نے ہم کو ان کے کھانے کا حکم دیا ہے۔

چنانچہ اللہ رب العزت قرآن کریم میں ارشاد فرماتے ہیں ''اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الْأَنْعَامِ''

تمہارے لیے گائے، بیل، بھینس، بکری وغیرہ کو حلال کیا گیا ہے۔

دوسری جگہ اللہ رب العزت فرماتے ہیں

''وَالْأَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيهَا دِفْءٌ وَمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَأْكُلُونَ''

ہم نے تمہارے لیے جانور پیدا کیے جن میں تمہارے لیے پوشاک بھی ہے اور خوراک بھی۔

اب آیئے، ہم ان لوگوں کی باتوں پر غور کرتے ہیں، جو یہ کہتے ہیں جیو ہتیا کرنا مہا پاپ ہے، اور ان لوگوں کی بھی زندگی کا جائزہ لیتے ہیں، جو بہت زور وشور سے گوشت کھانے کی مخالفت اور سبزی کھانے کی حمایت میں نعرہ لگا رہے ہیں کہ

با با جی کا ہے ادیش

سا کا ہاری ہو سب دیش

کیا کھا کر ہم ہوئے خراب
ماس مچھلی انڈا شراب
کیا کھانے میں ہوگی بھلائی
ساگ سبزی دودھ ملائی
ہندو مسلم سکھ عیسائی
اسی میں ہے سب کی بھلائی

میرے دوستو! یہاں رک کر ایک بات سمجھنے کی ضرورت ہے، آج سائنس جس چیز کو بڑے زور شور سے بیان کر رہی ہے اس چیز کو قرآن کریم نے چودہ سو سال پہلے ہی بیان کر دیا ہے

''وَإِنْ مِّنْ شَيْءٍ إِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهِ'' یعنی دنیا کی ہر چیز اللہ رب العزت کی تسبیح بیان کرتی ہے۔

آج عالمی سطح پر سائنس دانوں نے بھی یہ بات مان لی ہے، کہ ہر، ہری بھری چیز میں، پیڑ پودوں میں، گھاس، پھوس اور ساگ سبزی میں، بھی جان ہوتی ہے وہ بھی جانداروں کی طرح دکھ، درد محسوس کرتے اور روتے ہیں۔

مگر ہمارے کان اس کو نہیں سن سکتے، بلکہ ایک شاکاہاری سائنسداں جگدیش چندر بسو نے، اپنی تحقیق میں بڑے دلائل سے یہ ثابت کیا ہے، کہ ساگ سبزیوں، پیڑ، پودوں میں بھی جان اور روح ہوتی ہے، لہٰذا میں مسلمانوں پر اعتراض کرنے والوں سے پوچھتا ہوں، کہ مسلمان صرف ایک جانور ذبح کر کے اپنا، اپنے گھر والوں کا، اور نہ جانے کتنے لوگوں کا پیٹ بھر لیتا ہے، مگر تم صرف اپنا پیٹ بھرنے کے لیے نہ جانے کتنے پالکوں کی ہتیا کرتے ہو، تب جا کر تھوڑ سوا ساگ تیار ہوتا ہے۔

معلوم ہوا مسلمانوں سے زیادہ تم لوگ جیو ہتیا اور جیو ہنسا کرتے ہو۔

ایک مرتبہ ایک سبزی کھانے والا، ایک شاکاہاری کہنے لگا، کہ میں مانتا ہوں پودوں ساگ سبزی میں بھی جان ہوتی ہے، وہ بھی دکھ تکلیف محسوس کرتے ہیں، مگر ان میں دو چیزیں نہیں پائی جاتی، جن کی وجہ سے ہم ان کو استعمال کرتے ہیں

نمبر ایک، وہ بول نہیں سکتے

نمبر دو، وہ سن نہیں سکتے

تو اس کا جواب یہ دیا گیا، کہ اگر تمہارا کوئی بھائی پیدائشی گونگا ہو، نہ وہ بول سکتا ہے، نہ سن سکتا ہے، تو کوئی اگر اس کو جان سے مار دے، تو کیا عدالت مارنے والے کو کم سزا دے گی، یا کوئی سزا ہی مقرر نہیں کرے گی، تو اس نے کہا اس کو بھی وہی سزا ملے گی جو ایک صحیح سالم آدمی کو قتل کرنے پر ملتی ہے، اس لیے کہ اس نے ایک معصوم اور ایک گونگے آدمی کا قتل کیا ہے، تو اس سے کہا گیا جس طرح جیو ہتھیا میں مسلمان تمہاری نظر میں مجرم ہے، اسی طرح تم بھی مجرم ہو، بلکہ ان سے زیادہ ہو، کہ صرف اپنا پیٹ بھرنے نہ جانے کتنے ساگ سبزیوں اور پالکوں کی جیو ہتیا کرتے ہو۔

دوسری بات آج کون سا انسان ہے، جو دودھ دہی اور پانی نہیں پیتا۔

اگر تھوڑی سی دہی، لیکر دوربین سے دیکھا جائے، تو اس تھوڑی سے دہی میں ہزاروں کلبلاتے کیڑے نظر آئیں گے، ایسے ہی دودھ کی ملائی کو ہم بڑے شوق سے کھاتے ہیں، وہ ملائی مرے ہوئی کیڑوں اور جراثیم کی پرت ہوتی ہے۔

ایسے ہی ہم لوگ جو پانی پیتے ہیں اگر سوئی کے نوک کے برابر لے کر اس پانی کو دوربین سے دیکھیں تو اس میں نہ جانے کتنے کیڑے نظر آئیں گے۔

معلوم ہوا اگر زندہ رہنا ہے تو جیو ہتیا کرنا ہی پڑے گا، اس لیے کوئی بھی

پانی، دودھ، دہی استعمال کیے بغیر،

ساگ سبزی کھائے بغیر،

اور اناج غلہ کے بغیر،

زندگی گزار ہی نہیں سکتا اور ہر جاندار اپنی جان کے اعتبار سے برابر ہے، چاہے وہ چھوٹا ہو، یا بڑا، تو کہاں تک انسان جیو ہنسا اور جیو ہتیا سے بچے گا، اسی طرح بعض مسلمان بھی قربانی پر اعتراض کرتے ہوئے کہتے ہیں، کہ جانوروں کو اس طرح بے دردی سے نہیں ذبح کرنا چاہیے، ان کو بڑی تکلیف ہوتی

ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ اسلام بھی مسلمانوں کو یہ حکم دیتا ہے، کہ جب تم کسی جانور کو ذبح کرو، تو تیز چھری سے۔

جب جانور کو تیز چھری سے ذبح کیا جاتا ہے تو دماغ تک پہونچنے والا خون فوراً بند ہو جاتا ہے اور دماغ ہی سے درد محسوس ہوتا ہے۔

لہذا جب شرعی اعتبار سے جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، تو ان کو تکلیف اور درد نہیں ہوتا، ذبح کے وقت جانور کے تڑپنے اور بے زمین پر مارنے پٹخنے کی وجہ، درد نہیں ہوتا، بلکہ خون کا جسم سے بہنے اور اعضاء کے سکڑنے پھیلنے کی وجہ سے ہوتا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں، گوشت کھانے سے آدمی متشدد ہو جاتا ہے، اس کا دل سخت ہو جاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے، کہ یہ حقیقت ہے کہ غذا کا اثر دل پر پڑتا ہے، جیسی غذا انسان استعمال کرتا ہے، ویسے ہی اس کے اثرات اس کے دل پہ مرتب ہوتے ہیں۔

مگر مسلمان، انہیں جانوروں کو کھاتے ہیں، جو اپنی طبیعت کے اعتبار سے امن پسند ہوتے ہیں جو کسی کو جانی نقصان نہیں پہونچاتے ہیں، جیسے بکری، گائے، بھیڑ، بھینس وغیرہ۔

اس کے بالمقابل شیر، چیتا، کتا، بلی، سانپ وغیرہ ان کے اندر مار، دھاڑ، پھاڑ، کا مادہ سب سے زیادہ پایا جاتا ہے اسی لیے شریعت نے ان کا کھانا حرام قرار دیا ہے۔

بعض لوگ کہتے ہیں، جانوروں میں طرح طرح کی بیماری پائی جاتی ہے جن کی وجہ سے ان کے گوشت کو نہیں کھانا چاہیے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ جو جانور خود سے مرتے ہیں تو ان کا سارا خون ان کے جسم میں رہ جاتا ہے، اور خون کے اندر ہزاروں جراثیم پائے جاتے ہیں، جو انسانی صحت کے لیے مضر اور نقصان دہ ہیں، اس لیے اسلام میں خود سے مرے ہوئے جانوروں کو کھانا حرام قرار دیا ہے، اور شرعی اعتبار سے جب جانور کو ذبح کیا جاتا ہے، تو جہاں ان کے جسم سے سارا خون نکل جاتا ہے، وہیں ان کے خون کے ساتھ ان کی بیماری بھی نکل جاتی ہے، اس لیے شریعت نے ایسے جانور کو حلال قرار دیا ہے جو صحت کے لیے مفید ہیں۔

بعض لوگ کہتے ہیں گوشت کھانے سے آدمی پیٹ کا مریض ہوجاتا ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ گوشت کھانے سے لوگ پیٹ کے مریض نہیں ہوتے، بلکہ زیادہ کھانے سے پیٹ کے مریض ہوجاتے ہیں، یہ بات صرف گوشت ہی کے ساتھ خاص نہیں ہے، بلکہ کوئی بھی چیز زیادہ کھائی جائے گی، تو پیٹ خراب ہی ہوگا، جب کہ شریعت نے بیماری سے بچنے کی یہ ترتیب بتلائی ہے کہ ہمیشہ اپنے پیٹ کے تین حصے کرو، پانی، ہوا، اور کھانا، جب خوب بھوک لگے، تب کھاؤ، اور ابھی کچھ بھوک باقی رہے، کھانے سے ہاتھ روک لو، تو ہمیشہ چست درست اور تندرست رہوگے۔

یہ بات یاد رکھیے، اسلام ایک فطری مذہب ہے، جو ہمیشہ انسان کے جذبات وخیالات، بیماری اور تندرستی، نفع اور نقصان کو سامنے رکھتے ہوئے کسی کام کو کرنے کا حکم دیتا ہے۔ لہٰذا جس چیز کو اسلام منع کرتا ہے، جس چیز کو اسلام حرام قرار دیتا ہے، وہی انسان کی صحت کے لیے بھی نقصان دہ ہوگا۔

اور جس چیز کو اسلام حلال قرار دیتا ہے، وہی انسان کی صحت کے لیے مفید بھی ہوگا۔

شراب پینا، سور کھانا، یا ان جانوروں کا گوشت کھانا، جو پنجوں سے شکار کرتے ہیں جیسے شیر، چیتا، بھیڑیا، لومڑی وغیرہ، یا ان پرندوں کا گوشت کھانا جو پنجوں سے شکار کر کے پنجو سے ہی پکڑ کر کھاتے ہیں، جیسے چیل، کوّا، گدھ وغیرہ۔

اسی طرح جو جانور پیٹ کے بل چلتے ہیں جیسے سانپ، مگرمچھ وغیرہ، یا وہ جانور جن میں خون ہی نہیں ہوتا جیسے کیڑے، مکوڑے، مکھی، بچھو، بھڑ وغیرہ۔

اسلام نے ان سب جانوروں کو حرام قرار دیا ہے، یہ سب انسانی صحت کے لیے نقصان دہ ہیں، اللہ رب العزت ہم سب کو شریعت کی روح کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کا صحیح جذبہ عطا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- اپنی اولاد کے سامنے اپنے بڑوں کی شکایت مت کرو۔

--- غیر کے سامنے دوست کی شکایت مت کرو۔

--- مہمان کے جانے کے بعد اس کی شکایت مت کرو۔

--- کسی سے اپنے ماں باپ اور استاد کی شکایت مت کرو۔

--- مصیبتوں اور پریشانیوں کے وقت اپنے رب کی شکایت مت کرو۔

فضائل

عید قرباں!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمدللہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریك لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

وَالْفَجْرِ وَلَیَالٍ عَشْرٍ۔

وقال اللہ تبارك تعالیٰ: فی موضع آخر:

اِنَّآ اَعْطَیْنٰكَ الْکَوْثَرَ o فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ o اِنَّ شَانِئَكَ ھُوَ الْاَبْتَرُ o

وقال اصحاب النبی ﷺ: ما ھذہ الاضاحی یا رسول اللہ؟ فقال النبی ﷺ: سنۃ ابیکم ابراھیم۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِك وَسَلِّم o

فکرِ دنیا کر کے دیکھی فکرِ عقبیٰ کر کے دیکھو
چھوڑ و اب فکر سارے ذکر مولیٰ کر کے دیکھو
کون کس کے کام آیا کون کس کا ہے بنا
سب کو اپنا کر کے دیکھا اب رب کو اپنا کر دیکھو

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

یہ ذی الحجہ کا مہینہ ہے۔

رمضان شریف کی طرح اس مہینہ کی بھی بڑی خصوصیت واہمیت ہے۔

اس مہینہ کے شروع کے دس دن تمام دنوں سے افضل ہیں۔

اور اس مہینہ کی شروع کی دس راتیں تمام راتوں سے افضل ہیں۔

حدیث کی کتابوں میں آتا ہے ان مبارک دنوں میں سے ایک دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر ہے، اور ان مبارک راتوں میں سے ایک رات کی عبادت، شبِ قدر میں عبادت کے برابر ہے۔

ایک حدیث میں تو یہاں تک آتا ہے کہ فرمایا جناب نبی کریم ﷺ نے کہ جو شخص نویں ذی الحجہ کا روزہ رکھے گا، تو اللہ رب العزت اس کے ایک سال اگلے اور ایک سال پچھلے تمام گناہوں کو معاف فرمادیں گے، تو معلوم ہوا کہ یہ مہینہ جہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنتوں کو زندہ کرنے کا مہینہ ہے وہیں یہ مہینہ رمضان شریف کی طرح بڑی برکتوں اور رحمتوں والا مہینہ ہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت کیا ہے؟

وہ ہے قربانی۔ قربانی کے معنیٰ کیا ہیں؟ قربانی کیا چیز ہے؟ قربانی کس پر واجب ہے؟ قربانی کی تاریخ کیا ہے؟

میرے دوستو! قربانی لفظ قربان سے بنا ہے، جس کے معنیٰ آتے ہیں فنا کرنے کے یعنی ایک چیز کو فنا اور قربان کر کے دوسری چیز کو وجود میں لانا، جیسے

جب انسان لوہے کو قربان اور فنا کرتا ہے، تو اس سے موٹر گاڑی اور جہاز تیار ہوتے ہیں۔

جب انسان مٹی کو فنا اور قربان کرتا ہے، تو اس سے اینٹیں تیار ہوتی ہیں۔

اور جب انسان انہیں اینٹوں کو قربان کرتا ہے، تو اس سے اونچی اونچی عمارتیں اور بلڈنگیں تیار ہوتی ہیں۔

اور جب انسان لکڑی کو فنا اور قربان کرتا ہے، تو اس سے کرسی میز اور بادشاہ کا تخت تیار ہوتا ہے۔

اور جب انسان سونے چاندی کو فنا اور قربان کرتا ہے، تو اس سے طرح طرح کے گہنہ زیورات اور بادشاہ کے تاج تیار ہوتے ہیں۔

جب انسان روئی کو فنا اور قربان کرتا ہے۔ تو اس سے قیمتی قیمتی کپڑے لباس اور جوڑے تیار ہوتے ہیں۔

ایسے ہی جب انسان اللہ رب العزت کو خوش کرنے کے لیے اپنے نفس کو قربان کرتا ہے تو جنت میں اس کے لیے خوبصورت محل تیار ہوتے ہیں۔ اور شریعت کی اصطلاح میں قربانی کہتے ہیں انسان کا ہر ایسا کام کرنا جس کے ذریعہ وہ خدا تعالیٰ کا قریبی بندہ بن جائے اور قربانی کیا چیز ہے؟ ایک مرتبہ حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے دریافت فرمایا، اے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، قربانی کیا چیز ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا قربانی تمہارے روحانی باپ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے، تو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض فرمایا:

اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس میں ہمارا کیا فائدہ؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے عرض فرمایا ہر بال کے بدلہ میں ایک نیکی یعنی جانور کے بدن پر جتنے بال ہوں گے اتنی نیکیاں تمہارے نامۂ اعمال میں لکھ دی جاتی ہیں۔ یہاں رک کر ایک بات سمجھ لینے کی ضرورت ہے کہ جو شخص صرف گوشت کھانے کی غرض سے قربانی کرتا ہے، یا جو آدمی قیمتی سے قیمتی جانور کو، اپنی شہرت اور نام ونمود کی غرض سے قربانی کرتا ہے، تو وہ جانور کیا، اگر اپنا مال اور اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں قربان کردے، تب بھی اس کی یہ قربانی اللہ رب العزت کے یہاں قبول نہیں، اس کی مثال، ایک حدیث میں آتا ہے کہ کل قیامت کے دن تین قسم کے لوگوں کو اللہ رب العزت کے دربار میں حاضر کیا جائے گا، ان میں سے ایک مالدار، ایک عالم، اور ایک شہید ہوگا اللہ رب العزت مالدار سے پوچھیں گے کہ ہم نے تجھے اتنی نعمت و دولت دی تھیں تم نے اس کو کہاں خرچ کیا؟ تو مالدار کہے گا اے بارِ الٰہی، کوئی ایسی خیر اور نیک کام نہیں تھا جس میں میں نے آپ کا دیا ہوا مال خرچ نہ کیا ہو، تو اللہ رب العزت اس سے کہیں گے تو جھوٹ بولتا ہے، تو اپنے مال و دولت کو

میرے غریب بندوں پر اور میری راہ میں اس لیے خرچ کرتا تھا، تاکہ لوگ تجھے مالدار اور سخی کہیں، سوو ہ کہا جا چکا، پھر اللہ رب العزت فرشتوں کو حکم دیں گے کہ لے جاؤ، اور اس کو اٹھا کر جہنم میں پھینک دو، پھر اللہ رب العزت عالم سے پوچھیں گے اور کہیں گے کہ ہم نے تم کو قرآن وحدیث کا علم عطا کیا تھا، اس کو تم نے کیا کیا؟ تو وہ کہے گا ہم نے جو علم سیکھا تھا، یا جو لوگوں کو سکھایا تھا وہ صرف اور صرف آپ کی رضا اور خوشی کی خاطر، تو اللہ رب العزت اس سے فرمائیں گے، تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے علم اس لیے سیکھا تھا، تاکہ لوگ تجھے حافظ، عالم، اور قاری کہیں، سو وہ کہا جا چکا، پھر اللہ رب العزت اپنے فرشتوں کو حکم دیں گے، کہ اسے بھی لے جا کر جہنم میں پھینک دو، پھر شہید سے اللہ رب العزت پوچھیں گے، کہ اے شہید، ذرا بتا، کہ تو نے میری راہ میں کس لیے اپنی جان کو قربان کیا تھا؟ تو شہید کہے گا، اے اللہ رب العزت، ہم نے دین کی سربلندی اور آپ کی رضا کی خاطر اپنی جان کو آپ کی راہ میں قربان کیا تھا، تو اللہ رب العزت فرمائیں گے تو جھوٹ بولتا ہے، تو نے اپنی جان کو میری راہ میں اس لیے قربان کیا تھا، تاکہ لوگ تجھے بہادر اور شہید کے نام سے یاد کریں، سو وہ کہا جا چکا، پھر اللہ رب العزت اپنے فرشتوں سے فرمائیں گے کہ اے فرشتوں اس کو بھی لے جا کر جہنم میں پھینک دو۔

میرے دوستو! اس حدیث شریف سے یہ معلوم ہوا کہ بداخلاصی اور بدنیتی اللہ رب العزت کے نزدیک کتنی خطرناک چیز ہے، اور اس کے بالمقابل جو شخص اخلاص نیت سے اللہ رب العزت کو خوش کرنے کی غرض سے قربانی کرتا ہے، تو اللہ کے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جانور کے خون کا قطرہ زمین پر گرنے سے پہلے قربانی کرنے والے کی مغفرت کر دی جاتی ہے، اور اسی پر بس نہیں بلکہ کل قیامت کے دن قربانی کا خون اور قربانی کا گوشت لایا جائے گا اور میزانِ عمل، اعمال تولنے والے ترازو پر، اس کو ستر گنا بڑھا کر رکھ دیا جائے گا، جس سے قربانی کرنے والے کی نیکیوں کے ترازو کا پلڑا بھاری ہو جائے گا، اور جس کے نیکیوں کا پلڑا بھاری ہو جائے گا اس کو خوشی خوشی جنت میں داخل کر دیا جائے گا۔

کتابوں میں ایک واقعہ لکھا ہے

کہ ایک صاحب جو بہت نیک تھے، مگر قربانی کے دنوں میں وہ قربانی نہ کر کے قربانی کے جانور کی

قیمت صدقہ کر دیا کرتے تھے، ایک رات انہوں نے خواب میں دیکھا کہ میدان حشر قائم ہے، لوگ اپنی اپنی سواریوں پر سوار ہو کر پل صراط کا راستہ طے کر کے جنت میں داخل ہو رہے ہیں، اور میں حیرانی و پریشانی کے عالم میں کھڑا یہ سوچ رہا ہوں، کہ میں پل صراط کا راستہ کس طرح سے طے کروں، نہ میرے پاس کوئی سواری ہے، اور نہ ہی کوئی اور ذریعہ، اور ساتھ ہی میں یہ بھی سوچ رہا تھا، کہ یہ سواریاں لوگوں کے پاس کہاں سے آتی ہیں، اور کون دیتا ہے، اچانک غیب سے آواز آئی کہ یہ سواریاں ان لوگوں کے لیے ہیں، جو دنیا میں قربانیاں کیا کرتے تھے، اور چونکہ تم قربانی نہیں کرتے تھے اس لیے آج تم سواری سے محروم ہو، وہ صاحب کہتے ہیں کہ اچانک میری آنکھ کھل گئی اور اس خواب سے متاثر ہو کر قربانی نہ کرنے سے ہمیشہ کے لیے توبہ کیا، معلوم یہ ہوا جو آدمی اللہ رب العزت کو خوش کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے، کل قیامت کے دن اللہ رب العزت اس کو اس کے بدلہ میں ایک مضبوط سواری عطا کریں گے، جس سے وہ آسانی کے ساتھ پل صراط کا راستہ طے کرتا ہوا جنت میں داخل ہو جائے گا، دوسری بات یہ معلوم ہوئی اور حدیث شریف سے بھی ثابت ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی کے عمل سے زیادہ اللہ رب العزت کے نزدیک کوئی اور عمل پسندیدہ نہیں ہے، چاہے وہ قربانی کے جانور کی قیمت سے زیادہ، اللہ کے راستہ میں صدقہ اور خیرات کر ڈالے۔

میرے دوستو! کل قیامت کے دن یہی قربانی کا عمل ہوگا جو آدمی کے لیے جہنم کی آگ سے بچاؤ کا سبب بنے گا۔

قربانی کی تاریخ کیا ہے؟

میرے دوستو! کہنے اور سننے میں یہ بات بہت آسان معلوم ہوتی ہے کہ ایک باپ نے اللہ رب العزت کو خوش کرنے کے لیے اپنے بیٹے کے حلق پر چھری چلا دی، مگر اس کارنامے کو انجام دینا، اس کام کو کر گزرنا بہت مشکل ہے، ایک باپ کو اپنے بیٹے سے،

کتنی محبت ہوتی ہے،

کتنا پیار ہوتا ہے،

اس کا اندازہ تو وہی لگا سکتا ہے، جو صاحبِ اولاد ہو، خصوصاً جب

بیٹا خدمت گزار ہو،

اطاعت شعار ہو،

اور ہونہار ہو،

اور سب سے بڑی بات یہ کہ، وہ بیٹا بھی اکلوتا ہو، اس کے علاوہ اور کوئی اولاد نہ ہو، اور وہ بھی بڑی دعاؤں، منتوں کے بعد چھیاسی سال کی عمر میں ملا ہو، جو بوڑھاپے کی عمر میں زندگی کا آخری سہارا ہو، ایسے باپ کو اس بیٹے سے کتنی محبت ہوسکتی ہے، اس کا اندازہ تو وہی کرسکتا ہے جو اس راہ سے گزرا ہو، مگر ایسا ہے نہیں۔

میرے دوستو! جس کا دل ایمان ویقین کے نور سے روشن ہوتا ہے، جسے وحدہٗ لاشریک کی معرفت حاصل ہوتی ہے، جس کا باطن اطاعت ومحبت اور تسلیم ورضا کے چراغوں سے منور ہوتا ہے، وہ خدا تعالیٰ کے حکم پر

اپنی محبوب سے محبوب، اور

اپنی مطلوب سے مطلوب،

چیز کو نچھاور کرنے سے دریغ نہیں کرتا، چاہے وہ مال ہو، یا آل، چاہے وہ شان وشوکت ہو، یا جاہ وجلال، حتیٰ کہ وہ اللہ رب العزت کو خوش کرنے کے لیے اپنی پیاری جان کا نذرانہ بھی پیش کرنے سے پیچھے نہیں ہٹتا۔

میرے دوستو! یہی وہ چیز تھی جس نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بیٹے کی قربانی پر بیتاب وبے قرار کردیا تھا، اور اپنے پیارے بیٹے کو بلا کر فرمایا "یٰبُنَیَّ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ فَانۡظُرۡ مَاذَا تَرٰی"

اے میرے بیٹے میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ

میں تمہیں خدا تعالیٰ کے حکم سے ذبح کر رہا ہوں، بس تم غور کرو، کیا مناسب سمجھتے ہو، مگر

وہ بچہ بھی خاندانِ نبوت کا پروردہ تھا، جو حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا جیسی خدا ترس خاتون کا لاڈلا تھا،

وہ بچہ بھی جو حضرت خلیل اللہ علیہ السلام جیسے پکے موحد اور متوکل کا جگر گوشہ تھا،

وہی صاف وشفاف خون اس کی رگوں میں دوڑ رہا تھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی رگوں میں تھا،

وہ جوشِ ایمانی اور جذبۂ اطاعت شعاری اس کے دل کے اندر بھی انگڑائیاں لے رہا تھا، جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل میں تھا،

چنانچہ اس بچہ نے بھی بلا تردد، برجستہ جواب دیا:

”يَا أَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ سَتَجِدُنِيٓ إِنْ شَاءَ اللّٰهُ مِنَ الصَّابِرِيْنَ“

اے ابوجان، جس کام کا آپ کو حکم دیا گیا ہے، اس کو بلا جھجک کر ڈالیے۔

دونوں قربانی کے لیے نہ صرف کہ تیار تھے بلکہ بے تاب وبے قرار تھے،

ایک قربانی کرنا چاہ رہا تھا، اور دوسرا قربان ہونا چاہ رہا تھا،

ایک جان لینا چاہ رہا تھا، اور دوسرا جان دینا چاہ رہا تھا،

ایک ذبح کرنا چاہ رہا تھا، اور دوسرا ذبح ہونا چاہ رہا تھا،

ایک ذبح کے لیے چھری سنبھالتا ہے اور دوسرا خود آ کر قدموں پر لیٹ جاتا ہے،

میرے دوستو! جب سے دنیا بنائی گئی ایسا انوکھا اور ایسا حیرت انگیز واقعہ آسمان وزمین نے نہ کبھی دیکھا ہوگا، اور نہ سنا ہوگا، چنانچہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے بیٹے کو رسی سے باندھ کر اپنی آنکھوں پر پٹی باندھ لی، اور ہاتھ میں تیز چھری لے کر ان کے گلے پر چلاتے ہیں، مگر چھری اپنا کام بھول چکی تھی، اسے تیز کر کے چلاتے ہیں، مگر پھر بھی نہیں چلتی، حضرت ابراہیم علیہ السلام پریشان ہو کر چھری سے کہتے ہیں، اے چھری، تو کیوں نہیں چلتی، تو چھری کہتی ہے، اے خلیل تیری بات مانوں، یا ربِ جلیل کی بات مانوں، تُو کہتا ہے کاٹ، مگر ربِ جلیل کہتا ہے، مت کاٹ، حضرت ابراہیم علیہ السلام اسی کشمکش میں تھے کہ اللہ رب العزت کی دریائے رحمت جوش میں آتی ہے ایک طرف فضائے آسمانی میں ایک نغمگی بکھرتی ہوئی آواز سنائی دیتی ہے۔

”قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ“

تو دوسری طرف ایک فرشتہ جنت سے ایک دنبہ لے کر حاضر خدمت ہوتا ہے، اور ساتھ میں یہ حکم ہوتا ہے اے ابراہیم، اسماعیل کی جگہ اسے ذبح کرو، اللہ رب العزت کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کی یہ ادا، اتنی پسند آئی، اتنی پسند آئی، کہ رہتی دنیا تک کے مسلمانوں پر اس طرح قربانی کو واجب اور ضروری قرار دیا اور اپنے محبوب جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبانِ مبارک سے یہ کہلوا دیا کہ

جو صاحب نصابِ ہونے کے باوجود،

جو استطاعت کے باوجود،

سنتِ ابراہیمی کو ادا نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

میرے دوستو! عید قرباں دراصل سیدنا حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اسی سنت کی یادگار ہے، جسے ہم ہر سال بڑے ہی شوق اور بڑے ہی خوشی ومسرت کے ساتھ مناتے ہیں۔

مگر ذرا سوچیے اور غور کیجیے کہ

قربانی کا مقصد کیا ہے۔

قربانی کا تقاضا کیا ہے۔

یہ عید قرباں ہم کو ہر سال کس چیز کا پیغام دیتا ہے۔

میرے دوستو! یہ عید قرباں علامتی قربانی کے ذریعہ ہمیں ہر سال یہ پیغام دیتا ہے کہ

اے اسلام کے پیروکارو۔

اے خدائے واحد پر ایمان رکھنے والو۔

اے رسول کی رسالت پر اعتقاد رکھنے والو۔

جب بھی تم سے اسلام کی حفاظت واشاعت کی خاطر۔

جب بھی تم سے ناموسِ رسالت کی خاطر۔

جب بھی تم سے اسلام کی ترقی وسربلندی کی خاطر مال کا مطالبہ کیا جائے، تو اپنی جمع پونجی کو نچھاور کر دینا۔

اگر اولاد کی قربانی کا مطالبہ کیا جائے، تو اپنی اکلوتی اولاد تک کو بھی اسلام کی حمایت وحفاظت میں قربان کر دینا اور۔

اگر ایسا وقت آجائے کہ اسلام باطل کے نشانہ پر آجائے، مسلمان قوم، دشمنوں کے نرغہ میں آجائے، تو ہنستے کھیلتے اپنی پیاری جان کو بھی، اللہ رب العزت کی راہ میں قربان کر دینے سے دریغ نہ کرنا۔

یہی عید قربان کا پیغام ہے، عید قرباں ہم کو ہر سال اسی کا سبق دیتا ہے، اللہ رب العزت ہم سب کو قربانی کی صحیح حقیقت کو سمجھنے اور علامتی قربانی سے حقیقی قربانی پر کھڑا ہونے کا، ہمارے اندر حوصلہ اور جذبہ پیدا فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا إِنَّكَ أَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا إِنَّكَ أَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

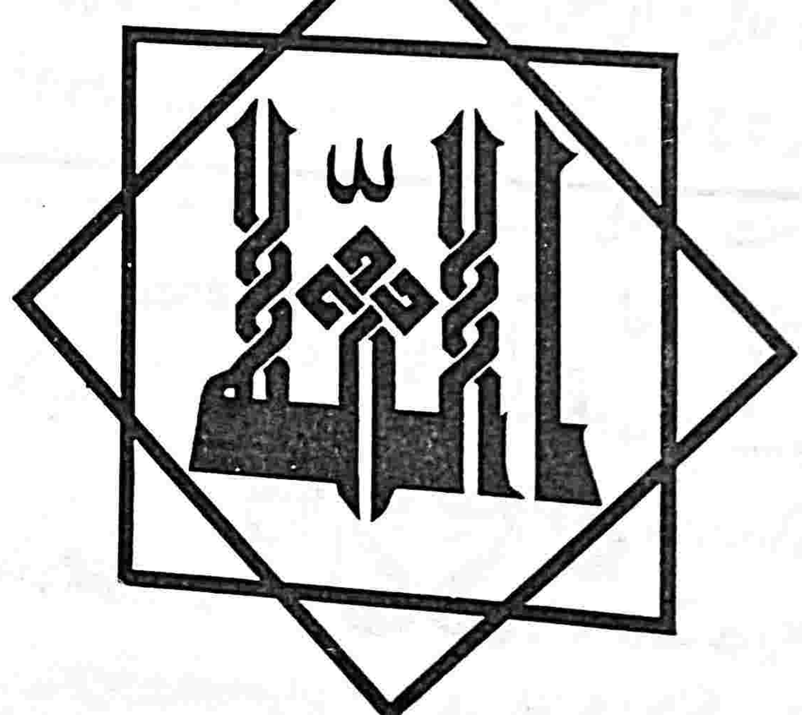

بسم اللہ الرحمن الرحیم

--- غیبت، عمل کو کھا جاتی ہے۔

--- فکر، عمر کو کھا جاتی ہے۔

--- توبہ، گناہ کو کھا جاتی ہے۔

--- تکبر، علم کو کھا جاتی ہے۔

--- رشوت، انصاف کو کھا جاتی ہے۔

مسائل

عید قرباں!!!

اِنَّ الحمدللہ۔ الحمد للہ نحمدہ ونستعینہ ونستغفرہ ونؤمن بہ ونتوکل علیہ و نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا و نشھد ان لا الہ اِلّا اللہ وحدہ لا شریک لہ و لا نظیر لہ و لا وزیر لہ و لا مشیر لہ و لا معین لہ و صل علیٰ سید الرسل و خاتم الانبیاء المبعوث الیٰ کافۃ للناس بشیرا ونذیرا وداعیا الی اللہ باذنہ وسراجا منیرا۔ اَمَّا بَعْدُ: فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ o بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ o

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ o

یا الٰہی تو ہمیں عامل قرآن کر دے — پھر از سرِ نو مسلماں کو مسلماں کر دے
وہ پیغمبر جسے سرِ تاجِ رسل کہتے ہیں — اس کی امت کو ذرا تابعِ قرآں کر دے
ذوق رکھ سنت گرامی سے — ہے شرف آپ کی غلامی سے
جو کوئی تابعِ رسول نہیں — لاکھ اطاعت کرے قبول نہیں
اگر جنت میں جانے کا ارادہ ہو تمامی کا — گلے میں ڈال طوق محمد کی غلامی کا

میرے محترم بزرگو اور دوستو!

آج میں آپ حضرات کے سامنے عید الاضحیٰ کی کچھ خاص سنتیں اور ان خاص مسائل کو ان شاء اللہ بیان کرنے کی کوشش کروں گا، جس میں ہمارے مسلمان بھائی عام طور پر غلطیاں کرتے ہیں۔

میرے دوستوں! ہم سب کو معلوم ہے کہ بقرعید کے دن مسواک کرنا، غسل کرنا، عمدہ اور صاف کپڑے پہننا، خوشبو لگانا، نماز عید سے پہلے کچھ نہ کھانا، عیدگاہ سویرے جانا، عیدگاہ میں نماز پڑھنے کے لیے ایک راستہ سے جانا اور دوسرے راستہ سے واپس آنا، اور راستہ میں بلند آواز سے اَللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰہُ اَکْبَرُ وَلِلّٰہِ الْحَمْدُ پڑھتے رہنا سنت ہے۔

یہ تکبیر تشریق ۹/ ذی الحجہ کی فجر سے ۱۳/ ذی الحجہ کی عصر تک کل تیئس ۲۳ فرض نمازیں ہوتی ہیں۔ ہر فرض نماز کے بعد ایک مرتبہ بلند آواز سے ہر مسلمان عاقل بالغ پر واجب ہے البتہ عورتیں آہستہ آواز سے اس تکبیر کو کہیں گی۔

عیدگاہ میں نماز سے پہلے اور بعد میں زوال تک کسی قسم کی نفلیں پڑھنا مکروہ ہے، یہاں تک کہ عید کی نماز سے پہلے گھر میں بھی نفل نماز پڑھنا مکروہ ہے، اگر عید کی نماز شروع ہو چکی، اور امام واجب تکبیریں کہہ چکا، پھر کوئی شخص آکر نماز میں شریک ہوتا ہے تو یہ پہلے تکبیر تحریمہ کے بعد تین واجب تکبیریں کہے، پھر رکوع میں جائے اور اگر امام کو رکوع میں پایا تو تکبیر تحریمہ کہہ کر رکوع میں جائے۔

اور پہلی تکبیریں، بغیر ہاتھ اٹھائے کہے، اس کے بعد وقت ملے تو سُبْحَانَ رَبِّیَ الْعَظِیْمِ پڑھے، ورنہ نہ پڑھے اور اگر اس کی تین واجب تکبیریں پوری ہونے سے پہلے، امام رکوع سے اُٹھ گیا، تو آنے والا امام کی اتباع کرے، اور جو تکبیریں رہ گئیں وہ سب معاف ہیں، اور اگر کسی کی ایک رکعت چھوٹ گئی تو وہ امام کے سلام پھیرنے کے بعد اپنی چھوٹی ہوئی رکعت پوری کرتے ہوئے رکوع سے پہلے تین واجب تکبیریں کہے۔

میرے دوستو! قربانی ہر اس عاقل بالغ مرد وعورت پر واجب ہے، جس کے پاس ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی مالیت کا نقد روپیہ ہو، یا پھر تجارت کا مال ہو، کسی کے پاس دو مکان، یا دو پلاٹ، یا کسی کے پاس اپنی زمین کا غلہ ضروریات سے زائد ہوں، یا دو گاڑی ایک عام استعمال کے لیے اور دوسری زائد تو اگر ان سب زائد چیزوں کی قیمت، ساڑھے باون تولہ چاندی کے برابر ہو، تو ان سب پر قربانی واجب ہے، اسی طریقہ سے کسی عورت کے پاس زیور اور استعمال سے زائد کپڑے، نصاب کو

پہنچتے ہیں، تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، اگر میاں بیوی دونوں صاحب نصاب ہیں، تو دونوں پر الگ الگ قربانی واجب ہے۔

گھر کا سربراہ اگر صاحبِ نصاب ہے، مگر اپنی طرف سے قربانی نہ کر کے گھر کے کسی فرد کی طرف سے قربانی کر دیتا ہے، تب بھی اس کے اوپر قربانی واجب ہے، نہ کرنے پر گناہ گار ہوگا، بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ گھر میں کسی ایک کی طرف سے قربانی کا ہو جانا کافی ہے، اس لیے ایک سال اپنی طرف سے، ایک سال اپنی بیوی، ایک سال بیٹے، یا بیٹی کی طرف سے کر دیتے ہیں۔

یاد رکھیے! گھر کے جتنے افراد صاحب نصاب ہیں، چاہے لڑکا ہو، یا لڑکی، چاہے شادی شدہ، ہو یا غیر شادی شدہ، ان میں سے ہر ایک کی طرف سے الگ الگ قربانی کرنا واجب ہے، ایک آدمی صاحبِ نصاب ہے، مگر وہ اپنی طرف سے قربانی نہ کر کے کسی مرحوم کی طرف سے، یا نبی اکرم ﷺ کی طرف سے قربانی کر دیتا ہے، تب بھی اس کے اوپر قربانی واجب ہے، پہلے اپنی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے پھر بعد میں گنجائش ہو، تو مرحوم کی طرف سے، یا نبی اکرم ﷺ کی طرف سے کرے، ایک آدمی صاحبِ نصاب نہیں، مگر اس نے قربانی شوق سے قربانی کے دنوں میں قربانی کا جانور خریدا، تو اب اس کے اوپر بھی قربانی واجب ہے، ایک آدمی نے قربانی کی نیت سے کسی جانور کو خریدا، یا پالا، تو اسی جانور کی قربانی واجب ہے، ایسا نہیں کہ پیسے کی لالچ میں اس کو بیچ کر کسی اور جانور میں حصہ لے لے، اگر کوئی آدمی بقرعید کے ان تین دنوں میں سے کسی ایک دن میں صاحب نصاب ہو جائے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، اگر کوئی آدمی یہ چاہے کہ قربانی نہ کر کے اس کی قیمت صدقہ کر دے، تو یہ شکل جائز نہیں، اس کے اوپر قربانی واجب ہے، اگر کسی آدمی نے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود کسی عذر، یا سستی وغفلت کی وجہ سے قربانی نہیں کی، تو وہ پہلے توبہ اور استغفار کرے، اور قربانی کا جانور یا اس کی مالیت کو صدقہ کرے، اگر قربانی کا جانور گم ہو گیا، پھر اس نے دوسرا خرید لیا، بعد میں ان تین دنوں میں سے کسی دن وہ اتفاق سے مل گیا، تو صرف ایک جانور کی قربانی واجب ہے، اگر کوئی آدمی مرتے وقت قربانی کی وصیت کر جائے، تو اس کے چھوڑے ہوئے مال ۱۳ یعنی تہائی میں سے قربانی واجب ہے، مگر اس کا کل

کا کل گوشت خیرات کرنا واجب ہے، اسی طرح کسی آدمی نے منت اور نذر مانی کہ میرا فلاں کام ہوگیا تو اللہ کے نام پر قربانی کروں گا، تو اس کے اوپر منت پوری ہونے کے بعد قربانی کرنا واجب ہے، قربانی کا پورا پورا گوشت خیرات کرنا واجب ہے، اگر کوئی آدمی دکھاوے یا صرف گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرتا ہے، تو اس کی قربانی نہیں ہوگی، اسی طرح کسی بڑے جانور میں سات حصہ داروں میں سے کوئی ایک بد دین ہے، یا دکھاوے کی نیت سے، یا صرف گوشت کھانے کی نیت سے قربانی کرتا ہے، تو نہ اس کی قربانی ہوگی اور نہ اس کے حصہ داروں میں سے کسی کی قربانی ہوگی، اس لیے کہ ضروری ہے کہ حصہ داروں کا انتخاب بڑے ہی احتیاط اور چھان بین سے کرے، اسی طرح سے اگر کوئی آدمی اللہ رب العزت کے علاوہ کسی پیر، یا بزرگ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے قربانی کرتا ہے، اگر چہ وہ ذبح کرتے وقت اللہ کا نام لے، پھر بھی اس جانور کا گوشت حرام ہے۔

کس جانور کی قربانی درست نہیں:

اندھے، کانے اور لنگڑے جانور کی قربانی درست نہیں، اسی طرح ایسا جانور جو بہت ہی کمزور ہو، جو قربان گاہ تک چل کر نہیں پہونچ سکتا، یا جس جانور کی سینگ جڑ سے اکھڑ گئی، یا جس جانور کا تہائی سے زیادہ کان، یا دم کٹی ہو، یا جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں، یا اکثر نہ ہوں، یا ایسا لنگڑا جانور، جو صرف تین پاؤں سے چلتا ہے، چوتھا رکھتا تو ہے، مگر اس سے چل نہیں سکتا، تو ایسے جانور کی قربانی درست نہیں، اگر چلتے وقت اس سے سہارا لیکر چلتا ہے مگر لنگڑا کر چلتا ہے تو اس کی قربانی درست ہے، بکرا پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو اس کی قربانی درست نہیں، گائے، بیل، بھینس دو سال، اور اونٹ پانچ سال کے ہونے چاہئیں، اگر اس میں سے ایک دن بھی کم ہوا تو ان کی قربانی درست نہیں، خصی کی قربانی افضل ہے، قربانی کے جانور کو چند روز پہلے پالنا افضل ہے، قربانی کا وقت عید الاضحیٰ کے دسویں تاریخ کی صبح صادق سے بارہویں تاریخ کی غروب آفتاب سے پہلے تک ہے، ان دنوں میں جب چاہے قربانی کرے، دن میں قربانی کرنا افضل ہے، پہلے دن قربانی کرنا زیادہ افضل ہے، شہر میں نماز عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، البتہ جہاں دیہات میں عید کی نماز نہیں ہوتی وہاں عید

کے دن صبح کے بعد قربانی کرنا درست ہے، اور جس دیہات میں جمعہ کی نماز واجب ہے تو وہاں عید کی نماز سے پہلے قربانی درست نہیں۔

ذبح کا سنت طریقہ:

ذبح کرنے والے کا ذبح کرتے وقت، قبلہ کی طرف منھ کرنا سنت مؤکدہ ہے، اور جانور کو ذبح کرتے وقت قبلہ کی طرف کرنا مستحب ہے، قربانی کا جانور ذبح کرتے وقت زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، بلکہ دل کی نیت ہی کافی ہے، البتہ دعائیں جو حدیث پاک سے ثابت ہیں، ان کا پڑھنا مستحب ہے، ذبح کے وقت اگر آدمی بسم اللہ کہنا بھول جائے، تو قربانی ہوجائے گی، لیکن اگر جان بوجھ کر چھوڑ دیا، تو جانور حلال نہ ہوگا، اگر دو آدمی مل کر چھری پکڑ کر ذبح کر رہے ہوں تو دونوں پر بِسْمِ اللّٰہِ اَللّٰہُ اَکْبَرُ کہنا واجب ہے، جانور پکڑنے والے پر نہیں، اپنی قربانی کو خود اپنے ہاتھوں سے ذبح کرنا افضل ہے، ورنہ خود وہاں حاضر رہنا افضل ہے، اگر عورت کے نام سے قربانی ہو رہی ہے تو اگر اجنبی لوگ وہاں ہوں تو اس کو پردہ میں ہی رہنا واجب ہے، ذبح کرنے سے پہلے چھری خوب تیز کرلی جائے، ایک جانور کے سامنے دوسرے جانور کو ذبح نہیں کرنا چاہیے، قربانی کا گوشت یا کھال قصائی کو اجرت پر دینا جائز نہیں، قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے، چرم قربانی کا اس وقت صحیح مصرف علم دین حاصل کرنے والے غریب نادار طلبہ ہیں، قربانی کی کھال کے پیسہ کسی اسکول یا ایسا مدرسہ جہاں بچے کھاتے اور رہتے نہیں ہیں، یا ایسی تنظیم جو کتابیں چھپوا کر تقسیم کرتی ہے، یا مسجد کے امام و مؤذن کو بطور اجرت کے دینا جائز نہیں، جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت کو وزن کرکے تقسیم کیا جانا چاہیے، اندازہ اور اٹکل پچّو سے تقسیم کرنا صحیح نہیں ہے، اگر گھر کا سربراہ اپنی طرف سے قربانی کرتا ہے، تو صرف اسی کو ثواب ملے گا، سب سے اچھا قربانی کرنے والا وہ ہے جو اپنی طرف سے ایک جانور کی قربانی کرکے اس کا ثواب پوری امت کو بخش دے، اور بخشنے والے کے ثواب میں کچھ کمی نہیں کی جائے گی، جیسا کہ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک جانور کی قربانی کرکے فرماتے تھے: اَللّٰھُمَّ تَقَبَّلْ مِنْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِ مُحَمَّدٍ وَمِنْ اُمَّةِ مُحَمَّدٍ۔ (اے اللہ! اس قربانی کو محمد کی طرف سے اور آل محمد کی طرف اور امت محمد کی طرف سے قبول

فرمایئے)۔ اللہ رب العزت ہم سب کی تمام عبادتوں اور قربانیوں کو قبول فرمائے۔

اَللّٰهُمَّ تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ وَتُبْ عَلَيْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

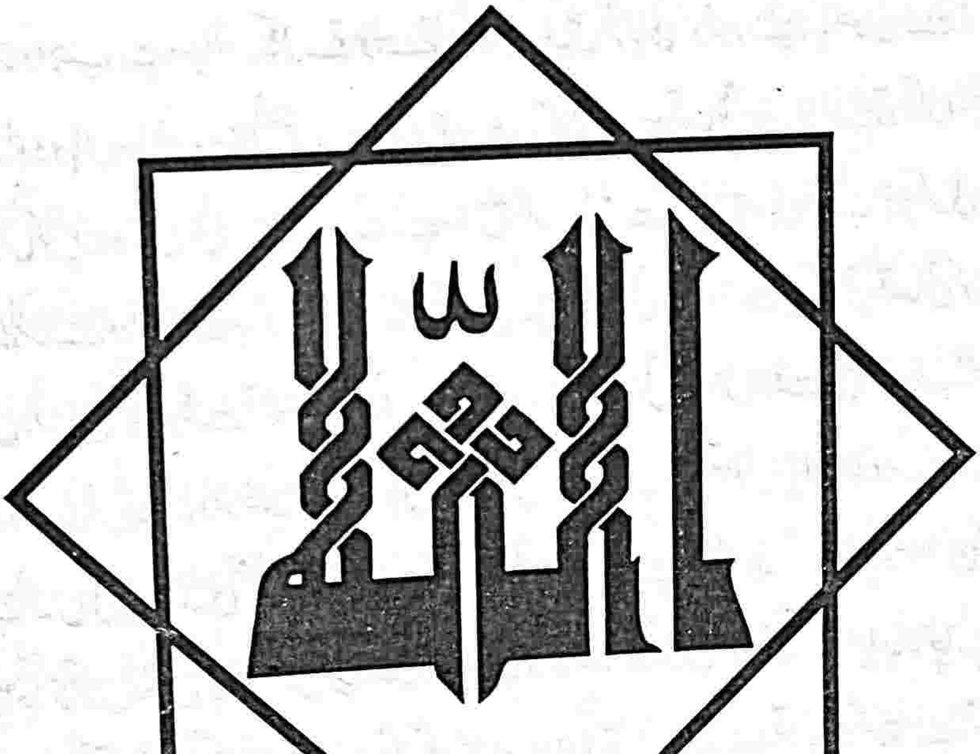

ایک پیغام امت مسلمہ کے نام ایک نظر میں

خطباء، علماء اور طلباء کیلئے نادر اور بے مثال تحفہ | ائمہ مساجد اور لیکچررز کیلئے تقاریر کا علمی ذخیرہ

ہم اس دنیا میں کہاں سے آئے اور کہاں جانا ہے؟؟؟

ہم اس دنیا میں کیوں آئے ہیں؟؟؟

آخرت سے غفلت کیوں؟ کیا موت کا انتظار ہے؟؟؟

کہیں ایسا تو نہیں! کہ کل کا دن ہمارا آخری دن ہو؟

نماز سے غفلت کیوں؟ کیا موت کا انتظار ہے؟؟؟

نماز پڑھیے اس سے پہلے کہ ہماری نماز پڑھی جائے!

ہم نماز کیوں نہیں پڑھتے!!! عبادت کسے کہتے ہیں؟

گناہ کیا ہے! دنیاوآخرت میں [illegible] کے نقصانات!

ہم گناہ سے کیسے بچیں!!! غیبت کسے کہتے ہیں؟؟؟

ہم غیبت کیوں کرتے ہیں؟؟؟

زبان کو قابو میں رکھنے والا کبھی ذلیل نہیں ہوتا!!!

ایک پیغام!!! مسلم نوجوانوں کے نام!!!

گانے اور میوزک کے مہلک اثرات!!!

بدنظری کے نقصانات!!!

نئی نسل پر موبائل کے مضر اثرات!!!

قربانی عقل کی روشنی میں!!!

فضائل عید قرباں!!! مسائل عید قرباں!!!

MAKTABA QASMIYA DEOBAND
Dist: Saharanpur (U.P) 247554
Mobile No: 9322471046